اُردو مراسلاتی اِنٹرویو

محمد خالد عابدی

www.taemeernews.com

اردو مراسلاتی انٹرویو

شعرا و ادبا اور فلمی ہستیوں کے انٹرویو

محمد خالد عابدی

www.taemeernews.com

جملہ حقوق بحق مصنف وناشر محفوظ

نام کتاب ——— اُردو مراسلاتی انٹرویو
مصنف ——— محمد خالد عابدی
سنِ اشاعت ——— ۱۹۹۶ء
کتابت ——— شمیم احمد انصاری قصبہ ٹانڈہ
ضخامت ——— ۲۲۷
قیمت ——— ۷۵ روپے
طباعت ——— نشاط آفسٹ پریس ٹانڈہ ضلع امبیڈکر نگر یوپی

کتاب ملنے کے پتے

۱۔ مکتبہ جامعہ، جامعہ نگر، نئی دہلی۔
۲۔ دانش محل، امین الدولہ پارک لکھنؤ (یوپی)
۳۔ بھوپال بک ھاؤس، بُدھوارہ بھوپال (ایم پی)
۴۔ "مرکزِ ادب" نزد ایم ایل بی کالج بھوپال (ایم پی)
۵۔ شاہد پبلی کیشنز۔ عارف نگر۔ بیرسیہ روڈ بھوپال (ایم پی

www.taemeernews.com

انتساب

مُحسنِ بھوپال

مُلّا سجّاد حُسین مرحوم

اور

مُلّا فخرالدّین مرحوم

کے نام

جنہوں نے بھوپال کو ایک عظیم الشان

دانش گاہ عطا کی۔

—— محمد خالد عابدی

www.taemeernews.com

اُردو مراسلاتی انٹرویوز

نمبر شمار			صفحہ نمبر
	مضامین		
۱-	کچھ موضوع کتاب کے بارے میں	• محمد خالد عابدی	۶
۲-	بات خالد عابدی کی	• پروفیسر عبدالقوی دسنوی	۸
۳-	تاثرات	• رفعت سروش	۱۳
۴-	رائے	• نجیب رامش	۱۴
۱	اختر الایمان		۱۵
۲	ڈاکٹر صفدر آہ سیتاپوری		۲۸
۳	علامہ جمیل مظہری		۳۹
۴	جوگندر پال		۴۹
۵	خمار بارہ بنکوی		۵۵
۶	دیویندر اِسّر		۵۹
۷	رام لال		۶۸
۸	رضا نقوی واہی		۷۷
۹	ڈاکٹر سید نورالحسن ہاشمی		۸۲
۱۰	ساگر سرحدی		۸۷
۱۱	سید منجو قمر		۹۵
۱۲	شہریار		۱۰۱
۱۳	علی جواد زیدی		۱۰۴
۱۴	عزیز قیسی		۱۲۳
۱۵	علی سردار جعفری		۱۳۱
۱۶	عنوان چشتی		۱۳۹
۱۷	کیدار شرما		۱۵۱
۱۸	کوثر چاندپوری		۱۵۶
۱۹	گیان چند جین		۱۶۶
۲۰	مخمور سعیدی		۱۷۸
۲۱	میکش اکبرآبادی		۱۸۳
۲۲	ندا فاضلی		۱۸۷
۲۳	وامق جونپوری		۱۹۲
۲۴	سید وجاہت علی سندیلوی		۲۱۲
۲۵	وجاہت مرزا چنگیزی		۲۲۱

www.taemeernews.com

۷۸۶

کچھ موضوعِ کتاب کے بارے میں

میں ایک زمانے سے اخبار، رسائل، ریڈیو اور ٹی وی کے لئے اِنٹرویو اور اِنٹرویو نگاری کر رہا ہوں۔ یہ سلسلہ فلمی ہستیوں سے شروع ہوا تھا۔ بعدہٗ پروفیسر عبدالقوی دسنوی صاحب کی تجویز و تحریک پر ماہنامہ "کتاب نما" دہلی میں بھوپال کی ادبی شخصیتوں سے ملاقاتیں شائع ہونے کا آغاز ہوا۔

پروفیسر عبدالقوی دسنوی اور (مدیر "کتاب نما" دہلی) جناب شاہد علی خاں صاحبان کی پسند کے باعث اِنٹرویو نگاری کو مہمیز ملتی رہی۔ چنانچہ فلمی، علمی و ادبی رسالوں میں میرے بیشتر انٹرویو شائع ہو کر مقبول ہوئے۔ نیز یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ بجلی گھر بھوپال کی ملازمت ترک کر کے جب میں نے آل انڈیا ریڈیو کی ملازمت اختیار کی تو یہاں اِنٹرویو کرنے اور انٹرویو نگاری کے شوق کو پورا کرنے کے مواقع حاصل ہوئے۔ ریڈیو سے متعدد انٹرویو نشر ہوئے۔ جو اِنٹرویو پسند آئے یا اُن کی کوئی حیثیت متعین کی جا سکتی تھی اُن کو (ٹیپ میں سے) قلمبند کر لیا۔

"اِنٹرویو نگاری" پر میں نے خاصا مواد بھی جمع کیا ہے لیکن جس قسم کا مواد درکار ہے۔ وہ ہنوز حاصل نہیں ہوا ہے۔ پیشِ نظر اِنٹرویو "مراسلات" کے ذریعے لئے گئے ہیں۔ اِن انٹرویو میں آپ کہیں کہیں "یکسانیت" بھی محسوس کریں گے اور بعض اِنٹرویو میں "اِستفسار" کی نوعیت کا احساس بھی ہوگا۔ ان اِنٹرویو میں معلومات کا خزانہ بھی ہے اور انکشافات بھی ہیں۔ یہ انٹرویو مختلف رسائل میں بھی شائع ہو چکے ہیں۔ اِن پر میں نے قدرے فکر بھی کی ہے کہ کیا یہ اِنٹرویو اِنٹرویو کی تعریف میں آتے ہیں۔؟ اِن انٹرویو میں، ماحول، منظر نگاری اور جلئے وقوع کی آرائش و زیبائش بھی نہیں ہے اور نہ رُوبرُو، گفتگو کا عنصر

www.taemeernews.com

ہے ۔ بے ساختگی و برجستگی بھی انٹرویو کی شان ہے تاہم اِن اِنٹرویو کو (اِقسامِ انٹرویو
ں سے) ایک قسم ماننے میں کیا تامل ہے — ؟

میں نے اپنے اِن انٹرویو میں تخصیص بھی قایم کی ہے کہ یہ مُراسلاتی اِنٹرویو
ں۔ اِن میں کسی کے پرخچے اُڑانے کی کوشش نہیں کی گئی ہے اور نہ ہی "ریمانڈ" لینے
انداز ہی اِختیار کیا ہے۔

بالمشافہ

اِنٹرویو کے لیے اُردو میں "مُحادثہ" "ملاقات" "گفتگو" "بات چیت"
"ہمکلام" وغیرہ لفظ ہو سکتے تھے لیکن اُردو کے وسیع دامن میں "اِنٹرویو"
ا گیا۔ یہی مناسب سمجھا گیا کہ "اِنٹرویو" عام فہم بھی ہے۔

اِنٹرویو نگاری کے بارے میں لکھنا تو مفصّل تھا لیکن بھوپال سے تبادلے
حال مقیم بیتول) اور پی، ایچ، ڈی کے مقالے کی تکمیل کے باعث اپنی بات کو
ندہ کے لیے اُٹھا رکھتا ہوں۔

یہ انٹرویو (بصورت مسوّدہ) دو بار ضائع ہو چکے تھے۔ کتابی صورت میں منظرِ عام
آتے ہوئے اُن پر خاصا وقت گزر چُکا ہے۔ واضح رہے کہ پیشِ نظر کتاب سے قبل
اسلاتی انٹرویو پر میری ایک کتاب "اُردو انٹرویوز" (۱۹۹۲ء) شائع ہو چُکی ہے۔

کیا اخبار و رسائل کے مُدیران "اِنٹرویو" پر خصوصی اشاعتوں کے لیے سنجیدہ
ں۔ کیا یونیورسٹی اور کالج کے پروفیسران "اِنٹرویو نگاری" کو ایک زیرِ تشکیل صنفِ
فن کے طور پر محسوس کر رہے ہیں۔ اِنہی امکانات کے ساتھ، میرے یہ مراسلاتی
ٹرویو آپ کے مطالعے کے لیے پیش ہیں۔

محمد خالد عابدی

آل انڈیا ریڈیو، بیتول

۱۷ر نومبر ۱۹۹۵ء (جُمعہ)

www.taemeernews.com

بات خالد عابدی کی

شعبۂ اُردو سیفیہ کالج میں آج سے کئی سال قبل ایک سولہ سترہ سال کا سیف ہائر سکنڈری اسکول کا طالب علم داخل ہوتا ہے۔ مجھے سلام کرتا ہے اور میرے سامنے والی کرسی پر بیٹھ جاتا ہے۔ میں نے آنے کی وجہ دریافت کی، تو اس نے سے مجلۂ سیفیہ کے تازہ شمارے کی فرمائش کی۔ اُس کی اس فرمائش پر میں حیرت زدہ رہ گیا، لیکن مجھے حیرت سے زیادہ خوشی ہوئی۔ حیرت اس بات کی تھی کہ آج جہاں اچھی کتابوں اور رسائل کے مطالعہ کا ماحول عام طور پر ختم ہو رہا ہے۔ اردو کے ایسے بے شمار اساتذہ یہاں وہاں مل جاتے ہیں جنہیں یہ نہیں معلوم کہ رسالہ کہاں سے شائع ہو رہا ہے، اُس کا مدیر کون ہے، اس کے مقاصد کیا ہیں۔ انہیں یہ بھی نہیں معلوم کہ آج کل بازار میں کون کون سی نئی کتابیں شائع ہو کر آئی ہیں۔ کن کن مصنفین کی کتابیں ہاتھوں ہاتھ لی جا رہی ہیں، وہاں ایک اسکول کا طالب علم ادب کا ایسا رسیا ہے کہ اس کی ایک جلد حاصل کرنے کے لئے میرے سامنے مجسم سوال بنا ہوا ہے۔ اسی حیرت نے مجھے اس سے چند سوالات کرائے تو معلوم ہوا کہ یہ حضرت اپنے شوق کے کچھ اپنے رسائل بھی خریدتے ہیں، کتابیں خریدنے کا شوق بھی رکھتے ہیں۔ مطالعہ سے انہیں خاص دلچسپی ہے اور سب شوق اپنی نوعمری میں چھوٹی چھوٹی کمائی سے پوری کر رہے ہیں یعنی پڑھ بھی رہے ہیں، کتابیں رسائل بھی خرید رہے ہیں، مطالعہ کے لئے بھی لگا رہے ہیں اور والدین کی خدمت بھی کر رہے ہیں۔ تو میری حیرت خوشی

www.taemeernews.com

ل گئی اور میری اجنبیت، مانوسیت میں تبدیل ہو گئی۔ نام دریافت کیا تو معلوم ہوا
لد عابدی ہیں۔ میں نے انہیں حسب فرمائش مجلہ سیفیہ کا شمارہ دیا تو بہت خوش ہوئے
۔ اس کے بعد مجھ سے اکثر و بیشتر ملتے رہے۔ اور تعلق کو مضبوط سے مضبوط تر بناتے
ہے۔ کتابوں اور رسائل کا خریدنا، انہیں پڑھنا اور سنبھال کر رکھنا۔ پھر لوگوں کی
رورت کے مطابق انہیں کتابیں اور رسائل مہیا کرنا ان کا خاص مشغلہ بنتا گیا۔ اِس
ران میں انھوں نے ہائر سکنڈری اسکول کے امتحان میں کامیابی حاصل کی، افسانے
رامے، اور مضامین لکھنے شروع کئے جو شائع ہوتے رہے۔ بی۔ اے کیا۔ فلموں سے
ی دلچسپی لی، ملازمت تبدیل کی۔ آل انڈیا ریڈیو سے متعلق ہوئے اسی کے ساتھ
ی کی یہ چار کتابیں "آواز نما" (۱۹۷۵) "باغِ فکر معروف بہ مقطعات نِساخ"(۱۹۷۷)
پیکر آواز" (۱۹۸۳) اور زخموں کے دریچے" (۱۹۸۸ء) شائع ہوئیں۔

اِسی دوران میں انہوں نے مصنفین سے خط و کتابت کے ذریعہ تعلقات
ا کیے۔ اِدھر بھوپال کے ادیبوں سے "انٹرویو" لینا شروع کیا۔ تاج بھوپالی
خلص بھوپالی، ابراہیم یوسف، واحد پریمی، اور علی عباس امید سے لیے گئے انٹرویو
کتاب نما' دہلی، شاعر' بمبئی، اور "تشکیل" بھوپال وغیرہ میں شائع ہوئے۔

پھر انہیں خیال آیا کہ خطوط کے ذریعہ باہر کے ادیبوں سے انٹرویو
ئے جائیں چنانچہ مختلف وقتوں میں مختلف ادیبوں سے خطوط کے ذریعہ انٹرویو لیئے
ر انہیں اردو کے اہم رسائل میں شائع کرانا شروع کیے تو اچھا نتیجہ یہ نکلا کہ اِس
رح کے انٹرویو کو لوگوں نے پسند کیا جس سے خالد عابدی کا حوصلہ بلند ہوا اور یہ
سلسلہ دراز ہوا۔

اسی دوران میں انہوں نے اِندور یونیورسٹی سے اردو میں ایم۔اے
امتحان دیا اور درجۂ اوّل سے کامیابی حاصل کی اور اب پی۔ ایچ ڈی کی تیاریوں
ں مصروف ہیں۔

www.taemeernews.com

خطوط کے ذریعہ لئے گئے "انٹرویوز" کی مقبولیت اور اہمیت کے پیشِ نظر انہوں نے انہیں کتابی صورت میں شائع کرنے کا ارادہ کر لیا ہے۔ خیال اچھا ہے۔ اِس طرح چند مصنفین کے متعلق معلومات یکجا ہو جائیں گی جن کی روشنی میں ان مصنفین پر کام کرنے والوں کے لئے راستے کھلیں گے۔ اور اچھے نتائج برآمد ہوں گے۔ اِس لئے کہ انٹرویو کے ذریعہ بہت سی باتیں بھی دریافت کی جاتی ہیں جن سے عام طور سے واقفیت نہیں ہوتی یا جن پر شکوک کے پردے پڑے ہوتے ہیں یا جو امتدادِ زمانہ کی وجہ سے ذہنوں سے محو ہو جاتے ہیں۔ انٹرویو لینے والا کسی شخص سے اس کے متعلق مختلف انداز سے سوالات کے ذریعہ بہت سی معلومات فراہم کرتا ہے اور انہیں قلمبند کرتا جاتا ہے۔ عام طور سے سوالات اس کی ذات، حیات، اس کے خاندان، ماحول، اس کے تجربات، نظریات اور اس کی پسند و ناپسند سے متعلق کئے جاتے ہیں۔ اِس طرح کے انٹرویو لینے والے کو نہایت ذہین، سنجیدہ اور صبر و ضبط سے کام لینے والا ہونا چاہیئے اس لئے کہ کبھی کبھی انٹرویو دینے والا بھنجھلا جاتا ہے یا جوابات، سوالات کے مطابق نہیں دیتا۔ یہ انٹرویو لینے کا اپنا سلیقہ ہوتا ہے کہ وہ بات اِس انداز سے دریافت کرے کہ انٹرویو دینے والا اس کی خواہش کے مطابق جواب دے دے۔

انٹرویو لینے والے کو اس بات کا خیال بھی رکھنا چاہیئے کہ وہ کس شخص سے انٹرویو لینے جا رہا ہے۔ اُس کا مزاج کیسا ہے۔ اس کی دلچسپیاں کیا ہیں، اس کی تعلیم کیا ہے، اس کی مصروفیات کیا ہیں۔ اِسی لحاظ سے اس سے سوالات کرنے چاہیئے لیکن اس طرح کے انٹرویو میں ایک خرابی یہ ہوتی ہے کہ کبھی کبھی انٹرویو چھپنے کے بعد انٹرویو دینے والا انٹرویو کے بعض حصے سے اختلاف کرتا ہے اور صاف صاف کہہ دیتا ہے کہ اس نے ایسا نہیں کہا۔ ایسی صورت سے بچنے کے لئے انٹرویو لینے والے کو چاہیئے کہ وہ انٹرویو دینے والے کو "انٹرویو" دکھ

www.taemeernews.com

ے اور اس پر دستخط لے لے تاکہ بعد میں انکار کی گنجایش باقی نہ رہے۔ لیکن دکھانے
ر دستخط لینے والی بات ہمیشہ ممکن نہیں ہوتی۔ خاص طور سے سیاستدانوں سے
نٹرویو لینے میں اس طرح کی مشکلات اکثر پیدا ہو جاتی ہیں لیکن ادیبوں سے انٹرویو
ینے میں یہ ممکن ہے کہ اسے دکھلا دیا جائے اور دستخط لے لیا جائے۔

خالد عابدی نے بھوپال سے باہر کے ادیبوں سے جتنے انٹرویو لئے
تحریری صورت میں لئے ہیں اِس لئے یہ تمام انٹرویو اِس لحاظ سے نہایت اہم
ں کہ خود انٹرویو دینے والے کی تحریر میں محفوظ ہو گئے ہیں اِس لئے نہ تو غلط فہمی پیدا
و سکتی ہے۔ نہ ہی انکار کی گنجایش باقی رہتی ہے بلکہ یہ سارے انٹرویو سند کی صورت
ختیار کر گئے ہیں۔ اُن کی خوبی یہ بھی ہے کہ ساری باتیں سوچ سمجھ کر نہایت اطمینان
کے ساتھ لکھی گئی ہیں اس لئے اِس طرح کے انٹرویو دینے والوں کو کسی قسم کی
شکایت یا بے اطمینانی کے اظہار کا حق نہیں رہتا۔

میں نے مختلف ادیبوں سے لیے گئے ان " انٹرویو " کا مطالعہ کیا
ہے۔ مجھے ان کے مطالعہ میں کافی لطف آیا اور میری معلومات میں اضافہ ہوا ــــ
خالد عابدی نے اُن میں بعض سوالات اِس طرح کے کئے ہیں جن کی وجہ سے ہر
نٹرویو کے بعض حصے خود نوشت کی صورت اختیار کر گئے ہیں اور ادیبوں سے متعلق
بعض ایسی سچائیاں تحریر میں آگئی ہیں جن کا آنا کسی دوسری صورت میں ممکن نہ تھا۔
ن میں بعض سوالات ایک جیسے سب سے کئے گئے ہیں لیکن ان کے جوابات
ن مصنفین پر کام کرنے والوں کے لئے اہم ہیں۔ اسی طرح سے بعض سوالات مصنفین
سے ان کی دلچسپیوں یا پسندیدہ موضوعات سے متعلق کئے گئے ہیں جن کے جوابات
کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ خاص طور سے ترقی پسند ادب، خطوط نگاری
نٹرویو، مشاعرے کی اہمیت، فلم اور اردو، شاعری میں نئے تجربات، آغا حشر
کے ڈرامے، ڈراما نگاری، طنز و مزاح، پریم چند اور فلم، وغیرہ سے متعلق جوابات

www.taemeernews.com

نہایت اہم ہیں۔ ان کے علاوہ مصنفین سے ان کے تلامذہ کے بارے میں، ان کے اساتذہ سے متعلق، ان کے تخلص کے تعلق سے سوالات اور جوابات دلچسپ اور معلومات افزا ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ خالد عابدی کے اس کام سے نہ صرف اردو کے ادبی سرمایہ میں اضافہ ہوگا بلکہ تحقیقی کام کرنے والوں کی رہنمائی ہوگی اور ادب ذوق رکھنے والوں کو تسکین بھی حاصل ہوگی اور ان میں لکھنے پڑھنے کا جذبہ بیدار ہوگا۔

خالد عابدی چونکہ نہایت محنتی ہیں۔ ان میں کام کرنے کا سلیقہ ہے اور ادب سے دلچسپی رکھتے ہیں اِس لئے یقین ہے کہ وہ اس طرح کے کام کا سلسلہ نہ صرف جاری رکھیں گے بلکہ اپنی نئی نئی مطبوعات سے اردو والوں کو اپنی طرف متوجہ کرتے رہیں گے اور اپنی قدر و قیمت میں اضافہ کرتے رہیں گے ـــــ انہیں صفات کی وجہ سے خالد عابدی مجھے بہت عزیز ہیں ـــ ان کی کامیاب زندگی کے لئے میرے دل سے ہمیشہ دعائیں نکلتی ہیں۔

عبد القوی دسنوی

۸ / جون ۱۹۹۱ء

www.taemeernews.com

تاثرات

خالد عابدی بہت ہی ذہین اور طبّاع شخص ہیں اور اُن کا جدّت پسند ذہن اظہار کے نئے نئے زاویے تلاش کرتا رہتا ہے۔ "ادبی انٹرویوز" میں اُنہوں نے ایک نیا طرز ایجاد کیا ہے جس کا مقصد اہم ادبی شخصیات کی تفہیم ہے۔ اُن کے سوالنامے اِس قدر جامع ہوتے ہیں کہ ادیب یا شاعر اپنی شخصیت کا کوئی پہلو چھپانا بھی چاہیں تو وہ کسی نہ کسی گوشے سے آشکارا ہو ہی جاتا ہے۔ سوالناموں کی وہ برجستگی ہے کہ اگر یہ خود نہ بتلاتے کہ یہ "تحریری انٹرویو" ہیں تو یہی گمان گزرتا کہ یہ انٹرویو بالمشافہ گفتگو کے ٹکڑے ہیں جنہیں پہلے ٹیپ ریکارڈ کر لیا گیا اور پھر بالبطر تحریر میں لے آیا گیا۔

ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ کتاب کسی ایک نقطۂ نظر، ایک ادبی تحریک یا کسی ایک صنفِ ادب تک محدود نہیں ہے بلکہ اِس کی اصل خوبی اُس کا تنوع ہے۔ شاعری، افسانہ، تنقید، فلم ہر میدان کے قابلِ ذکر اشخاص سے گفتگو اِس کتاب میں موجود ہے جو اِس بات کی بھی دلیل ہے کہ انٹرویوز ترتیب دینے والے خالد عابدی زندگی اور علم و فن کے مختلف شعبوں پر نظر رکھتے ہیں۔ اور فنکاروں سے مراسلاتی انداز سے ہمکلام ہونے کی صلاحیت کے مالک ہیں۔ شخصیات کی تفہیم کا یہ طریقہ کار اس پہلو سے بہت اہم ہے کہ فن کار کو اپنے بارے میں سوچ سمجھ کر اظہارِ خیال کرنے کا موقع حاصل ہوتا ہے۔

رفعت سروش
یکم نومبر ۹۳ء بھوپال

www.taemeernews.com

رائے

خالد عابدی بھوپال کے اُن فنکاروں میں ہے جس کی صلاحیت تخلیقی، تنقیدی اور تحقیقی تینوں قسم کی ہے اور جنہوں نے تخلیق، تنقید اور تحقیق تینوں میدانوں میں اپنی صلاحیت کو منوایا ہے۔ اس کا بیّن ثبوت خالد کی کتب ہیں اُن تصنیفات کا نفسِ مضمون ایک طرف تو ادبی، فلمی تنقید، ترتیب و تدوین اور تحقیق کا فن ہے تو دوسری طرف ریڈیو اور اسٹیج ڈرامے طنزیہ و مزاحیہ مضامین پر مشتمل کتابیں ہیں۔ خالد عابدی خُدا کا شکر ہے کہ شاعری کی سمت رُخ نہیں کیا اگر ایسا ہوتا تو بھوپال کو ایک اچھا، پڑھا لکھا، صاف سُتھرا سوچنے والا شاعر تو مل جاتا لیکن اور یجنل استعداد کا نثار بھوپال سے چھن جاتا۔

خالد کی شخصیت کا ایک پہلو ہے۔ تلاش اور تلاش سے آگہی حاصل کرنا۔ تلاش کے ذیل میں خالد نے ایک سائنس داں کی طرح خود کو وقف کر دیا ہے اور اس تلاش سے ملنے والی آگہی کے ذیل میں خالد کو تنگیٔ دامن کی شکایت کبھی نہیں ہوگی خالد کو جو معلوم نہیں تھا اس کو اُنہوں نے اکتساب سے حاصل کیا ہے اور جو معلوم اُس کی صداقت پر آنکھ بند کر کے یقین نہیں کیا ہے بلکہ اس کی صداقت کو لیبورٹیٹسٹ دے کر پرکھا ہے۔ جو کچھ اکتساب سے حاصل کیا ہے اس کا بھی اعتراف کیا ہے اور جو کچھ پرکھ کر سچ جانا ہے اُس کا بھی اعتراف کیا ہے۔ ایک ایسا ادیب جس "تخلیق" فطری ودیعت ہوتی ہے اپنے اعمال افعال اقوال اور تحریر میں اتنا سچّا ہوتا ہے۔ مجھے اُمید ہے کہ خالد عابدی کی یہ کتاب جہاں کچھ لوگوں کی شخصیات سے نقاب کشائی کرے گی، کچھ ادبی مسائل کا حل پیش کرے گی وہیں خالد کے شخصیت کا وہ پہلو بھی اُبھارے گی جس کی نشاندہی اُوپر کر دی گئی ہے۔

(اسسٹینٹ پروفیسر) نجیب رامش

۳۰ر اکتوبر ۱۹۹۳ء

www.taemeernews.com

اخترالایمان سے ایک انٹرویو

خالد :۔ اختر صاحب آپ کا سلسلۂ نسب کیا ہے ؟

اخترالایمان :۔ میرا کوئی سلسلۂ نسب نہیں ہے ۔ میرے بزرگ اپنے کو راجپوت کہتے تھے ۔ والد مولوی تھے ۔ میرے دادا تجارت پیشہ تھے گڑھوال میں ان کی کپڑے کی دوکان تھی ۔ میرے بہت سے عزیز محنت مزدوری بھی کرتے ہیں ۔

خالد :۔ آپ کہاں اور کب پیدا ہوئے ؟

اخترالایمان :۔ جمعہ ۴ ، محرم ۱۳۳۴ھ (۱۲ ، نومبر ۱۹۱۵ء) قلعہ نجیب آباد (یو۔پی) سے ملا ہوا ایک گاؤں میں ۔

خالد :۔ کیا آپ کا اصلی اور قلمی نام اخترالایمان ہی ہے ؟

اخترالایمان :۔ اخترالایمان ہی میرا اصل نام ہے ۔ تاریخی نام ۱۳۳۴ھ نام کے اعداد جمع کرنے سے نکل آئیگا ۔

خالد :۔ آپ کی ایک نظم " میرا نام " بھی تو آپ کے نام کے تعلق سے ہے اس کی وجۂ تخلیق کیا ہے ؟

اخترالایمان :۔ " میرا نام " مولانا ابوالکلام آزاد سے متعلق ہے ۔ تفصیل اس واقعہ کی مجھے بھی نہیں معلوم ۔ آل احمد سرور صاحب نے جتنی بتائی وہ یہ ہے کہ مولانا کی نگرانی میں جدید شاعری کی ایک Anthology چھپ

www.taemeernews.com

رہی تھی۔ بورڈ میں سرور صاحب، قادری زور اور احتشام حسین وغ
تھے۔ جب میرا نام اس جلد میں شمولیت کے لئے تجویز کیا گیا تو مولا
نے کہا جس شاعر کا نام غلط ہے وہ اچھا شاعر کیسے ہو سکتا ہے
شاید آپ کے ذہن میں یہ بات ہو کہ مولانا عربی کے عالم تھے اختر الایما
گی جگہ نجم الایمان ہونا چاہیئے تھا اس لئے کہ "ال" عربی اور فار
ناموں کو جوڑنے کے لئے استعمال نہیں ہوتا۔ سب نے بہت سمجھا
کہ صاحب یہ تو نام ہے، جو اختر الایمان غریب نے خود نہیں رکھا
یہ قلمی نہیں اس کا اصل نام ہے۔ مگر مولانا اڑ گئے اور نتیجہ یہ ہو
کہ وہ اینتھولوجی نہیں چھپی۔ میں نے یہ نظم کہی اور مولانا کو بھجوانے ہی
والا تھا کہ ان کا انتقال ہو گیا۔ میں نے بھی یہ نظم انکے نام معنون نہیں کی

خالد :۔ آپ کا ۱۹۳۲-۳۳ء کا زمانہ دلّی کے ایک یتیم خانہ میں گزرا ایسا کیوں
ہوا تھا ؟

اختر الایمان :۔ ۳۰ء سے ۳۴ء تک میرے چچا نے مجھے وہاں داخل کر دیا تھا
اس لئے کہ میں بے انتہا خود سر اور آزاد منش تھا۔

خالد :۔ آپ کی ادبی زندگی کا آغاز کب اور کس طرح ہوا ؟

اختر الایمان :۔ میری ادبی زندگی کا آغاز ۳۴-۳۵ء میں ہوا تھا۔ ابتدا غزل سے
ہوئی تھی۔ اب اس کا کوئی نمونہ میرے پاس نہیں ہے۔ پہلی کتاب
"گرداب" تھی یہ نظموں کا مجموعہ ہے۔ پہلی تخلیقات تو غزلیں تھیں
چھپی نظم تھی "گورِ غریباں" فتح مسلم ہائی اسکول کے میگزین میں
جس کا میں ایڈیٹر بھی تھا۔

خالد :۔ جب آپ کی پہلی تخلیق شائع ہو کر منظرِ عام پر آئی تو اس وقت آپ
کے احباب شناسا، اقارب مدیران اور خود آپ کے کیا تاثرات تھے

www.taemeernews.com

[اخت]ر الایمان :۔ اسکول کے احباب کی رائے کیا، مگر سب نے تعریف کی تھی یہ ۳۶ء کا زمانہ تھا۔

[خ]الد :۔ طالب علمی کے زمانے میں آپ کی ادارت میں میگزین نکلتا ہی تھا اور کن جراید کے آپ مدیر رہے ؟

[اخت]ر الایمان :۔ اینگلو عربک کالج میگزین کا ایک یا دو سال مدیر رہا۔ ساغر نظامی کے " ایشیا " کی بھی ایک سال ادارت کی ہے۔ بمبئی سے " خیال " نکلا تھا ادارت تو میں نے اور بھی بہت سے پرچوں کی، کی تھی۔

[خ]الد :۔ کیا آپ اپنی کسی ادبی تخلیق کی شانِ نزول کے بارے میں بتانا پسند فرمائیں گے ؟

[اخت]ر الایمان :۔ نظم " ایک لڑکا " میں نے پہلی بار موضوع کے طور پر محسوس نہیں کی تھی تصویر کی شکل میں دیکھی تھی۔ ہم ایک گاؤں سے منتقل ہوکر دوسرے گاؤں جارہے تھے اس وقت میری عمر تین یا چار سال کی ہو گی۔ ہمارا سامان ایک بیل گاڑی پہ لادا جارہا تھا اور میں اس گاڑی کے پاس کھڑا اس منظر کو دیکھ رہا تھا۔ میرے چہرے پر کرب اور بے بسی تھی۔ اس لئے کہ میں گاؤں کو چھوڑنا نہیں چاہتا تھا۔ کیوں ؟ یہ بات میں اس وقت نہیں سمجھتا تھا، اب سمجھتا ہوں۔ وہاں بڑے بڑے باغ تھے۔ باغوں میں کھلیان پڑتے تھے، کوئلیں کوکتی تھیں پپیہے بولتے تھے، وہاں جوہڑ تھے جوہڑوں میں نیلوفر اور کنول کھلتے تھے وہاں کھیتوں میں ہرنوں کی ڈاریں کلیلیں کرتی نظر آتی تھیں، وہاں وہ سب تھا جو مجھے ذہنی طور پر پسند تھا۔ مگر وہ معصوم لڑکا اس گاڑی کو نہیں روک سکا۔ میں اس گاڑی میں بیٹھ کر آگے چلا گیا مگر وہ لڑکا وہیں کھڑا رہ گیا۔ پھر اس کے بعد اس لڑکے کو میں نے اکثر اپنے گرد و پیش

www.taemeernews.com

میں پایا۔ یہ لڑکا جس کے اختیار میں کچھ بھی نہیں تھا مگر جو آزاد تھا یا آزاد رہنا چاہتا تھا جس کی فطرت اور نیچر ایک دوسرے سے قریب تھیں جو معصومیت سچائی اور ستھرے پن کا علامیہ تھا۔ جو ملوث نہیں تھا کسی کدورت سے بھی۔

وقت کے ساتھ ساتھ اس لڑکے کی تصویر میرے ذہن سے محو ہو گئی۔ میں دنیا کی کشمکش میں کھو گیا ہو اور شاعر ہو گیا۔ پھر ایک بار میرے ذہن میں خیال آیا کہ ایک نظم کہوں جس میں اپنے نام کا استعمال کروں۔ بظاہر یہ لڑکا اور اپنے نام کے استعمال والا احساس دونوں ایک دوسرے سے الگ ہیں مگر دراصل ایک ہیں وہ لڑکا جس کی تصویر میرے ذہن میں تھی اس کا نام اختر الایمان ہے۔ احساس کی اس دوسری منزل کے بعد مجھے اس لڑکے کا جگہ جگہ کا سفر یاد آیا یہ لڑکا خانہ بدوش تھا، کوئی اس کا مستقل گھر نہیں تھا، اس کے پاس مناسب اسباب معیشت نہیں تھے اس کا کوئی مستقبل نہیں تھا مجھے اس لڑکے سے ہمدردی ہو گئی۔ یہ ہمدردی دراصل مجھے اپنے آپ سے تھی مگر چونکہ میں نے اپنے کو اس لڑکے سے الگ کر لیا تھا اس لئے میری شخصیت دب گئی اس لڑکے کی شخصیت ابھر آئی۔

تخلیقی عمل کی چوتھی منزل یہ تھی میں نے غیر شعوری طور پر اس لڑکے کو اپنا ہیرو بنا لیا۔ مجھے اس لڑکے کے دکھوں اور پریشانیوں سے محبت ہو گئی مجھے یہ بھی معلوم تھا یہ میرا موضوع ہے میں نے اس لڑکے کی شخصیت کو روشن کرنا چاہا اور "ایک لڑکا" ضمیر انسانیت کا علامیہ بن گیا۔

www.taemeernews.com

یہ سب خیالات اور احساسات ایک ہی ساتھ ذہن میں نہیں آئے۔ ایک ایک کر کے آئے اور پھر میں انہیں بھول گیا۔ ایک سال گذر گیا، دو سال، تین سال، چار سال قوسِ قزح کے سب رنگ غائب ہو گئے پھر ایک دن، رات کے ایک بجے کے قریب میری آنکھ کھل گئی۔ ذہن میں ایک مصرع گونج رہا تھا ع

"یہ لڑکا پوچھتا ہے اخترالایمان تم ہی ہو"

مجھے معلوم تھا یہ لڑکا کون ہے مگر یہ مجھ سے اس قسم کی باز پرس کیوں کر رہا تھا مجھ سے میرے اعمال کا حساب کیوں مانگ رہا ہے؟ اب ذہن کا شعوری فعل شروع ہوا۔

معاشرے کی اخلاقی قدروں میں تضاد، معیشت کے لئے جدوجہد اور قدم قدم پر رشتوں کے ساتھ تعاون، مذہب کی اندرونی اور بیرونی شکل ــ ذہن اعمال کا حساب دینے لگا اور محتسب یہ لڑکا تھا جسے میں برسوں سے جانتا تھا۔ اخترالایمان کی شخصیت دو حصّوں میں تقسیم ہو گئی ایک یہ لڑکا جو معصوم تھا اور دوسرا وہ جس نے دنیا کے ساتھ سمجھوتہ کر لیا تھا۔ میں نے نظم کا پہلا بند لکھا اور سو گیا۔

خالد :۔ آپ نے افسانے بھی تو لکھے ہیں؟

اخترالایمان:۔ افسانے اس زمانے کے نمایاں رسائل، ساقی، ہمایوں وغیرہ میں چھپتے تھے پہلا افسانہ "جھلّی والا" تھا۔

خالد :۔ اختر صاحب آپ نے کیا ڈرامے بھی لکھے ہیں؟

اخترالایمان:۔ ڈرامے تو نہیں، ڈرامہ لکھا ہے منظوم، "سب رنگ" اس کا نام تھا۔ ۴۷ء میں چھپا تھا۔ عام طور پر لوگوں کی نظر سے نہیں گذرا جس ادارے نے چھاپا تھا وہ بند ہو گیا۔ اب میں اُسے دوبارہ "جنگل"

www.taemeernews.com

کے نام سے اپنی نئی کتاب " نیا آہنگ " میں شامل کر رہا ہوں۔ اس کے سب کردار جانور ہیں یہ ڈرامہ میں نے ۱۹۴۴ء میں لکھا تھا۔ ریڈیو کے لیے کچھ ڈرامے بھی لکھے تھے جن کی تفصیل یاد نہیں۔ ایک ڈرامہ البتہ یاد ہے گالزوردی کے " سیب کا درخت " سے ماخوذ تھا۔ کشمیر ریڈیو سے نشر ہوا تھا۔

خالد :۔ خود آپ کی شاعری کے انفرادی عناصر کیا ہیں ؟

اخترالایمان :۔ میں پہلا شاعر ہوں جس کی نظمیں، نظم کی تعریف پر پوری اترتی ہیں بلکہ نظم کا صحیح تصور پیدا ہی میں نے کیا ہے ورنہ تو نظم نام زور بیان دکھلانے کا جوش اور دوسرے خاص طور پر پہلے شعراء کی نظم میں چاہے جہاں سے جو نکال دو نظم میں فرق ہی نہیں پڑتا تھا۔ میں پہلا شاعر ہوں جس نے اردو شاعری میں لوٹے ہوئے آدمی کا تصور دیا ہے۔

اس کی ابتدائی مثالیں " خاک و خون " اور " تاریک سیارہ " اور بعد کی " ایک لڑکا " اور دوسری بہت سی نظمیں اردو شاعری کو خود کلامی کا رنگ دیگر جاگیرداری اور بورژوائی ٹانڈے اتار کر عام سطح پر لایا ہوں " ہما شما " کو شاعری کا کردار بنایا ہے۔ اس کے علاوہ اور بہت کچھ ہے۔

خالد :۔ لکھتے وقت آپ کو بالعموم کس طرح کا ماحول درکار ہوتا ہے ؟

اخترالایمان :۔ میرا ماحول میرے ذہن میں ہوتا ہے ذہن سے باہر نہیں۔

خالد :۔ ترقی پسند ادبی تحریک کی جامع اور مستند تعریف کیا ہو سکتی ہے ؟

اخترالایمان :۔ وہ ادب جو صرف مارکسی خیالات کی ترویج کرے اور اس ہی کے تحت تخلیق کیا جائے۔

www.taemeernews.com

خالد :۔ کس مقصد کے تحت ترقی پسند ادبی تحریک معرض وجود میں آئی ؟

اخترالایمان :۔ مارکسی نقطۂ خیال کو ترویج دینے کے لئے۔

خالد :۔ کیا وجہ ہے کہ ترقی پسند ادبی تحریک علمی طور پر کامیاب نہیں ہوسکی ؟

اخترالایمان :۔ اس لئے کہ جو لوگ اس سے متعلق تھے وہ دیانت دار نہیں تھے۔

خالد :۔ کیا وجہ تھی کہ آپ ترقی پسند گروپ سے علیحدہ ہوکر "حلقہ ارباب ذوق" میں شامل ہوگئے ؟

اخترالایمان :۔ ترقی پسندی اپنا مفہوم بدلتی رہی ہے۔ جب میں نے لکھنا شروع کیا تھا ن،م، راشد، میراجی، مجھے ترقی پسند کہتے تھے۔ بلکہ میں برائے نام ہی شامل تھا۔ ترقی پسند کا مطلب وہ لوگ جنسی موضوعات پر کھل کر لکھیں اس کے بعد یہ تعریف الٹ گئی۔ یہ نام مارکسی ادیبوں نے لے لیا ہے۔ میرا تعلق مارکسی ادب اور حلقۂ ارباب ذوق دونوں سے برابر کا رہا ہے۔ ویسے حلقۂ ارباب ذوق کی بنیاد پڑی تھی ترقی پسندوں میں وہ تحریک موجود نہیں تھی جس کا ذکر آپ کر رہے ہیں۔

خالد :۔ حلقہ ارباب ذوق کا کیا نظریہ اور پیغام تھا ؟

اخترالایمان :۔ حلقہ ارباب ذوق کا کوئی نظریہ نہیں تھا، اور اگر تھا تو صرف یہ کہ ادب پارہ سیاسی ہو نفسیاتی ہو اس کا کوئی بھی موضوع ہو مگر ادب کی تعریف پر پورا اترتا ہو

خالد :۔ ابھی تک آپ کی کتنی مطبوعات منظرِ عام پر آچکی ہیں اور وہ کتب کہاں سے انعام یافتہ ہیں ؟

اخترالایمان :۔ (۱) "گرداب" ۱۹۴۳ء میں دلّی میں چھپی تھی ساقی بکڈپو نے شائع کی تھی

(۲) "سب رنگ" ۱۹۴۸ء میں کتب پبلشر نے بمبئی سے چھاپی تھی

(۳) "آب جو" ۱۹۵۷ء میں چھپی وہ بھی لاہور سے چھپی تھی

www.taemeernews.com

(۴) "تاریک سیارہ" ۱۹۴۶ء میں نیا ادارہ والوں نے لاہور سے چھاپی تھی

(۵) "یادیں" ۱۹۶۱ء میں رخشندہ کتاب گھر بمبئی نے چھاپی تھی

(۶) "بنت لمحات" ۱۹۶۹ء میں وہ بھی بمبئی سے رخشندہ کتاب گھر نے چھاپی تھی

(۷) "نیا آہنگ" ۱۹۷۷ء میں بمبئی سے چھپی تھی رخشندہ کتاب گھر نے چھاپی تھی

(۸) "سروساماں" ۱۹۸۳ء رخشندہ کتاب گھر نے چھاپی تھی۔

کلیات ہے۔ "یادیں" کو ساہتیہ اکادمی کا انعام، "بنت لمحات" کو یوپی اردو اکادمی کا انعام اور "نیا آہنگ کو تیرا کادمی اور مہاراشٹر اکادمی کا انعام مل چکا ہے۔

خالد :۔ اَب ذرا کچھ آپ کی فلمی مصروفیات کے بارے میں، آپ فلموں میں کس طرح آئے اور آپ کی پہلی فلم ؟

اخترالایمان :۔ ۱۹۴۴ء میں حیدرآباد ایک اردو کانفرنس ہوئی تھی میں اس میں شرکت کی غرض سے گیا۔ حیدرآباد سے بمبئی اور پونا اس لئے گیا تھا کہ وہاں مدھوسودن، جوش اور کرشن چندر تھے ان سے میری پرانی ملاقات تھی۔ شالیمار پکچرز پونا میں میرے ایک اور کرم فرما تھے ان کا نام ملک حبیب احمد تھا وہ میرے ایک عزیز دوست ملک نسیم الظفر کے والد تھے اور شالیمار پکچرز میں منیجر تھے میں جب پونا گیا تھا ٹھہرا بھی ان کے پاس تھا میں پونا فلمی دنیا میں شامل ہونے کی غرض سے گیا بھی نہیں تھا۔ پونا میں ملک حبیب احمد نے میری ملاقات ڈبلیو۔ زیڈ احمد صاحب سے کرائی۔ احمد صاحب نے میری پہلی کتاب "گرداب"

www.taemeernews.com

پڑھی تھی۔ میرے نام سے بھی واقف تھے ایسے ہی رواداری میں بات ہوئی اور احمد صاحب نے روک لیا۔ شالیمار میں میری فلم "غلامی" (۱۹۴۲ء) تھی۔ اس فلم میں میرے ساتھ کرشن چندر نے بھی کام کیا تھا۔ میں نے اس فلم میں مکالمہ نگار کی حیثیت سے بھی کام کیا تھا منظرنگار کی حیثیت سے بھی اور ایک چھوٹا سا کردار بھی ادا کیا تھا۔

خالد :۔ ابھی تک آپ نے کتنی فلموں کے مکالمے لکھے ہیں ؟

اخترالایمان :۔ مکالمے تو بہت فلموں کے لکھے، چالیس برس یہی کام کیا ہے۔ کچھ معروف فلموں کے نام یہ ہیں "قانون" "گمراہ" "وقت" "ہمراز" "دھند" "آدمی" "مجرم" "میراسایہ" "روٹی" "نغمہ" "دھرم پتر" اور "پھول اور پتھر" اور بہت سی فلمیں ہیں جن کے نام اس وقت ذہن میں نہیں ہیں۔

خالد :۔ اور ابھی تک آپ نے کن کن فلموں کی کہانیاں لکھی ہیں ؟

اخترالایمان :۔ فلموں میں اکثر منظرنامے اور مکالمے لکھتا ہوں۔ کہانیوں کی تعداد کم ہے۔ ان میں "نغمہ" "بکھرے موتی" "رفتار" اور "پھول اور پتھر" شامل ہیں۔

خالد :۔ ابھی تک آپ کی لکھی ہوئی کن فلموں کو انعامات مل چکے ہیں ؟

اخترالایمان :۔ "دھرم پتر" اور "وقت" دو فلموں پر فلم فیر ایوارڈ ملا ہے۔

خالد :۔ ہندی میں ادب میں فلم سے متعلق Thesis لکھے جا رہے ہیں لیکن کیا وجہ ہے کہ اردو ادب میں اسے معیوب سمجھا جا رہا ہے ؟

اخترالایمان :۔ ممکن ہے اردو کے ادیب فلم کی کہانیوں کو ادب یا اچھے ادب میں شمار نہ کرتے ہوں۔ ہندی والے کرتے ہونگے۔

خالد :۔ اور کیا وجہ ہے کہ اردو ناولوں کی طرف فلم والے توجہ نہیں دیتے ؟

www.taemeernews.com

اختر الایمان :۔ ناول اردو کے ہو یا ہندی کے اکثر اس قابل نہیں ہوتے کہ ان سے کوئی اچھی فلم بن سکے یہ بات انگریزی ناولوں پر صادق آتی ہے۔ انگریزی کے بھی بہت سے ناولوں سے فلمیں نہیں بنتیں۔

خالد :۔ منشی پریم چند کی کہانی فلم غبن پر آپ نے مکالمے لکھتے وقت فلمی نقطۂ نظر سے منشی پریم چند کو بہ حیثیت فلمی کہانی محسوس کیا۔ اگر آج وہ زندہ ہوتے تو کیا آج کے ماحول میں وہ فلموں کے لئے موزوں تھے یا نہیں؟

اختر الایمان :۔ "غبن" جب میرے پاس آئی تھی، تین چوتھائی بن چکی تھی، اس کا ڈائریکٹر مر چکا تھا میں نے صرف اسے مکمل کرنے میں مدد دی تھی۔ رہ گئی یہ بات کہ پریم چند زندہ ہوتے تو فلم کے قابل ہوتے یا نہیں اس کا دار و مدار تو اُن ہی پر تھا اور وہ ہی اسکا صحیح جواب دے سکتے تھے۔ ایک اچھا ادیب اچھا فلم نگار بھی ہو سکتا تھا اور نہیں بھی ہو سکتا، کرشن چندر نہیں ہو سکے۔

خالد :۔ کسی بھی ادبی تخلیق کو فلم میں پیش کرنے پر کیا اس کی ادبی روح رہ سکتی ہے؟

اختر الایمان :۔ ضرور قائم رہ سکتی ہے۔ یہی اچھے منظر نگار کی خوبی ہے۔

خالد :۔ اردو زبان کے بغیر فلم کی مقبولیت و کامیابی مشکوک ہے کیا یہ دعویٰ درست ہے

اختر الایمان :۔ بالکل درست ہے اگر آپ کی مراد بہت گاڑھی اردو سے نہیں۔

خالد :۔ اختر صاحب اب آپ کی مکالمہ نگاری اور منظر نگاری کے بارے میں کچھ سوالات کرنا چاہوں گا۔ سب سے پہلے تو یہ کہ گفتگو اور مکالمہ میں کیا بنیادی فرق ہے؟

www.taemeernews.com

اختر الایمان:۔ گفتگو ضروری نہیں خوش گفتاری کے ذیل میں بھی آئے مگر مکالمہ کے اندر مقصد براری کے علاوہ خوش گفتاری کا پہلو نمایاں ہونا چاہیئے۔

خالد :۔ "مکالمہ" کی جامع اور مستند تعریف کیا ہے ؟

اختر الایمان:۔ وہ بات جو بات موقع محل، موضوع اور مقصد کے اعتبار سے بھرپور ہو۔

خالد :۔ مکالمہ لکھتے وقت بالعموم کن فنی ضروریات کا لحاظ رکھنا پڑتا ہے ؟

اختر الایمان:۔ مکالمہ لکھتے وقت ان باتوں کو ذہن میں رکھنا چاہیئے کہ اول موقع کے اعتبار سے بھرپور، مختصر، دلچسپ اور واضح ہو۔ دوسرے مکالمہ مکالمہ نگاری کی قابلیت کا اظہار نہ ہو۔ کردار سماج کے جس طبقہ سے آئے ہوں اور جو ان کا ذہنی اور نفسیاتی انداز مقرر کیا گیا ہو اسے کی حد سے باہر نہ جائے۔

اور تیسرے گفتگو کتابی نہ لگے، چوتھے آنکھیں جو نہیں دیکھ سکتیں اس بات کو اجاگر کرے اور کہانی کو برابر کھولتا جائے اور آگے بڑھائے۔

خالد :۔ "مکالمۂ ہم کلامی" لکھنا زیادہ دشوار ہوتا ہے یا "مکالمۂ خودی" ؟

اختر الایمان:۔ وہ ہم کلامی ہو یا خود کلامی جو کام دیانت داری سے کیا جائے گا مشکل ہوگا۔

خالد :۔ مکالموں پر زور دینے سے "ایکشن" کا زور از خود ختم ہو جاتا ہے آپ کا کیا خیال ہے ؟

اختر الایمان:۔ "ایکشن" بالکل الگ چیز ہے اگر آپ کی مراد ہاتھوں اور سر کی حرکات سے ہے تو وہ ایک فطری فعل ہے جو گفتگو کرنے میں آپ سے آپ سرزد ہوتا ہے مکالمے سے اسکا کوئی تعلق نہیں۔

خالد :۔ کیا آپ مکالمے لکھتے وقت فلم ایکٹر کی شخصیت اور اس کی نفسیات وغیرہ پر غائر نظر رکھتے ہیں ؟

www.taemeernews.com

اختر الایمان :۔ مکالمے ، ۔ آرٹسٹوں کو سامنے رکھکر نہیں لکھے جاتے ۔ کہانی کے ان کرداروں کو سامنے رکھ کر لکھے جاتے ہیں جنہیں کہانی نگار یا منظر نگار نے تخلیق کیا ہے ۔

خالد :۔ کیا مکالمہ ، منظر نامے سے الگ ایک آزاد فن ہے ؟ یا منظر نامہ کا ایک حصہ اور متبادل

اختر الایمان :۔ منظر نامہ فلمی کہانی کی دوسری منزل ہے اور مکالمہ تیسری ، دونوں اپنی اپنی جگہ پر آزاد ہیں ۔

خالد :۔ کیا مکالمہ منظر نامہ سے نکالا جاتا ہے ؟

اختر الایمان :۔ منظر نامہ مکالمہ کی نوعیت فراہم کرتا ہے مکالمہ کا ۔ مواد نہیں ، باقی کام مکالمہ نگار کرتا ہے ۔

خالد :۔ کیا یہ ضروری ہے کہ جو مکالمہ لکھے وہ منظر نامہ بھی لکھے ؟

اختر الایمان :۔ مکالمہ نگار اور منظر نگار دونوں الگ الگ شخص بھی ہو سکتے ہیں اور ایک بھی دونوں الگ الگ فن ہیں ۔

خالد :۔ کہانی و منظر نامہ میں مکالمے کا کیا رول ہوتا ہے ؟

اختر الایمان :۔ کہانی نگار کہانی لکھتا ہے ، منظر نگار منظر نامہ ۔ مکالمہ نگار ان تمام کرداروں کو جو کہانی اور منظر نامہ میں زندہ کرتا ہے انہیں زبان دیتا ہے ۔ ذہن پر زور دیتا ہے اور کردار پر بھی ۔

خالد :۔ فرض کیجئے کہ ایک فلم بنگالی یا ملیالم زبان میں مقبول ہوتی ہے ، وہی فلم جب ہندی یا اردو میں بنائی جاتی ہے تو اس وقت اسکے مکالموں کا ترجمہ کیا جائے گا یا از سر نو لکھے جائیں گے ؟

اختر الایمان :۔ کوئی قاعدہ کلیہ نہیں ، مگر عام طور پر لفظی ترجمہ کرنے سے بات نہیں بنتی ۔ ہر زبان کا مزاج اور محاورہ الگ الگ ہے ۔

www.taemeernews.com

خالد:۔ Additional Dialogue Writer کی کیوں ضرورت پیش آتی ہے؟

اختر الایمان:۔ جب اسکرین پر لفظ Additional Dialogue Writer لکھا ہوتا ہے اس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ اصل مکالمہ نگار، مکالمے لکھ چکا تھا اتفاق سے بعد میں یا تو کچھ سین پھر سے لکھنے پڑے یا کچھ سینوں کا اضافہ کرنا پڑا اور اس وقت اصل مکالمہ نگار دستیاب نہیں تھا کسی اور سے لکھوانے پڑے۔

خالد:۔ کیا یہ ذمہ داری مکالمہ نویس کی ہے کہ وہ اداکار کا لہجہ تلفظ اور ادائیگی کو سنوارے سنبھالے۔

اختر الایمان:۔ نہیں، یہ مکالمہ نگار کے معاہدے کی شرط نہیں۔

خالد:۔ بہ حیثیت مکالمہ نگار آپ کے ذاتی تجربات کیا ہیں؟

اختر الایمان:۔ جو بھی تجربات ہیں خوشگوار ہیں

خالد:۔ اسکرین پلے یا منظرنامہ کی تعریف کیا ہے اور یہ کس طرح تیار کیا جاتا ہے؟

اختر الایمان:۔ اسکرین پلے (منظرنامہ) کہانی کی فلمی شکل کا نام ہے۔ یہ تخلیقی کام ہونے کے ساتھ ساتھ تکنیکی بھی ہے یہ فن اتنا آزاد ہے کہ منظر نگار کبھی کبھی کہانی نگار کا بنیادی خیال اور چند سین رکھتا ہے باقی سب بدل دیتا ہے اس حد تک کہ کہانی نگار اس کی شکل بھی نہیں پہچان پاتا۔

خالد:۔ جیسا کہ آپ نے ایک انٹرویو میں کہا تھا کہ "میرے اندر گیت نگاری کی صلاحیت یا Mental Aptitude نہیں ہے تو آپ کی ادبی تخلیقات تو فلموں میں جگہ مناسب پا سکتی ہے۔

اختر الایمان:۔ اگر ادبی تخلیق کی گنجائش فلم میں ہو تو ضرور جگہ پا سکتی ہے اور وہ بھی صحیح کہا تھا کہ مجھ میں اچھا گیت نگار بننے کی صلاحیت نہیں۔

www.taemeernews.com

ڈاکٹر صفدر آہ سے ایک انٹرویو

محمد خالد عابدی:۔ آپ کب اور کہاں پیدا ہوئے ؟

صفدر آہ :۔ ۲۸ اگست ۱۹۰۵ء کو سیتا پور (یو۔پی) میں میری ولادت ہوئی۔

محمد خالد عابدی:۔ کیا یہ ادبی ذوق ورثے میں ملا ہے ؟

صفدر آہ:۔ جی ہاں ۔ کہا تو یہی جائے گا۔ لیکن اس نام نہاد ادبی ورثے نے مجھے فائدے سے کہیں زیادہ نقصان پہنچایا۔ دقیانوسیت کے جراثیم میری نصف زندگی تک مجھ میں رہے وہ سب میرے پس منظر کی دین تھے۔ میرے ذہن کے دریچے ترقی پسند تحریک نے کھولے۔

محمد خالد عابدی:۔ آپ کی ادبی زندگی کا آغاز کب ہوا اور آپ کا ادبی رہنما کون ہے؟

صفدر آہ:۔ میرا خیال ہے کہ سب سے پہلے میری غزل ۱۹۱۸ء میں شائع ہوئی۔ میں نے تک بندی اس سے پہلے ہی شروع کر دی تھی۔ رواجِ وقت کے مطابق میرے استاد نظم مرحوم تھے۔ لیکن میرے اصل استاد محمد حسین ، رتن ناتھ سرشار ، "امراد جان ادا" ، مرزا رسوا ، میر ، غالب ، انیس ، اور فارغ ہیں۔ میری نثر و نظم انہی حضرات سے متاثر ہے۔

محمد خالد عابدی:۔ آپ کیوں لکھتے ہیں اور کیونکر لکھتے ہیں ؟

صفدر آہ:۔ اس لیے کہ لکھنے سے مجھے صحیح معنوں میں عشق ہے۔ میری نظم اور نثر دونوں میری حیات اور مزاج کا Expression ہیں۔ میں میز

www.taemeernews.com

کرسی کی جگہ آرام کرسی پر یا گاؤ تکیے کے سہارے بیٹھ کر لکھتا ہوں۔

محمد خالد عابدی:۔ لکھتے وقت آپ کو بالعموم کس طرح کا ماحول درکار ہوتا ہے؟

صفدر آہ:۔ خاموشی اور تنہائی۔ شور اور مجمع میں مجھ سے نہیں لکھا جاتا۔

محمد خالد عابدی:۔ آپ نے تخلص "آہ" کس مناسبت سے اختیار کیا؟

صفدر آہ:۔ ایک رباعی سنئے ؎

یہ شغلِ عشق تو دن رات کا تھا ؛ خوگر دلِ غمگیں انہی لذات کا تھا
کیوں آہ کیا اپنا تخلص تجویز ؛ بس یہ بھی تقاضہ مرے حالات کا تھا

محمد خالد عابدی:۔ آپ کی پہلی کہی ہوئی غزل کا اگر کوئی شعر یاد ہو تو؟

صفدر آہ:۔ ۱۹۱۸ء کی غزل کا ایک مطلع لکھ رہا ہوں ؎

سیکھ لے طرزِ فغاں بلبلِ دل ناشاد سے ؛ روئی ہے شبنم بھی مرے نالہ و فریاد سے

میری یاد میں یہ پہلی غزل ہے جو میں نے مشاعرے میں پڑھی تھی۔ تک بندی اس سے پہلے ہی شروع کر چکا تھا۔

محمد خالد عابدی:۔ آپ کے استاد مرحوم (نظمؔ) کا طریقۂ اصلاح کیا تھا؟

صفدر آہ:۔ استاد مرحوم کے مکان میں ایک کنواں تھا۔ جس کا پانی کھاری تھا۔ اُن کے حکم سے روز ایک غزل کہنا تھا جس کی مرحوم خوب تعریف کرتے تھے آنے والوں کو سنوارتے اس کے بعد فرماتے تھے اسے میرے کنویں میں ڈال دو۔ اِس کا پانی میٹھا ہو جائے گا۔ اِس کے علاوہ کسی استاد کا دیوان کھول کر سامنے رکھ دیتے تھے۔ پھر اصل مصرعے پڑھواتے تھے اور مصرعوں کے مقابلے میں اُن کی خوبیاں بیان فرماتے تھے۔ اِس کے علاوہ عام استادوں کی طرح کلام پر اصلاح بھی دیتے تھے۔ یہ بھی فرماتے کہ نامطبوع زمینوں میں کبھی شعر نہ کہو۔

محمد خالد عابدی:۔ آپ کے نزدیک "اصلاح" کا صحیح طریقہ کیا ہے؟

www.taemeernews.com

صفدر آہ:۔ خود شاگرد کے رنگ میں اصلاح دو۔ رنگ کا مطلب بیان اور خیال دونوں ہیں۔

محمد خالد عابدی:۔ آپ کے حلقۂ تلامذہ میں کن شعراء کی شمولیت ہے؟

صفدر آہ:۔ میرے تلامذہ میں کوئی نہیں۔ استفسارات کا جواب اور مشورہ الگ بات ہے

محمد خالد عابدی:۔ آپ نے شاگردوں کی اصلاح میں اپنے استاد نظمؔ مرحوم کا اتباع کیا ہے یا دوسرے طریقے وضع کئے ہیں جس سے یہ معلوم ہو سکے کہ آپ کا طریقۂ اصلاح منفرد ہے؟

صفدر آہ:۔ استادی صلاحیتیں شاعری کی صلاحیتوں سے مختلف ہوتی ہیں۔ میں استادی کی مطلق صلاحیت نہیں۔

محمد خالد عابدی:۔ آپ ذہنی آسودگی کے لئے شعر کہتے ہیں یا بہ طور شوق؟

صفدر آہ:۔ ذہنی آسودگی تکمیلِ شوق ہی کا نام ہے۔ میں تو یہی کہوں گا کہ میں ذہنی آسودگی کے لئے ہی شعر کہتا ہوں۔

محمد خالد عابدی:۔ خود آپ کی نگاہ میں آپ کی شاعری کے انفرادی عناصر و خصوصیات کیا ہیں؟

صفدر آہ:۔ جذباتی اجزاء میرے کلام میں کم ہیں۔ میں اپنی شاعری کی خصوصیت تکلف اور ندرتِ خیال سمجھتا ہوں۔ ان باتوں کے اسباب میرا نقاد ہی لکھے گا۔ طرز ادا کے نئے طریقوں میں بھی ہم عہدوں سے پیچھے نہیں ہوں۔ جذباتی کے معنی ہلکی پھلکی گانے والی چیزیں ہیں۔ اس خصوصیت میں تو میں ابتدا سے اپنے ہم عہدوں سے کم نہیں رہا ہوں۔

محمد خالد عابدی:۔ آپ کی پہلی تخلیق کس صنف میں تھی وہ کب اور کہاں شائع ہوئی؟

صفدر آہ:۔ میری پہلی مطبوعہ تخلیق ایک ناول "انجام محبت" ہے۔ میں نے یہ ناول ۱۹۱۹ء میں لکھی تھی اور صدیق بک ڈپو لکھنؤ نے ۱۹۲۶ء میں شائع کی۔ سال بھر سے زیادہ یہ کتاب ایک بلگرامی کاتب کے پاس رہی

www.taemeernews.com

علیل ہو کر اپنے وطن چلے گئے تھے۔

محمد خالد عابدی:۔ کیا آپ اپنی کسی تخلیق کی "شان نزول" کے بارے میں بتانا پسند فرمائینگے؟

صفدر آہ:۔ مثلاً بمبئی کو عروس البلاد کہا جاتا ہے۔ یہ بمبئی کی سوسائٹی کی بالائی سطح کی بات ہے۔ میں نے بمبئی کے ان فاقہ کش مزدوروں کو بحیثیت شاعر پہلی مرتبہ دیکھا اور اُن کی صحیح تصویر میری نظم "بمبئی" میں نظر آتی ہے۔ اِس نظم کی شانِ نزول بمبئی کے گندے محلّوں میں مشاہدات ہیں۔ اپنی منظومات میں، میں "نو بہ نو" اور اپنی رُباعیوں کو سب سے اہم سمجھتا ہوں۔

محمد خالد عابدی:۔ ترقی پسند ادبی تحریک کی جامع و مستند تعریف کیا ہو سکتی ہو؟

صفدر آہ:۔ وہ شاعر جو بے مقصد اور لایعنی نہ ہو۔ بلکہ انسان اور انسانیت کے لئے ہو۔ فلاح کا یہ تصور انسانی محبت کا نتیجہ ہو۔ جیسے اسلام سے محبت ایک مولوی کو بھی ہے اور اقبالؔ کو بھی۔ مولوی کے وعظ اور اقبالؔ کی شاعری میں کتنا فرق ہے۔

محمد خالد عابدی:۔ ترقی پسند ادبی تحریک کس مقصد کے تحت معرضِ وجود میں آئی؟

صفدر آہ:۔ ترقی پسند تحریک شروع ہونے سے پہلے ادب برائے ادب تھا لیکن ترقی پسند شاعری نے ادب برائے زندگی کا نظریہ دیا۔ رجعت پسند اور مضرِ انسانیت ادب خوان کتنی ہی خوبصورت زبان میں ہو لیکن وہ اعلیٰ شاعری نہیں کہلائے گا۔ علیل ادب قوموں کے ذہن کو علیل کر دیتا ہے۔

محمد خالد عابدی:۔ کیا وجہ ہے کہ ترقی پسند ادبی تحریک علمی طور پر کامیاب نہیں ہو سکی؟

صفدر آہ:۔ علمی طور پر اگر کوئی تحریک سچ مچ کامیاب ہوئی ہے تو وہ صرف ترقی پسند شاعری ہے۔ یہ سچ ہے کہ اِس شاعری کے دور میں عربی اور

www.taemeernews.com

فارسی کا علم کم ہوا ہے۔ لیکن علوم عالم سے تمسک بڑھ گیا۔

محمد خالد عابدی:۔ آپ نے پہلا ڈراما کب لکھا اور کہاں شائع ہوا؟

صفدر آہ:۔ میں اُس وقت ساتویں یا آٹھویں درجے میں تھا جب میں نے ایک ڈراما "مارِ سیاہ" لکھا تھا۔ یہ سارا ڈراما مجھے زبانی یاد تھا اور اسکول سے لیکر کھیل کے میدان تک یہ بار بار مجھ سے سنا گیا۔ اُسی زمانہ میں ایک بمبئی کی ناٹک کمپنی لکھنؤ آئی اور وجاہت مرزا جو میرے ہم جماعت تھے ملکر انگریزی میں ایک خط منیجر کو لکھا جس کی انگریزی یہ تھی ۔

"I have invented a drama MAR-E-SIYAH" ناٹک کمپنی کا منیجر بھی شاید بالکل جاہل تھا۔ اُس نے مجھے طلب کرلیا۔ یہاں اسکول میں میری دھومیں مچ گئیں۔ جب میں منیجر کے سامنے پیش ہوا تو وہ آرام کرسی پر پاؤں پھیلائے لیٹا تھا۔ اُس نے مجھے دیکھ کر پوچھا کہ کیا لکھا ہے تم نے؟ اُس نے مجھے روک دیا اور پوچھا ناٹک میں نوکری کروگے؟ میں نے جب انکار کیا تو اُس نے مجھے بھگا دیا۔

محمد خالد عابدی:۔ ایک کامیاب ڈراما نگار میں کن صلاحیتوں کا ہونا ضروری ہے؟

صفدر آہ:۔ یہ سوال بہت طویل جواب چاہتا ہے۔ ملاحظہ ہو میری کتاب "ہندوستانی ڈراما" مختصر جواب یہ ہے کہ اس کے پاس چشمِ بینا برائے حیات اور قلم مصورِ تاثرات حیات ہونا چاہیئے۔

محمد خالد عابدی:۔ ایک بہترین ڈراما نگار کے حقیقی کمال کیا ہیں؟

صفدر آہ:۔ یہ کہ وہ اپنے ناظرین کے ذوق کی تسکین ایک صحت مند انداز سے کرسکے Action کی نبض پہچانتا ہو۔ کانفلکٹ اور سسپینس کو سمجھتا ہو اور بصر کے راستے ناظرین تک اپنا مافی الضمیر پہنچا سکتا ہو (ریڈیو فیچرس میں بصر کی شرط ختم ہوجاتی ہے)

www.taemeernews.com

خالد عابدی:۔ ڈرامے میں کرداروں کی تخلیق کس طرح ہونا چاہیئے ؟

مندر آہ:۔ ماحول کی مناسبت سے ہر کردار الگ الگ خصوصیات کے ساتھ ابھارا جائے۔ کرداروں کی رنگا رنگی سے ڈرامے میں جان آتی ہے اور ڈرامے کے اندر پھیلا ہوا معاشرہ ابھر کر ہمارے سامنے آتا ہے۔ ڈرامے میں کسی قدیم یا نئے خیالی معاشرے کا ہونا ضروری ہے اور کردار ہی اس معاشر کی تصویر کے خطوط اور الوان ہیں۔

خالد عابدی:۔ ڈراما نگار کس چیز کا مرہونِ منت ہوتا ہے ؟

مندر آہ:۔ تخلیق کے وقت شعور حیات کا اور ڈراما پیش ہوتے وقت اچھے اداکاروں کا جو ڈراما نگار کی تحریر کی روح ناظرین تک پہنچاتے ہیں۔

خالد عابدی:۔ اردو میں ڈرامے بہت ہی کم لکھے جاتے ہیں اس کی کیا وجوہ ہیں ؟

مندر آہ:۔ اردو میں ڈرامے کا وجود قطعاً نہیں۔ پارسی اسٹیج نے اردو میں ڈرامے کے امکانات بڑی حد تک مفلوج کر دیئے ہیں۔

خالد عابدی:۔ آپ اردو ڈرامے میں کن نئی کوششوں اور تجربوں کے خواہشمند ہیں ؟

مندر آہ:۔ میں ہر صحت مند کوشش اور تجربے کا خواہشمند ہوں۔ نئے تجربے ہی آرٹ میں نئے راستے پیدا کرتے ہیں۔ آرٹسٹ خلاق ہے۔ نقال نہیں۔ تخلیق کا نئے تجربوں کے راستے سے گزرنا ضروری ہے۔

خالد عابدی:۔ آہ صاحب ! ایکٹ اور سین میں کیا بنیادی فرق ہوتا ہے۔ اگر آپ اس فرق کو کسی اردو مقبول ڈرامے کی روشنی میں سمجھا سکیں تو مناسب ہوگا ؟

مندر آہ:۔ ایکٹ، ایک باب ہے اور سین اس کی فصلیں ہیں۔ ایک ایکٹ آنے والے ایکٹ کے لیے تشنگی چھوڑ کر ختم ہوتا ہے۔ آخری ایکٹ میں تکمیل کا احساس پیدا کیا جاتا ہے۔ ڈرامے کے موضوع اور ماحول

www.taemeernews.com

کے مطابق اکسپوزیشن کی تکنک الگ ہوتی ہے۔ فصلوں یعنی سینوں کی تدوین اسی اعتبار سے کی جاتی ہے۔ اردو کا ایسا کوئی ڈراما میرے علم میں نہیں جس کی مثال آپ کے سامنے پیش کر سکوں۔

محمد خالد عابدی:۔ کیا آپ اردو کے موجودہ ڈراموں سے مطمئن ہیں؟

صفدر آہ:۔ بالکل نہیں۔ بلکہ میری نظر میں اردو ابھی ڈرامے کی تاریخ پیدائش کا انتظار کر رہی ہے۔

محمد خالد عابدی:۔ آپ کے کن کن ڈراموں کو اسٹیج کیا جا چکا ہے؟

صفدر آہ:۔ میں نے اسکرین ڈرامے بہت لکھے لیکن اسٹیج کے لئے بچوں یا طالب علموں کے چند چھوٹے چھوٹے ڈراموں کے علاوہ کچھ نہیں لکھ سکا۔ یہ محدود حلقوں میں اسٹیج بھی ہوئے لیکن میں ان کو دیکھ نہ سکا۔

محمد خالد عابدی:۔ "اسٹیج ڈرامے کے مقابلے میں آج ریڈیو ڈراما بہت زیادہ کامیاب و مقبول ہے۔" کیا یہ دعویٰ درست ہے؟

صفدر آہ:۔ جی ہاں اردو کے لئے تو درست ہی ہے کیونکہ ابھی تک اردو کے پاس اسٹیج نہیں ہے۔

محمد خالد عابدی:۔ ابھی تک اردو ڈرامے پر جو تحقیقی کام ہوا ہے کیا آپ اس سے مطمئن ہیں

صفدر آہ:۔ استغفراللہ۔ تحقیق کے لفظ کی توہین ہے کہ اسے اردو ڈرامے پر منطبق کیا جائے۔

محمد خالد عابدی:۔ کیا یہ خیال درست ہے کہ اسٹیج ڈرامے کی ترقی یافتہ شکل "فلم" ہے

صفدر آہ:۔ یہ خیال بالکل غلط ہے۔ دیکھئے میری کتاب "ہندوستانی ڈراما" جس میں اسٹیج اور فلم کے ہر شعبے کے فرق کی وضاحت کی گئی ہے۔

محمد خالد عابدی:۔ "فلم سے اسٹیج ڈرامے کی تقریباً موت ہو گئی" آپ کہاں تک صداقت ہے

صفدر آہ:۔ یہ بھی بالکل غلط ہے۔ بنگالی فلم، بنگالی اسٹیج کو نہیں مار سکے۔ مراٹھی فلم

www.taemeernews.com

مراٹھی اسٹیج کو نہیں مار سکے۔ پھر اردو فلم نے اردو اسٹیج کو کیوں کر مار ڈالا؟ (آپ کے سوال کا مطلب غالباً اردو فلم اور اردو اسٹیج ہے)

خالد عابدی:۔ امتیاز علی تاج کا ڈراما "انارکلی" اسٹیج کیوں نہیں کیا جا سکا؟

سفندر آہ:۔ اس لیے کہ وہ اسٹیج سے مطابقت نہیں کرتا۔ میں "انارکلی" کو عمدہ ادبی مکالمہ کہتا ہو لیکن وہ ڈرامہ قطعاً نہیں۔

خالد عابدی:۔ اکثر یہ سوال کیا جاتا ہے کہ ڈراما انارکلی میں سلیم کی ٹریجڈی ہے یا اکبر اعظم کی۔ آپ کا کیا خیال ہے؟

سفندر آہ:۔ انارکلی ایک عوامی کہانی ہے۔ ایسی کہانیوں کے نتائج ڈرامے کے اعتبار سے درست ہوں یہ ضروری نہیں۔

خالد عابدی:۔ کیا اسٹیج ڈرامے کا کامیاب اداکار، فلم اسکرین کا کامیاب اداکار ہو سکتا ہے؟

سفندر آہ:۔ ہاں ہو سکتا ہے۔ لیکن خاص دشواریوں کے بعد۔

خالد عابدی:۔ کیا اسٹیج ڈرامے کے ارتقا میں ٹیلی ویژن معاون ثابت ہو سکتا ہے؟

سفندر آہ:۔ میں ٹیلی ویژن کے متعلق ابھی کوئی رائے نہیں دے سکتا۔

خالد عابدی:۔ انگریزی، بنگالی، مرہٹی، اور ہندی ڈرامے کے سامنے اردو ڈرامے کی کیا اہمیت ہے؟

سفندر آہ:۔ ہندی ایک غیر شائستہ زبان ہے جسے اردو کی پھوہڑ شکل کہنا چاہیئے اس میں نہ ڈراما ہے نہ کبھی ہو سکتا ہے۔ ہاں انگریزی، بنگالی اور مرہٹی ڈرامے سے اردو ڈرامے کا کوئی مقابلہ کرنا ظلم ہے۔

خالد عابدی:۔ آپ کے نزدیک اردو کا پہلا ڈراما کون سا ہے؟

سفندر آہ:۔ اسٹیج ہونے کے اعتبار سے ہریشچندر ہی اردو کا پہلا ڈرامہ ہے جو مفرس اردو میں لکھا گیا تھا۔ لیکن ادب سے اس ڈرامے کا کوئی

www.taemeernews.com

تعلق نہیں۔

محمد خالد عابدی:۔ اردو ڈرامے کا مستقبل ؟

صفدر آہ :۔ اردو جیسی شاندار زبان میں جو بلاشبہ ہندوستان کی بہترین زبان ہے ڈراما بھی پیدا ہوگا اور اس کا مستقبل کسی زبان کے ڈرامے سے زیادہ شاندار ہوگا۔

محمد خالد عابدی:۔ ہندوستان میں " اردو اسٹیج ڈرامے " کا مستقبل کیا ہے ؟

صفدر آہ :۔ ہندوستان سے اردو کا مٹنا مشکل ہے۔ اردو کے ساتھ مستقبل میں اردو ڈراما بھی پیدا ہوگا اور اس کا شاندار مستقبل بھی ہوگا۔

محمد خالد عابدی:۔ اردو میں مکتوباتی ادب کی کیا اہمیت ہے ؟

صفدر آہ :۔ اردو ہندوستان کی حسین ترین زبان ہے اس میں ادب مکتوبات بھی حسین ہے خاص کر جس زبان کے پاس غالب کے خطوط ہوں وہ اس صنف میں کسی زبان کے سامنے نگاہیں نہیں جھکا سکتی۔

محمد خالد عابدی:۔ ابھی تک جو مکتوباتی ادب پیش کیا گیا ہے۔ کیا آپ اس سے مطمئن ہیں

صفدر آہ :۔ اِس موضوع پر میں نے غور نہیں کیا ہے لہٰذا اس کا مختتم جواب نہیں دے سکتا۔

محمد خالد عابدی:۔ مکتوباتی ادب کو مزید بہتر بنانے کے لئے آپ کی کیا صلاح و تجاویز ہیں ؟

صفدر آہ :۔ ارتقاء کی گنجائش ہر صنف میں ہے۔ خطوں کی تدوین کا کام جن لوگوں نے کیا ہے، یا کر رہے ہیں، وہی اس سوال کا مناسب جواب دے سکیں گے۔

محمد خالد عابدی:۔ کسی بھی ادب میں انٹرویو کی کیا اہمیت ہے ؟

صفدر آہ :۔ جس شخص کا انٹرویو لیا جا رہا ہے اس کے خیالات، تجربات اور

www.taemeernews.com

احساسات کے انوکھے اور دلچسپ گوشے سامنے آتے ہیں۔ اس سے قاری کو بڑی دلچسپ معلومات حاصل ہوتی ہے۔ مسلسل وزنی مضامین بارِ ذہن ہو جاتے ہیں لیکن انٹرویو ذہن پر بوجھ ڈالے بغیر قاری کو بہت کچھ دے دیتا ہے۔

محمد خالد عابدی:۔ انٹرویو کے سلسلے کو مزید بہتر بنانے کے لئے آپ کا کیا مشورہ اور تجاویز ہیں؟

صفدر آہ:۔ انٹرویو، وکیل کی جرح نہ ہو۔ انٹرویو لینے والے کو یہ سمجھ کر انٹرویو لینا چاہیئے کہ وہ کس سے انٹرویو لے رہا ہے۔ اندرا گاندھی، دارا سنگھ پہلوان یا دلیپ کمار کے انٹرویو بالکل الگ انداز کے ہوں گے۔ کس سے کیا معلومات حاصل کرنا ہے یہ بات انٹرویو لینے والے کو واضح طور پر معلوم ہونا چاہیئے۔ انٹرویو دلچسپ ہو۔ بڑے اور طویل جوابات کو بار بار سوالات سے توڑا جائے۔ سوالات اور ماحول میں ادبی رنگ پیدا کیا جائے۔

محمد خالد عابدی:۔ آپ نے سب سے پہلے کس فلم کی کہانی لکھی؟

صفدر آہ:۔ محبوب مرحوم کے ساتھ غالباً "علی بابا" کی کہانی جسے ساگر میں محبوب مرحوم نے اردو اور پنجابی میں بنایا تھا۔

محمد خالد عابدی:۔ اور بحیثیت ہدایت کار آپ کی پہلی فلم؟

صفدر آہ:۔ "بھوک"۔ جو فرقہ وارانہ فسادات کی نذر ہو گئی۔ میں اپنی افتادِ مزاج کے اعتبار سے ہدایت کار بننے کے قابل نہیں۔

محمد خالد عابدی:۔ آپ نے فلموں کے لئے لکھنا اور ہدایت دینا کیوں ترک کر دیا؟

صفدر آہ:۔ اس لئے کہ اپنی آخری عمر میں، میں علمی کام کرنا چاہتا ہوں اور فلم کو علم سے کوئی تعلق نہیں۔ یوں فلم کے لئے مشورے اور لکھنے کا کام

www.taemeernews.com

اب بھی کبھی کبھی کر دیتا ہوں۔

محمد خالد عابدی:۔ آپ نے کل کتنی فلموں کے لئے کہانیاں لکھیں اور ہدایات دیں؟

صفدر آہ:۔ صحیح گنتی بتانا تو مشکل ہے۔ لیکن شاید درجن بھر سے زیادہ کہانیاں ضرور لکھیں۔ جزوی کاموں کو بھی اگر شامل کر لیا جائے تو اس تعداد کو ڈیڑھ درجن کر دینا پڑے گا۔ ہدایت صرف ایک فلم کو دی اور سخت پریشان ہوا۔ دوسری فلم کی ہدایت نصف ہی سے ترک کر دی ـــــ پروڈیوسر سے جھگڑا ہو گیا۔

محمد خالد عابدی:۔ کیا آپ اس سے اتفاق کرتے ہیں کہ فلسفہ معمر کرتا ہے اور شاعری نوجوانی و توانائی بخشتی ہے؟

صفدر آہ:۔ فلسفے کی بلند پروازیوں کے بغیر میرؔ کے علاوہ کوئی شاعر صفِ اوّل کا شاعر نہیں بنا ہے۔ جذباتی شاعری تو خام ذہنی نوعمشقوں کی ہوتی ہے۔

محمد خالد عابدی:۔ ایک ماہر نفسیات اور ایک ذہین شاعر کے مشاہدات و احساسات میں کیا بنیادی فرق ہوتا ہے؟

صفدر آہ:۔ نفسیات کے متعلق ایک ماہر نفسیات کا تجزیہ سائنسی ہوتا ہے جبکہ شاعر نفسیات کے مطالعے کے نتائج ایک پُر آہنگ وجدانی انداز میں پیش کرتا ہے۔

www.taemeernews.com

علّامہ جمیلؔ مظہری سے ایک انٹرویو

محمد خالد عابدی :۔ جناب جمیلؔ مظہری صاحب آپ کا اصلی نام اور پورا نام کیا ہے؟

جمیل مظہری صاحب :۔ میرا اصلی اور پورا نام سیّد کاظم علی ہے۔

خ :۔ آپ نے جمیلؔ مظہری تخلص کس مناسبت سے اِختیار کیا؟

ج :۔ میری خالہ امّاں مرحومہ نے میرا عرف جمیلؔ رکھا تھا۔ والد مرحوم نے اُسی کو میرا تخلص بنا دیا۔ "مظہری" میں نے اپنے دادا مرحوم کے نام کی مناسبت سے بڑھایا ہے۔

خ :۔ آپ کی ادبی زندگی کا آغاز کس طرح ہُوا ؟

ج :۔ محرّم کے جلسوں میں بچپن ہی سے منبر پہ میر انیسؔ کے مراثی کے چند بند پڑھنے اور انہیں یاد رکھنے سے۔ اکثر مصرعے بھی بَرجستہ کہہ جاتا تھا۔

خ :۔ آپ کا ادبی رہنما کون ہے؟

ج :۔ میرے والد مرحوم مولانا سیّد خورشید حُسین خورشیدؔ۔

خ :۔ آپ نے اپنے کلام پر سب سے پہلے کس اُستاد سے اِصلاح لی؟

ج :۔ شروع میں اپنے والد سے اُس کے بعد مولانا رضا علی وحشتؔ کلکتوی سے۔

خ :۔ آپ کے اُستاد کا طریقۂ اصلاح کیا تھا؟

ج :۔ صِرف لسانی اور فنّی خامیوں کو دُور کرنا اور زبانی اُس کی توضیح کر دینا۔

خ :۔ آپ کے حلقۂ تلامذہ میں کن شعراء کی شمولیت ہے۔؟

www.taemeernews.com

ج :- شاگرد تو بہت سے ہیں ۔ مگر جو حضرات خود اس رشتے کو ظاہر نہیں کرتے اُن کے نام میں نہیں لینا چاہتا ۔ جو اس اظہار پر مُصر ہیں اُن میں احسان دربھنگوی مُشیر احمد مُشیر لکھنوی ، قائم صہبا جمیلی ، کاظم علی کاظم عظیم آبادی اور وفا ملک پوری ۔

خ :- اور آپ کا طریقۂ اصلاح کیا ہے ؟

ج :- میں صرف لسانی اور فنی خامیوں کو دُور کرنے پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ اشعار کو بہتر سے بہتر بنانے کی کوشش کرتا ہوں اور اس دُھن میں اکثر شاگردوں کے خیالات اور افکار بھی بدل جاتے ہیں ۔ غالباً یہ میرے طریقۂ اصلاح کا عیب ہے ۔

خ :- آپ ذہنی آسودگی کے لئے شعر کہتے ہیں یا بہ طور شوق ؟

ج :- میں صرف عادتاً شعر کہتا ہوں ارادتاً بالکل نہیں ۔ آسودگی نہ کبھی مجھے شعر کہہ کے حاصل ہوئی نہ شعر سُنا کے ۔

خ :- آپ کی پہلی غزل یا نظم کے چند شعر اگر یاد ہوں تو عنایت فرمائیں ؟

ج :- پہلی غزل ۱۹۲۲ء میں مشاعرے میں پڑھی تھی ۔ اُس میں دو تین شعر میں نے کہے تھے ۔ بقیہ والد مرحوم کا عطیہ تھے ۔ اپنے اشعار میں صرف ایک مصرعہ یاد رہ گیا ہے ؏

"میں اُٹھ کے بیٹھ گیا ہوں گردِ کارواں کی طرح"

پہلی نظم "مالن کی بیٹی" ۱۹۲۵ء میں رسالہ نشر کلکتہ میں شائع ہوئی تھی ۔

خ :- کیا آپ اپنی کسی تخلیق کی شانِ نزول کے بارے میں بتانا پسند فرمائیں گے ؟

ج :- میری ایک نظم "غریب کی عید" کی شانِ نزول مجھے یاد ہے ۔ ایک سال صبحِ عید کو میں گھر سے نکلا تو سامنے ہی ایک غریب لڑکا اپنے پرانے کپڑے پہنے کھڑا نظر آیا اور اسی وقت دوسری طرف سے ایک امیر

www.taemeernews.com

لڑکا اپنا زرق برق لباس پہنے گذرا۔ اُس غریب لڑکے کی نظر جو اُس امیر لڑکے کے لباس پر پڑی تو ایک عجیب قسم کی حسرت آمیز کیفیت اُس کی نظر میں پیدا ہوئی۔ مجھے وہ نگاہ اُس کی ایک ایسے کرب میں مبتلا کر گئی کہ فوراً ہی گھر پلٹ کر یہ نظم لکھ ڈالی جو کسی عید نمبر میں شائع ہو کر بے حد مقبول ہوئی۔

خ :۔ کیا آپ فنِ عروض سے واقف ہیں اور یہ فن آپ نے کس اُستاد سے سیکھا؟

ج :۔ بالکل نہیں ۔ یہاں تک کے ایم۔ اے فارسی کے امتحان میں اپنی اِس عروض بیزاری سے کافی نقصان اُٹھایا۔

خ :۔ خود آپ کی نگاہ میں آپ کی شاعری کے اِنفرادی عناصر کیا ہیں ؟

ج :۔ فکر کا غلبہ اور شعریت کا فقدان ۔

خ :۔ آپ شعر کس طرح کہتے ہیں ؟

ج :۔ کبھی خود بہ خود گنگناتا ہوں۔ کبھی بیٹھے بیٹھے شعر کہتا ہوں کبھی لیٹے لیٹے اکثر اپنی اس گنگناہٹ کو کئی کئی دِن بعد کاغذ پر منتقل کرتا ہوں۔ اکثر تو ہفتوں اور مہینوں تک اشعار ذہن میں پڑے رہتے ہیں یاد آئے لکھ لیا ورنہ بھول گیا۔

خ :۔ لکھتے وقت آپ کو بالعموم کس طرح کا ماحول درکار ہوتا ہے ؟

ج :۔ وقت اور ماحول کی کوئی قید نہیں۔

خ :۔ کیا آپ اس سے اتفاق کرتے ہیں کہ فلسفہ معمر کرتا ہے اور شاعری نوجوانی و توانائی بخشتی ہے ۔

ج :۔ یہ بات زیادہ تر انفرادی رجحانات پر منحصر ہے لیکن میرے خیال میں اگر فلسفہ ذہنوں کی اور شاعری جذبات کی تربیت نہ کرے تو دونوں ہی فضول ہیں ۔

www.taemeernews.com

خ :- ایک ماہر نفسیات اور ایک ذہین شاعر کے مشاہدات اور احساسات میں کیا بنیادی فرق ہے؟

ج :- صرف الفاظ اور مصطلحات کا۔

خ :- جمیل مظہری صاحب، آغا حشر کاشمیری مرحوم سے آپ کی پہلی ملاقات کب اور کہاں ہوئی؟

ج :- آغا صاحب مرحوم سے میری پہلی ملاقات دسمبر ۱۹۲۸ء میں مظفر پور میں ہوئی تھی۔ میں اس زمانے میں کلکتہ سے مظفر پور اپنے وطن ثانی آیا ہوا تھا اور اسی زمانے میں آغا صاحب اپنی تھیٹریکل کمپنی لے کر مظفر پور میں مقیم تھے۔ پہلی ملاقات میں وہ اس طرح شفقت سے پیش آئے کہ دوپہر سے رات ہوگئی باتیں ہوتی رہیں پھر وہ ہم لوگوں کو ساتھ لئے تماشا گاہ پہونچے۔ دو تین دن بعد غریب خانہ پر چائے بھی نوش فرما کر ہمیں سرفراز کیا پھر جب میں کلکتہ واپس آگیا اور وہ بھی کلکتہ آگئے تو ملاقاتیں ہوتی رہیں بعد اس کے روابط مستحکم ہوگئے۔

خ :- کیا آپ آغا حشر کاشمیری کے معاون بھی رہے؟

ج :- میں اُن کا معاون کبھی نہیں رہا۔ مگر وہ اکثر ڈرامہ لکھتے وقت مجھے بعض ٹکڑے سُناتے اور ازراہ شفقت مجھ سے مشورہ طلب ہوئے۔ وہ میرے حقیر مشوروں اور رایوں کی بڑی خندہ پیشانی سے پذیرائی فرماتے۔

خ :- آپ نے پہلا ڈرامہ کب لکھا اور وہ کہاں شائع ہوا؟

ج :- میں نے مکمل ڈراما کبھی کوئی لکھا ہی نہیں۔ ایک بار ایک فلم کمپنی کی فرمایش پر رومیو جیولٹ کا ترجمہ شروع کیا تقریباً نصف کر چکا تھا کہ اس کمپنی سے آغا صاحب مرحوم کے تعلقات پھر بحال ہوگئے اور

www.taemeernews.com

وہ کام رُک گیا۔

خ :۔ ڈراما نگاری سے آپ کو فطری طور پر دلچسپی تھی یا آغا حشر مرحوم کی صحبت سے ڈراما نگاری کی طرف توجہ فرمائی ؟

ج :۔ مجھے ڈراما نگاری سے کوئی خاص دلچسپی نہ تھی آغا حشر مرحوم کی صحبت کا بھی کوئی خاص اثر میں نے قبول نہیں کیا۔ ہاں اُن کے ڈراموں کو بڑے ذوق شوق سے دیکھتا اور پڑھتا تھا مگر ڈراما نگاری کی طرف نہ طبیعت راغب ہوئی نہ جرأت ہوئی۔

خ :۔ تو گویا آپ نے ایک بھی مکمل ڈراما نہیں لکھا ؟

ج :۔ ایک بھی نہیں۔

خ :۔ اور مولانا ابوالکلام آزاد سے آپ کی پہلی مُلاقات کب اور کہاں ہوئی ؟

ج :۔ مولانا مرحوم سے پہلی ملاقات تو رسمی ہی تھی غالباً ۱۹۳۲ء میں، جب میں صحافتی دنیا میں آچکا تھا۔ میرے شفیق محترم مولانا رزّاق ملیح آبادی مجھے اُن کی خدمت میں لے گئے تھے۔ اور اُن سے مسٹر عزیز دزیر بہار کے نام میری ملازمت کی سِفارش کے لئے ایک خط کی درخواست کی۔ مولانا نے فوراً خط لکھ کر مجھے عنایت فرمایا گر یہ ملاقات ..... جب ۱۹۳۵ میں کلکتہ میں اردو کانفرنس قایم ہوئی تو میں صدرِ استقبالیہ کی حیثیت سے ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے شرکت کی درخواست کی۔ اس ملاقات میں دیر تک باتیں ہوتی رہیں میں نے رخصت ہوتے وقت عرض کیا میرے دل میں کچھ مسائل تشکیک ہیں اگر اجازت ہو تو کبھی حاضر ہو کر وہ شبہات رفع کر لوں۔ مولانا نے انتہائے شفقت سے فرمایا کہ ضرور آئیے میرے پاس تو ہندو نوجوان آتے ہیں اور طرح طرح کے سوالات کے جواب لے جاتے ہیں مسلمان نوجوان تو اس طرف کا رخ بھی نہیں کرتے۔ چنانچہ مولانا کی ہمت افزائی کے سہارے

www.taemeernews.com

میں اپنے چند احباب خاص کے ساتھ ہر سنیچر کی سہ پہر مولانا کی خدمت میں حاضر ہونے لگا اور صحبت لطیف عشار کی نماز کے وقت تک جاری رہتی ہم لوگ سوالات کرتے اور مولانا اس کے جوابات کے ساتھ ارشاد فرماتے کہ حیرت ہوتی۔ کوئی بھی مسئلہ یا موضوع ہوتا مولانا اُس پر اِس طرح روشنی ڈالتے کے ہم لوگوں کی آنکھیں کھُل جاتیں بیچ بیچ میں لطائف بھی ہوتے۔ چائے کا دور بھی چلتا۔ یہ سلسلہ تقریباً تین سال تک جاری رہا۔ پھر جب بسلسلۂ ملازمت پٹنہ آگیا تو یہ سلسلہ منقطع ہو گیا مگر اُن کی عنایت ہم سب پر ہمیشہ رہی۔

خ :- آپ فلمی دنیا سے بھی تو منسلک رہے ہیں تو آپ فلم میں بہ حیثیت کہانی نویس، مکالمہ نویس یا گیت کار رہتے۔ یا کسی اور شعبے سے وابستہ تھے؟

ج :- جی ہاں چند سال یعنی ۱۹۴۳ سے ۱۹۴۶ تک۔ کہانیاں، مکالمے اور گیت بھی لکھنے سے سروکار رہا۔ کسی اور شعبے سے تعلق نہ تھا۔

خ :- کیا آپ کا اور جوش ملیح آبادی کا فلموں میں بھی ساتھ رہا ہے؟

ج :- جوش صاحب سے میرا ساتھ فلموں میں کبھی نہیں رہا۔ مگر میں انھیں کی تحریک پر اِس دنیا میں داخل ہوا تھا۔ ۴۲ء کی تحریک کے سلسلہ میں جب میں سرکاری ملازمت سے مستعفی ہوا تو بیکار ہی تھا۔ جوش صاحب اُن دنوں پونا میں تھے میں اُن سے ملنے پونا گیا۔ اس لئے کہ اُن سے مخلصانہ تعلقات قائم ہو چکے تھے اُس زمانہ میں کلکتہ کی ایک فلم کمپنی پروڈکشن کے ڈائرکٹر اور مالک شرما بھی پونا آئے ہوئے تھے۔ جوش صاحب نے میرا تعارف ان سے کرا دیا تو شرما جی گرویدہ ہو گئے اور مجھے اپنے ساتھ کلکتہ لے آئے اور اپنی کمپنی سے منسلک کر لیا۔

خ :- آپ کی پہلی فلم ..... ؟

www.taemeernews.com

ج :۔ میں نے فلم کی کہانیاں تو کئی لکھیں مگر کوئی بھی مکمل ہو کر منظرِ عام پر نہ آسکی میری سب سے پہلی فلم کہانی "گھومتی دنیا" ایسٹ انڈیا فلم کمپنی کلکتہ نے لکھوائی مگر فلم شوٹ ہونے سے پہلے ہی کمپنی بند ہوگئی۔ اس کے بعد یونیٹی پروڈکشن کی ملازمت کے دوران کئی فلموں کے گانے اور مکالمے لکھے بعض گانے فلموں میں آئے بھی مگر مکمل کوئی فلم نہ بنی۔ اس کے لئے سب سے اہم فلم اسٹوری وارث شاہ پر میں نے مکالموں اور گانوں کے ساتھ مکمل کی فلم کی شوٹنگ شروع بھی ہوئی اس درمیان مالکوں کے درمیان اختلاف ہوا اور کمپنی بند ہوگئی۔

خ :۔ کیا وجہ تھی کہ آپ نے فلمی دنیا ترک کر دی؟

ج :۔ فلمی دنیا ترک صرف اس لیے کی کہ میں نے محسوس کیا کہ اس دنیا میں ادیبوں اور شاعروں کی کیا قدر ہوتی کھلی تذلیل ہوتی ہے ـــــ ہیروئنوں اور ہیرو کے سامنے وہ لوگ حقیر سمجھے جاتے ہیں۔ انھیں منشی کا لقب ملتا۔ غالباً آج بھی وہی حالت ہے۔ اس لئے میں بھاگا۔ چنانچہ اس سلسلے میں میری نظم "بھاگ رے شاعر بھاگ" کئی رسالوں میں چھپی بھی اور میرے مجموعے "نقشِ جمیل" میں بھی درج ہے۔ حالانکہ محبوب صاحب اور کاردار صاحب نے میرے دوست محمود طرزی کے ذریعہ مجھے بار بار بیش بہا آفر دے کر بلایا۔ مگر میں نے انکار کیا اور کانگریسی وزارت جب پھر بنی تو حکومت بہار نے مجھے پھر بلا لیا اور ڈپٹی ڈائرکٹر پبلسٹی ڈپارٹمینٹ مقرر کر دیا۔

خ :۔ آپ نے کل کتنی فلموں کے لئے لکھا اُن فلموں کے نام؟

ج :۔ مجھے اَب اُن فلموں کے نام بھی یاد نہیں جن کے لئے میں نے مکالمے اور گانے لکھے تھے وہ بھی اَب میرے پاس موجود نہیں۔

www.taemeernews.com

خ :- ہندی میں تو فلم اور فلم کے ادب پر Thesis لکھوائے جارہے ہیں لیکن اردو میں کیوں نہیں ؟

ج :- اس کا جواب تو اردو کے وہ قلم کار دیں گے جو فلمی دنیا کے نقاد ہیں۔

خ :- فلموں کی ترقی میں اردو کا کیا رول ہے ؟

ج :- فلموں کی ترقی میں اردو کا رول وہی سمجھئے جو شاعروں کا ہے یعنی یہ کہ ان کے ذریعہ غیر اردو داں عوام کے کانوں تک اردو کے بول پہنچ جاتے ہیں۔ گرچہ ہندی نواز انہیں بھی ہندی ہی کا نام دیکر اپنا دل خوش کر لیتے ہیں۔ فلموں کی زبان خاص طور پر مقبول فلموں کی زبان اردو ہوتی ہے مگر انہیں نام ہندی فلموں کا دیا جاتا ہے۔

خ :- "اردو زبان کے بغیر فلم کی مقبولیت و کامیابی مشکوک ہے" کیا یہ دعویٰ درست ہے ؟

ج :- ظاہر ہے کہ فلموں کی زبان وہی ہونا چاہیئے جسے عوام سمجھ سکیں اسلئے دقیق ہندی یا دقیق اردو والی فلمیں کامیاب نہیں ہوتیں یہ آئے دن کا مشاہدہ ہے۔ سہل ہندی اور سہل اردو کا امتزاج ہی فلموں کو مقبول بناتا ہے۔

خ :- اردو ادب میں "مشاعرہ" کی کیا اہمیت ہے ؟

ج :- موجودہ دور میں مشاعروں کی یہ اہمیت اور افادیت ضرور ہے کہ اردو کے الفاظ غیر اردو داں عوام و خواص کے کانوں تک پہنچ جاتے ہیں۔

خ :- آج کل جو مشاعرے منعقد ہو رہے ہیں ان کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے ؟

ج :- آج کل جو مشاعرے ہو رہے ہیں وہ عوامی ہو گئے ہیں مگر ان مشاعروں

www.taemeernews.com

اور فلموں نے ایک اہم کام یہ انجام دیا ہے کہ اردو اور ہندی کے درمیان جو خلیج پیدا ہوگئی تھی اسے ایک بڑی حد تک پاٹ رہے ہیں۔

خ :۔ مشاعروں کو مزید کامیاب اور مقبول بنانے کے لئے آپ کیا تجاویز پیش کرتے ہیں ؟

ج :۔ میرے خیال میں مشاعرے دو قسم کے ہونے چاہیئے ایک تو عوامی اور ایک خالص ادبی عوامی مشاعروں میں صرف خوش لحن شاعر بلائے جاتے ہیں اور ادبی مشاعروں میں ہر شاعر تحت اللفظ پڑھنے پر مجبور کیا جائے ۔ مشاعروں میں صرف غزلیں پڑھی جائیں نظموں کے مخصوص مشاعرے یا مناظمے قائم کئے جائیں ۔ دوسری زبانوں کے شعراء کو بھی دعوت شرکت دی جائے ۔

خ :۔ اردو میں مکتوباتی ادب کی کیا اہمیت ہے ؟

ج :۔ وہ مکتوباتی ادب جو شائع کرنے کے قصد سے لکھے جاتے ہیں دراصل انشائیے ہیں اور ان کی اہمیت انشائیوں جیسی ہی ہوتی ہے ۔ مگر وہ خطوط جو بلا قصد طباعت بے تکلفی سے لکھے جاتے ہیں جیسے خطوطِ غالب ان سے لکھنے والے کی ذہنی افتاد کا پتہ چلتا ہے مشاہیر کے ایسے ہی خطوط اہم ہوتے ہیں

خ :۔ ابھی تک جو مکتوباتی ادب پیش کیا گیا آپ اس سے مطمئن ہیں ؟

ج :۔ بعض سے مطمئن ہوں بعض سے نہیں ۔

خ :۔ مکتوباتی ادب کو بہتر بنانے کے لئے آپ کی کیا صلاح و تجاویز ہیں؟

ج :۔ میں نے اس سلسلہ میں کوئی خاص غور و فکر نہیں کیا۔

خ :۔ کسی ادب میں انٹرویو کی کیا اہمیت ہے ؟

ج :۔ میرے خیال میں قصداً جو انٹرویو لئے جاتے ہیں ان کی کوئی خاص

www.taemeernews.com

اہمیت نہیں اس لئے کہ انٹرویو دینے والا محتاط ہو کر جواب دیتا ہے ا
لئے اس کی صحیح ذہنی حالت کا پتہ نہیں چلتا۔

خ :۔ انٹرویو کے سلسلے کو مزید بہتر بنانے کے لئے آپ کا کیا مشورہ اور تجا
ہیں ؟

ج :۔ انٹرویو وہی مفید ہو سکتے ہیں جو بلا ارادہ اور بغیر پہلے سے بتائے ہو
دوران گفتگو میں بے تکلفانہ لئے جائیں جس سے انٹرویو لیا جائے و
یہ محسوس نہ کرے کہ اس سے انٹرویو لیا جا رہا ہے۔

خ :۔ آپ کی شعری و نثری مطبوعات ؟

ج :۔ (نظم) ۱۔ نقشِ جمیل نظموں کا مجموعہ
۲۔ فکرِ جمیل غزلوں اور رباعیات کا مجموعہ
۳۔ عرفانِ جمیل مراثی اور قصائد وغیرہ کا مجموعہ
۴۔ آب و سراب ایک فکری مثنوی
(نثر) ۱۔ شکست و فتح ۔ فلسفیانہ افکار کا ایک افسانوی پیکر
نثری مضامین کے مجموعے
اور منظومات کے مجموعے ابھی تک شائع نہ ہو سکے۔ زیرِ ترتیب ہیں۔

www.taemeernews.com

جوگندر پال سے ایک انٹرویو

محمد خالد عابدی:۔ جوگندر پال صاحب آپ کب اور کہاں پیدا ہوئے ؟

جوگندر پال صاحب:۔ ستمبر ۱۹۲۵ء میں، سیالکوٹ میں۔

محمد خالد عابدی:۔ آپ کی ادبی زندگی کا آغاز کب ہوا اور آپ کا ادبی رہنما کون ہے ؟

جوگندر پال صاحب:۔ کالج کے دنوں سے ہی ادب میں شریک ہوگیا ــــ رہنمائی ؟ ادب میں بالآخر اپنی رہنمائی خود آپ ہی کرنے کے سوا بن نہیں پڑتی ــ

محمد خالد عابدی:۔ کیا یہ ادبی ذوق آپ کو ورثے میں ملا ہے ؟

جوگندر پال صاحب:۔ نہیں، لیکن اس اعتبار سے 'ہاں' کہ ادبی ذوق ہمیں اپنے متقدمین سے ہی ملتا ہے، اُن سے ہمارا کوئی خون کا رشتہ ہو یا نہ ہو۔

محمد خالد عابدی:۔ آپ نے افسانہ نگاری ہی کیوں اختیار کی ؟

جوگندر پال صاحب:۔ میں اپنی ہی کھال کے ساتھ کیوں پیدا ہوا ؟

محمد خالد عابدی:۔ آپ کا پہلا افسانہ کب اور کہاں شائع ہوا تھا ؟

جوگندر پال صاحب:۔ پہلا افسانہ "تیاگ سے پہلے" ساقی دہلی میں چھپا تھا غالباً ۱۹۴۵ء یا ۱۹۴۶ء میں

محمد خالد عابدی:۔ کیا آپ نے ڈرامے بھی لکھے ہیں ؟

جوگندر پال صاحب:۔ بہت پہلے دو ایک لکھے تھے۔

محمد خالد عابدی:۔ آپ کیوں لکھتے ہیں اور کیوں کر لکھتے ہیں ؟

www.taemeernews.com

جوگندر پال صاحب:۔ اپنے اظہار کی خواہش عین فطری ہے، خواہ آپ لکھ کے کریں، خواہ بول کے، خواہ کسی بھی اور ذریعہ سے اور یہ خواہش گتھی ہو ہو کر فنی پرتوں کو چھونے لگے تو فنکار کو اپنے فنکارانہ اظہار کے سوا کوئی چارہ ہی نہیں۔

محمد خالد عابدی:۔ کیا یہ دعویٰ درست ہے کہ افسانہ، ادب کی ساری اصناف پر چھایا ہوا ہے؟

جوگندر پال صاحب:۔ ادب کی کسی بھی صنف سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ کوئی ایک صنف کسی دور میں محض اس لئے زیادہ اہم معلوم ہوتی ہے کہ اُس دور کے بیشتر لکھنے والوں کو لگتا ہے کہ وہ صنف ان کے دور کے تقاضوں کے اعتبار سے ان کے اظہار کا بہتر ذریعہ ہے۔

محمد خالد عابدی:۔ ایک اچھے افسانہ نگار کی کیا ذمہ داریاں ہیں؟

جوگندر پال صاحب:۔ کہ وہ اچھا افسانہ نگار ہو۔

محمد خالد عابدی:۔ ادب میں عصری آگہی سے کیا مُراد لی جاتی ہے؟

جوگندر پال صاحب:۔ جیسا کہ اس اصطلاح سے ظاہر ہے، ادب میں عصری تقاضوں کی نشاندہی ہو۔

محمد خالد عابدی:۔ کیا مقصدیت سے افسانہ کا "وحدت تاثر" ختم ہو جاتا ہے؟

جوگندر پال صاحب:۔ نہیں، لیکن مقصدیت کو کسی سلوگن کے طور پر استعمال کرنے سے افسانہ سرے سے افسانہ ہی نہیں رہتا۔

محمد خالد عابدی:۔ افسانہ میں "نقطۂ عروج" کا کیا تصور ہے۔ اور افسانہ میں اس کی کیا اہمیت ہے؟

جوگندر پال صاحب:۔ نقطۂ عروج کسی جامد تصور کا حامل نہیں ہوتا۔ ایک افسانے میں کوئی ایک بات نقطۂ عروج کی باعث ہوتی ہے۔ اور دوسرے افسانے میں کوئی دوسری بات۔ اِس کا انحصار افسانہ کے تخلیقی اسباب اور سیاق

www.taemeernews.com

وسباق پر ہے۔

محمد خالد عابدی :۔ افسانہ میں "مقامی رنگ" کی کیا اہمیت ہے۔ کیا آپ نے بھی "مقامی رنگ" اختیار کیا ہے ؟

جوگندر پال صاحب :۔ "مقامی رنگ" تو ہوتا ہی ہے۔ لیکن اس کے باعث فنکار کو مقامیت کا اسیر نہیں ہو جانا چاہیئے۔ بعض حالات میں 'مقامی رنگ' سے افسانہ Authentic ہو جاتا ہے۔ لیکن کوئی کلیہ نہیں ہے۔ بعض تخلیقی وارداتیں کسی مقامی رنگ کی متحمل ہی نہیں ہو پاتیں۔

محمد خالد عابدی :۔ افسانہ، قارئین و سامعین کے لیے کس طرح دلچسپی کا موجب بنتا ہے؟

جوگندر پال صاحب :۔ اس طرح، کہ افسانہ نگار میں، اُنہیں اپنی تخلیق میں شریک کر لینے کی صلاحیت ہو۔

محمد خالد عابدی :۔ کیا واقعی موضوع کی تلاش افسانہ نگار کے لیے ایک مشکل مسئلہ ہے؟ اور آپ کس طرح موضوع تلاش کرتے ہیں ؟

جوگندر پال صاحب :۔ اصل فنکار کے لیے موضوع ہی موضوع ہیں۔ تخلیق کار کا مسئلہ یہ نہیں کہ موضوع کی تلاش کرے۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ وہ Visionary ہے کہ نہیں، ہو تو اُس کی بات اپنے آپ کسی موضوع کی طرف بڑھنے لگتی ہے۔

محمد خالد عابدی :۔ آپ اپنے افسانوں کے عنوانات کس طرح قائم کرتے ہیں ؟

جوگندر پال صاحب :۔ میرے نزدیک عنوانات بھی تخلیقیت میں کہیں جذب ہوتے ہیں۔

محمد خالد عابدی :۔ آپ افسانہ کے لیے کس اُسلوب کو ترجیح دیتے ہیں اور کیوں؟

جوگندر پال صاحب :۔ کوئی اُسلوب بذات خود اہم یا غیر اہم نہیں۔ اہم یہ ہے کہ ہر بیج سے اُس کی اپنی مخصوص شکل پھوٹ پائے۔

محمد خالد عابدی :۔ بیشتر ناولوں کو "ڈراما" کی شکل دی گئی ہے۔ کیا یہ تجربہ کامیاب رہا؟

www.taemeernews.com

جوگندر پال صاحب:۔ مغربی ادب میں کامیاب رہا۔ اُردو میں اس کی مثالیں کم ہیں۔ لیکن جوں جوں ہمارے یہاں تھیٹر عام ہوگا، تجربات میں شدّت آئے گی۔

محمد خالد عابدی:۔ آپ نے اپنے افسانوں میں کیا نئے تجربات پیش کیے ہیں؟

جوگندر پال صاحب:۔ میرے تجربات شعوری نہیں۔ میرے یہاں فن کی معراج اس میں ہے کہ ہر بات اپنے Native Form میں آجائے۔

محمد خالد عابدی:۔ کیا اردو افسانہ سے، ہندی کہانی بہت آگے ہے؟

جوگندر پال صاحب:۔ اُردو افسانہ کافی بالغ ہو چکا ہے اور ہمارے بہترین ادبی سرمائے کا حصّہ ہے۔

محمد خالد عابدی:۔ آپ کن اُردو افسانہ نگاروں سے متاثر ہیں اور کیوں؟

جوگندر پال صاحب:۔ متاثر ہونے سے اگر پسندیدگی کا اظہار مقصود ہے تو کئی ہیں۔ منٹو، بیدی، قرۃ العین حیدر، کرشن چندر، اور ان کے علاوہ اپنے کئی اور ساتھی۔ غیاث احمد گدی، رام لال، سُریندر پرکاش، انور عظیم، شرون کمار ورما، بیدی راہی اور رتن سنگھ وغیرہ۔

محمد خالد عابدی:۔ کیا ادبی افسانہ نگار فلموں میں رہ کر اچھّا ادب پیش کر سکتا ہے؟

جوگندر پال صاحب:۔ فلمی دُنیا میں شامل ہونے کے بعد بھی اُس کی ادبی دلچسپیوں کے اسباب بنے رہیں تو کیوں نہیں؟

محمد خالد عابدی:۔ اب تک جو ناولٹ لکھے گئے ہیں اُن میں آپ کسے پسند کرتے ہیں؟

جوگندر پال صاحب:۔ اُداس نسلیں، آگ کا دریا، سیتا ہرن، بیانات۔

محمد خالد عابدی:۔ کیا وجہ ہے کہ "جدید افسانہ" کو لوگ اُس دلچسپی سے نہیں پڑھتے جیسا کہ روایتی افسانہ پڑھا جاتا ہے؟

جوگندر پال صاحب:۔ مجھے آپ سے اتفاق نہیں۔

محمد خالد عابدی:۔ آپ کی کل مطبوعات؟

www.taemeernews.com

ندرپال صاحب:۔ افسانوی مجموعے : دھرتی کا لال ، میں کیوں سوچوں ، رسائی ، مٹی کا ادراک لیکن ، نقش برآب اور چار ناولٹ ۔

خالد عابدی:۔ آپ نے زبانِ اُردو ہی کو اظہارِ خیال کیوں بنایا ؟

ندرپال صاحب:۔ کیوں کہ اِس زبان سے اُگا ہوں ۔

خالد عابدی:۔ کیا وجہ ہے کہ اردو ناولوں پر فلم بہت کم بنتے ہیں ؟

ندرپال صاحب:۔ شاید پروڈیوسروں کی لاعلمی کے باعث ۔

خالد عابدی:۔ پال صاحب ! بالخصوص کشمیری لال ذاکر اور رام لال کی افسانہ نگاری کے بارے میں آپ کے کیا تاثرات ہیں؟

ندرپال صاحب:۔ رام لعل ہمارے اہم افسانہ نگار ہیں۔ کئی سال پیشتر اُن کی کہانی اد، سی پڑھ کر میں اُن کی طرف متوجہ ہوا تھا ۔ اُن کی بعض اور کہانیاں مجھے بہت پسند ہیں ۔ کل کی باتیں ، بھیڑ ، چاپ ، اندھیرے سے اندھیرے تک ، وغیرہ۔ میرا خیال ہے کہ کئی لکھنے والے یہ جانتے ہیں کہ دوسرے بھی ویسے ہی اسالیب اختیار کریں جو وہ اپناتے ھیں ۔ حالانکہ کہانی لکھنے کے اُتنے ہی طریقے ہیں جتنے ہم سارے لوگ ۔ رام لعل احباب کے ایسے ہی تعصّبات کا شکار رہے ہیں اور شاید وہ اب بھی بعض اوقات اوروں کے بارے میں اِنہی تعصّبات کا اسیر ہوجاتے ہیں ۔

خالد عابدی:۔ کیا یہ دعویٰ دُرست ہے کہ اُردو زبان کے بغیر فلم کی مقبولیت وکامیابی مشکوک ہے ؟

ندرپال صاحب:۔ یہ واقعہ ہے کہ اُردو کے باعث ہندوستانی فلموں کی زبان میں ایک بڑی پسندیدہ لوچ پیدا ہوگئی ہے ۔ ایسا نہ ہوتا تو اُن کی مقبولیت واقعی مشکوک ہوتی۔

www.taemeernews.com

محمد خالد عابدی :- کیا اُردو کا موجودہ رسم الخط بدل دینے سے اُردو کی ترقی و بقا کے امکانات پیدا ہو جائیں گے ؟

جوگندر پال صاحب :- نہیں ! یہ کوئی اتفاق نہیں کہ لوگوں کی اپنی اپنی کھال اور اُس کھال میں اپنے الگ نقوش ہوتے ہیں اور وہ اپنے مخصوص نقوش سے ہی پہچانے جاتے ہیں۔ زبان سے اگر تہذیب کی شناخت ممکن ہے تو اُس شناخت میں کسی زبان کا رسم الخط بھی شامل ہوتا ہے۔ اُردو کی ترقی اور بقا کے اِمکانات اُس کے رسم الخط کے ساتھ ہی وابستہ ہیں۔

www.taemeernews.com

خمارؔ بارہ بنکوی سے ایک اِنٹرویو

سوال :۔ خمارؔ صاحب آپ کا سنِ پیدائش کیا ہے؟

جواب :۔ ۱۹۱۹ء

سوال :۔ آپ کا اصلی نام کیا ہے؟

جواب :۔ محمد حیدر خاں۔

سوال :۔ آپ نے خمارؔ تخلص کس مناسبت سے اختیار کیا؟

جواب :۔ خمارؔ نشے کی اُس کیفیت کا نام ہے جس میں سُرور ختم ہو جاتا ہے اور اعضا شِکنی ہوتی ہے جس سے قدرے کرب کی سی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ میں ایک ایسے خوشگوار لیکن دردناک حادثے کا شکار ہوا جس کی وجہ سے میں نے خمارؔ تخلص اختیار کیا۔

سوال :۔ آپ کا پہلا ادبی رہنما کون ہے؟

جواب :۔ میرے چچا مرحوم حیدر علی خاں صاحب قرارؔ۔

سوال :۔ آپ نے اپنے کلام پر سب سے پہلے کِس اُستاد سے اِصلاح لی؟

جواب :۔ میں نے پہلی اور آخری بار قرارؔ صاحب ہی سے اصلاح لی۔

سوال :۔ آپ کے اُستاد کا طریقۂ اصلاح کیا تھا؟

جواب :۔ قرارؔ صاحب کا طریقۂ اصلاح وہی تھا جو تقریباً قدیم اساتذہ کا تھا۔

سوال :۔ کیا آپ اس طریقۂ اصلاح سے مطمئن تھے؟

www.taemeernews.com

جواب :۔ میں اُس طریقۂ اِصلاح سے قطعاً مطمئن نہیں تھا اور اِسی لئے میں نے صِرف ۵ یا ۶ غزلیں دِکھائیں اِس کے بعد اِصلاح لینا ترک کر دیا اور اپنے ہی ذوقِ سلیم اور اپنے مطالعے کو اپنا مصلح اور رہنما بنایا۔

سوال :۔ جگر مرادآبادی مرحوم سے آپ کی پہلی ملاقات کب اور کہاں ہوئی تھی؟

جواب :۔ ویسے تو جگر صاحب کو میں نے اپنے ہی گھر پر بچپن میں دیکھا تھا وہ قرار صاحب مرحوم کے پاس آیا کرتے تھے لیکن صحیح ملاقات جگر صاحب سے دیوی شریف بارہ بنکی کے ایک مشاعرے میں ہوئی۔

سوال :۔ کیا آپ نے جگر مرحوم سے بھی مشورۂ سخن کیا تھا؟

جواب :۔ میں نے جگر صاحب سے کبھی مشورۂ سخن نہیں کیا۔

سوال :۔ آپ کی ادبی زندگی کا آغاز کب اور کس طرح ہوا؟

جواب :۔ ۱۹۳۶ء کی بات ہے میں انٹرمیڈیٹ میں لکھنؤ میں زیرِ تعلیم تھا اچانک ایک خوشگوار حادثے سے دوچار ہوا اور شعر کہنے لگا۔

سوال :۔ آپ نے شاعری سے اِبتدا کی یا کسی اور صنف سے؟

جواب :۔ صِرف غزل گوئی سے۔

سوال :۔ آپ کے حلقۂ تلامذہ میں کِن شعراء کی شمولیت ہے؟

جواب :۔ میں ابھی تک خود ہی اپنے کو مبتدی سمجھتا ہوں لہٰذا شاگرد بنانے کا سوال ہی نہیں ہے۔ میرا کوئی شاگرد نہیں ہے۔

سوال :۔ اور آپ کا طریقۂ اصلاح کیا ہے؟

جواب :۔ کوئی سوال ہی نہیں۔

سوال :۔ آپ کِس جذبے کے تحت شاعری کرتے ہیں؟

جواب :۔ میری شاعری حُسن و محبّت سے متعلق ہے جب کبھی دِل کسی خاص حادثے یا کسی خاص جذبے سے متاثر ہوتا ہے شعر ہو جاتا ہے۔

www.taemeernews.com

سوال :۔ کیا آپ اپنی کسی تخلیق کی شانِ نزول کے بارے میں بتانا پسند فرمائینگے؟

جواب :۔ چونکہ غزل کے اشعار الگ الگ جذبے کی ترجمانی کرتے ہیں اس لئے کسی پوری غزل کو تنہا کسی ایک خاص جذبے کے ماتحت قرار نہیں دیا جا سکتا۔ البتہ شعر کبھی کبھی ایسا ضرور ہو جاتا ہے جو کسی خاص حادثے یا سانحے کا ماتحت رہا ہو۔

سوال :۔ کیا آپ فنِ عروض سے واقف ہیں اور آپ نے یہ فن کس سے سیکھا ؟

جواب :۔ میں فنِ عروض کی شدبد سے واقف ہوں۔ اس حد تک کہ میرا کوئی شعر عروضی غلطیوں کا حامل نہ ہو۔

سوال :۔ خود آپ کی نگاہ میں آپ کی شاعری کے انفرادی عناصر کیا ہیں ؟

جواب :۔ جذباتِ حسن و محبت کا تجزیہ ہی میری ساری شاعری ہے۔

سوال :۔ اردو ادب میں "مشاعرہ" کی کیا اہمیت ہے ؟

جواب :۔ پہلے مشاعرہ خالص ادبی فضا میں ہوا کرتا تھا جس میں شعر کا صحیح مذاق رکھنے والے شریک ہوا کرتے تھے۔ اچھے برے شعر کی لوگوں کو تمیز ہوتی تھی شعر سننے اور سنانے میں لطف آتا تھا ہر شاعر اپنی پوری پوری شاعرانہ صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا کرتا تھا اور سامعین صحیح طور پر اس کی تخلیقات کی اچھائیوں اور برائیوں کو پرکھتے تھے جس سے اردو ادب میں کچھ نہ کچھ اضافہ ضرور ہوتا تھا مگر اب نہ وہ مشاعرے رہے نہ وہ سامعین اور نہ شاعر۔

سوال :۔ آج کل جو مشاعرے منعقد ہو رہے ہیں ان کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے ؟

جواب :۔ آج کل مشاعرے صرف تفریحی پروگرام بن کر رہ گئے ہیں ان سے ادب کا کچھ فائدہ ہو نہ ہو مگر اردو زبان کی اشاعت میں ان مشاعروں

www.taemeernews.com

کا اہم رول ہے۔ میں ہندوستان بھر کے مشاعروں میں تقریباً چالیس سال سے شریک ہوتا رہتا ہوں ملک کے جن گوشوں میں پہلے اردو جاننے والے نہیں تھے اب وہاں شاندار مشاعرے ہوتے ہیں اور ان لوگوں کو اردو زبان سے دلچسپی پیدا ہو گئی ہے۔

سوال:۔ خمار صاحب آپ نے پہلی بار کس فلم کے لیے گیت لکھے؟

جواب:۔ میں نے سب سے پہلے اے۔ آر کاردار کی فلم "شاہجہاں" کیلئے گیت لکھے تھے۔

سوال:۔ ابھی تک آپ نے کل کتنی فلموں کے لیے گیت لکھے ان کے نام؟

جواب:۔ میری اچھی فلمیں شاہجہاں، ناٹک، ہلچل، بارہ دری، جواب، مہندی، ساز اور آواز ہیں۔ میری سب سے بڑی فلم "محبت اور خدا" ہے جسے مرحوم کے آصف بنا رہے تھے ان کے اچانک انتقال کی وجہ سے وہ فلم ابھی تک نامکمل ہے۔ کوششیں ہو رہی ہیں کہ وہ فلم مکمل ہو جائے۔ کاش ایسا ہو سکے۔

سوال:۔ کیا وجہ ہے کہ آپ نے فلموں کے لیے پابندی سے گیت نہیں لکھے؟

جواب:۔ مجھے فلم کا ماحول کچھ پسند نہیں آیا۔ اس کی وجہ میرا لاابالی پن اور اپنی ادبی زندگی سے وابستگی ہے۔

سوال:۔ اردو کے بغیر فلم کی کامیابی و مقبولیت مشکوک ہے کیا یہ دعویٰ درست ہے؟

جواب:۔ بالکل صحیح ہے۔

سوال:۔ آپ کی ابھی تک کی مطبوعات؟

جواب:۔ حدیث دیگراں۔ آتش تر۔

سوال:۔ کیا آپ بھوپال کے کسی شاعر و ادیب سے متاثر ہیں اور کیوں؟

جواب:۔ بھوپال کے دو شاعروں سے بیحد متاثر ہوں ایک تو جناب شعری بھوپالی جو غزل کی روایات کے علمبردار ہیں، دوسرے محمد علی تاج صاحب جو نئی غزل کہتے ہیں اور بہت ہی خوب کہتے ہیں۔

www.taemeernews.com

دیویندر اِسّر سے ایک انٹرویو

محمد خالد عابدی:۔ کیا والد ماجد شری ناتھ اِسّر صاحب بھی قلمکار تھے ؟ (وہ کن زبانوں سے واقف ہیں اور اُن کی نگارشات و مطبوعات سے مطلع فرمائیں)

دیویندر ناتھ اِسّر:۔ نہیں وہ قلم کار نہیں تھے، ایڈوکیٹ تھے۔ اور انگریزی اردو ہندی پنجابی اور سنسکرت جانتے تھے۔

محمد خالد عابدی:۔ جب آپ کی ادبی زندگی کا آغاز کالج میگزین "مشعل" سے ہوا۔ اس وقت آپ کے بزرگ، اسلاف، اساتذہ، احباب نے آپ کی پہلی مطبوعہ تحریر پر کیا رائے قائم کی تھی ؟ نیز خود آپ کے کیا تاثرات تھے؟

دیویندر ناتھ اِسّر:۔ جب میری پہلی تخلیق کالج میگزین "مشعل" میں شائع ہوئی تھی تو اِسٹاف ایڈیٹر ڈاکٹر غلام جیلانی برقؔ صاحب نے اداریہ میں لکھا تھا کہ اگر یہ مقالہ مصنف کا ہی ہے تو میں یہ پیشین گوئی کرتا ہوں کہ آنے والے دور میں اس نوجوان کا نام ہندوستان کے صفِ اوّل کے ادیبوں میں شمار ہوگا۔ میری ادبی زندگی میں ڈاکٹر غلام جیلانی برقؔ (اردو) محمد اجمل صاحب (فلسفہ) اور صدیق کلیم صاحب (انگریزی) کا نمایاں رول رہا ہے۔ میرے اپنے تاثرات یہ تھے کہ اپنی تحریروں کو بہتر سے بہتر بنانے کے لئے مسلسل کوشش اور لگن کی ضرورت ہوتی ہے۔

www.taemeernews.com

محمد خالد عابدی:۔ آپ کی پہلی کہانی "چوری" کیا کہانی تھی، کس طرح کی کہانی تھی۔ اس کہانی کی وجہ تخلیق کیا تھی؟

دیویندر ناتھ اِسّر:۔ پہلی کہانی "چوری" ایک بہت ہی معمولی کہانی تھی جس میں تین چور اکٹھے ہوتے ہیں اور وہ تینوں ایسے چور ہیں جنھوں نے ایک دوسرے کے چوری کئے ہوئے مال کو چُرایا ہوتا ہے۔ اور اس طرح اُن چوروں کی زندگی اور مجبوریوں کو ابھارنے کی کوشش کی گئی تھی اس کی وجہ تخلیق یہی تھی۔

محمد خالد عابدی:۔ آپ نے ابھی تک جو کہانی / کہانیاں (افسانے) تخلیق فرمائی ہیں، ان کہانیوں میں بہترین کہانی کون سی ہے؟ اور آپ کے ناقد کس کہانی کو بہتر قرار دیتے ہیں؟

دیویندر اِسّر:۔ میں کسی کہانی کو بہترین قرار نہیں دیتا۔ جب بھی کوئی کہانی لکھی جاتی ہے اس وقت کیا محرکات ہوتے ہیں اس پر بہت کچھ منحصر کرتا ہے، اس وقت وہی کہانی سب سے اچھی نظر آتی ہے لیکن بعد میں نئی کہانی لکھنے کے بعد وہ پرانی سی نظر آنے لگتی ہے۔ اگر وہی کہانی بہترین ہوتی تو پھر لکھنے کی کوئی انسپریشن نہیں ہوتی۔ میری کہانیاں چرچا کا موضوع نہیں رہیں لہذا ان پر رائے اور کسی کہانی کو بہترین قرار دینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

محمد خالد عابدی:۔ کیا آپ نے اپنی تمام ادبی زندگی میں محض ایک ہی ڈراما "بھوکے دیوتا" لکھا ہے؟ کیا محترم اظہار کے لئے ڈرامے کو موزوں نہیں پاتے ہیں؟

دیویندر اِسّر:۔ جی ہاں۔ ایک ہی ڈرامہ "بھوکے دیوتا" لکھا ہے اور وہ بھی کالج کے زمانے میں میں ڈرامے کو اظہار کا ایک اہم ذریعہ سمجھتا ہوں، لیکن میں خود ڈرامہ لکھنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ ویسے میری کہانیوں کو بحیثیت

www.taemeernews.com

کہانیاں ہی اسٹیج پر پیش کیا جا چکا ہے۔

الدعابدی:۔ غالباً آپ نے ڈرامے پر تنقیدی مضامین لکھے ہیں۔ تاہم آج کا اردو ڈراما (اسٹیج، ریڈیو اور ٹی وی ڈراما) میں کن بنیادی کمزوریوں، خامیوں کو محسوس کرتے ہیں۔

یندر اِسر:۔ میں اکثر ڈراموں پر لکھتا رہا ہوں۔ انگریزی اور ہندی میں۔ آج کے اردو ڈرامے پر رائے دینے کے لئے مزید مطالعہ اور غور و فکر کے بعد الگ سے مضمون کی ضرورت ہے، لہٰذا اس پر سرسری رائے دینا صحیح نہیں۔

خالد عابدی:۔ اکثر پڑھنے میں آتا ہے کہ (اردو میں بھی ہندی میں بھی) اچھے ڈراموں کی کمی ہے، ڈراما لکھا ہی نہیں جا رہا ہے۔ ہمارے پاس اپنا تھیٹر نہیں ہے، بالخصوص اردو ڈرامے کے پاس اپنا تھیٹر نہیں ہے۔ کیا آپ اس امر سے اتفاق فرماتے ہیں؟

یندر اِسر:۔ اردو اور ہندی میں ڈراما لکھا جا رہا ہے اور اچھے ڈرامے بھی لکھے جا رہے ہیں لیکن یہ ضرور ہے کہ جو ڈرامے بنگلہ، مراٹھی یا ملیالم میں لکھے جا رہے ہیں وہ اس لئے مقدار اور معیار میں بہتر ثابت ہو رہے ہیں کہ ان زبانوں میں ایسے ادیب ہیں جو بنیادی طور پر ڈراما نگار ہیں۔ جہاں تک اپنا تھیٹر ہونے کا سوال ہے تو یہ اچھا ڈراما لکھنے اور اسٹیج پر پیش کئے جانے میں کوئی رکاوٹ نہیں، تھیٹر موجود ہے تھیٹر ہال موجود ہے ہدایت کار اور اداکار موجود ہیں جب بھی انہیں کوئی اچھا ڈراما ملتا ہے وہ اُسے پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں کبھی اور یجنل طور پر اور کبھی ترجمہ کی شکل میں۔ اردو کا معاملہ کوئی الگ حیثیت کا حامل نہیں ہر زبان کے ڈرامے کے ساتھ ایسا ہی

www.taemeernews.com

ہوتا ہے۔ بنگلہ ڈراما بنگلہ زبان سمجھنے والے دیکھتے ہیں تو کوئی ڈ
ترجمہ ہو کر پورے ہندوستان میں پھیل جاتا ہے۔ حال ہی میں
اُردو اکادمی نے اس طرف توجہ دی ہے اور اردو کے اوریجنل
اسٹیج پر پیش کیئے ہیں۔ یہاں میں ایک بات واضح کر دوں کہ
زبان کے بارے میں سینکڑوں صفحات سیاہ کرنے کے بجائے ایسے
اقدام زیادہ کارگر ثابت ہوں گے۔

محمد خالد عابدی:۔ آپ نے جب پہلی ہندی کہانی "پرتی کریا" لکھی تھی تو کیا آپ نے
اپنی کسی اردو کہانی کو ہندی روپ دیا تھا، یا بنیادی اور فکری طو
پر وہ ہندی زبان میں نازل ہوئی تھی۔ جب کہ آپ کی دوسری ارد
کہانی "ردّ عمل" یعنی پرتی کریا تھی؟

دیویندر اسّر:۔ ہندی میں میری پہلی کہانی "پرتی کریا" ہنس الہ آباد میں 1948
میں شائع ہوئی تھی اور یہ کہانی 'ردّ عمل' کا ترجمہ تھی جو ساقی کے
افسانہ نمبر 1947 میں شائع ہوئی تھی۔ شروع شروع میں، میں پہلے ج
اُردو میں لکھتا رہا ہوں اُسے میں ہندی میں منتقل کرتا تھا لیکن بعد میں
ایسا نہیں رہا کبھی پہلے ہندی میں لکھتا ہوں اور کبھی اُردو میں۔ بعد میں
اسکا ترجمہ دوسری زبان میں کرتا ہوں۔

محمد خالد عابدی:۔ گستاخی معاف آپ نے پرائمری کلاس میں، گھر میں خاندان میں یا
ماحول میں ہندی زبان اور اسکا دیوناگری خط پڑھ کر ہندی سیکھی پڑھی
یا شنیدہ ہندی لغطیات سے آپ کے ذہن وفکر میں۔

دیویندر اسّر:۔ میں ہندی اور اردو کا طالب علم اس معنی میں نہیں رہا کہ دونوں زبانیں
میں نے آپشنل طور پر پڑھی ہیں۔ کیونکہ تقسیم سے قبل پنجاب میں تعلیم
کا میڈیم اردو تھا لہذا بنیادی طور پر اردو ہی لکھتا پڑھتا رہا۔ تقسیم

www.taemeernews.com

کے بعد ہندی کی جانب توجہ کی ۔ اس معنی میں بچپن میں شنیدہ ہندی لفظیات ہی تک ہندی کا علم محدود تھا۔

خالد عابدی:۔ سرکار کے نزدیک آپ کی ہندی کہانی "مکتی" کس وجہ سے قابل اعتراض سمجھی گئی تھی؟ اور پھر اس کہانی کا کیا ہوا؟ یہ کہانی ضبط ہوئی؟ کیا آپ کے کسی مجموعے میں یہ کہانی محفوظ ہے؟ کیا اردو میں بھی یہ کہانی آپ نے منتقل فرمائی تھی؟ کس نام سے؟

نریندر اِستر:۔ "مکتی" کہانی ہنس الہ آباد میں چھپی تھی اور اسے سرکار کے خلاف بےچینی پھیلانے اور اس کی اتھارٹی کمزور کرنے کا الزام تھا حکم کے الفاظ یہ ہیں۔

Issue of March 1949 the contents of the story Mukti (मुक्ति) on para 244 — 251, have mischievously misrepresented the Covt and have therby Contemplated Bringing it into disaffectionhatred and Contempt.

یہ کہانی افکار کے سالنامے 1949 میں بھی شائع ہوئی تھی اور میرے اولین مجموعہ گیت اور انگارے" میں اور ہندی میں 'کہانی کا انت' میں مجموعہ میں شامل ہے۔ ایک دلچسپ بات یہ بھی ہے کہ رسالہ ہنس کو جن دیگر کہانیوں کے باعث عتاب کا شکار ہونا پڑا اسمیں کرشن چندر ملک راج آنند اور اکشے کی کہانیاں بھی شامل تھیں۔

خالد عابدی:۔ آپ کن محکمہ جات اور کن عہدوں پر فائز رہے ہیں۔ آپ کی تخلیقات میں آپ کی ملازمت کا پر تو یا ماحول کتنا ہے؟

نریندر اِستر:۔ میں نے اپنی "روزگاری" زندگی کا آغاز بحیثیت ایک صحافی کے

www.taemeernews.com

روزنامہ 'امرت' کانپور سے کیا بعد میں دلّی میں نو برس تک پڑھ
کا سلسلہ جاری رہا۔ اور پھر مختلف سرکاری انگریزی رسالوں کی ا
کا کام کیا اور 'کمیونی کیشن' کے شعبہ سے منسلک رہا اور پڑھانے
کام جاری رکھا۔ سوائے کالج میں پڑھانے کے دور کے ملازمت
میرے لکھنے پر کوئی اثر نہیں رہا۔

محمد خالد عابدی:- آپ اردو اور ہندی میں باقاعدہ لکھتے ہیں بالخصوص ہندی میں لکھ
وقت (دیوناگری رسم الخط میں لکھتے وقت) آپ کو کسی طرح کی دشوا
تو پیش آتی ہوگی؟ کیا آپ پہلے اردو میں لکھتے ہیں اور بعدہٗ اسے
ہندی کر لیتے ہیں؟ آپ اپنی تخلیق کا ترجمہ کرتے ہیں یا براہ راست
طبعزاد ہندی میں لکھتے ہیں؟

دیویندر اسر:- شروع شروع میں ہندی میں لکھتے وقت ضرور دشواری پیش آ
تھی۔ اب ایسا نہیں ہے۔ جیسا میں نے پہلے عرض کیا ہے کہ اب
پہلے اردو میں لکھتا ہوں اور کبھی پہلے ہندی میں۔ اور بعد میں ا
کا ترجمہ کر لیتا ہوں۔ اس معنی میں دونوں زبانوں میں طبعزاد بھی لکھا
ہوتا ہے اور ترجمہ بھی۔

محمد خالد عابدی:- کیا آپ نے اپنے اسفار کو سفرنامے کی شکل بھی دی ہے؟

دیویندر اسر:- جی نہیں میں نے کوئی سفرنامہ نہیں لکھا۔ لیکن مختلف موضوعات پر
مضامین وغیرہ ضرور لکھے ہیں۔ جن کا تعلق مختلف ممالک کے دورے
یا قیام کے دوران سابقہ پڑا جیسا کہ، نسوانی تحریک، رد نفسیات
اسٹریٹ تھیٹر، برلیشن تحریکیں، طلبار اور نوجوانوں کی بغاوت
قلبی آزادی اور طرز عمل، گوریلا ٹیلویژن ہندی میں یہ مختلف سالا
میں شائع ہوتے رہے ہیں کتاب کی صورت میں بھی شائع ہو چکے ہیں

www.taemeernews.com

اُردو اور انگریزی میں ان میں سے چند مضامین ہی جراید میں شائع ہوئے ہیں۔

خالد عابدی:۔ آپ مختلف موضوعات پر لکھتے ہیں۔ دیکھا گیا ہے کہ لوگ اس پر اعتراض کرتے ہیں کہ آپ ہمہ اصناف پر لکھتے ہیں۔ اس طرح آپ اس صنف سے کما حقہ انصاف نہیں کر پاتے ہیں۔ کیا اس طرح کے امور سے آپ کا سابقہ پڑا ہے؟

یوپیندر اِستر:۔ جی ہاں میں مختلف موضوعات پر لکھتا ہوں۔ سائنس، ادب، سماجیات نفسیات اور نہ جانے کتنے ہی موضوعات پر، اور جس موضوع پر لکھتا ہوں اس کا پورا مطالعہ کر کے لکھتا ہوں۔ میرا سوال تو آپ سے ہے کہ آپ کسی بھی موضوع پر میرے کسی مضمون کا حوالہ دے کر بتائیں کہ اس سے انصاف نہیں ہوا۔ وہ کون لوگ ہیں جو اعتراض کرتے ہیں؟ میں اپنے سوال کو پھر دہرا رہا ہوں۔ میں نے اردو میں نئے سے نئے موضوعات پر لکھا ہے۔

خالد عابدی:۔ اس وقت جو ہندی ڈراما لکھا جا رہا ہے وہ آپ کو کس حد تک متاثر کر رہا ہے اور اس میں کیا روشن امکانات ہیں۔ اور اردو ڈراما مستقبل میں کیا صورت اختیار کرے گا؟

یوپیندر اِستر:۔ یہ اس پر منحصر کرتا ہے کہ ڈراما لکھنے پر کتنی محنت اور لگن کا ثبوت دیا جاتا ہے میں تو اردو یا ہندی ادب کے مستقبل کے بارے میں بھی کچھ نہیں کہہ سکتا۔ ڈراما کے بارے میں کیا کہوں گا۔ نئی نسل کے پاس جو اطلاعات کا خزانہ ہے۔ تیزی سے بدلتا ہوا ماحول ہے وسعت ہے تنوع ہے آج کا ادب کس حد تک اس کو متاثر کر سکتا ہے یہ ریسرچ کا موضوع ہونا چاہیئے۔

www.taemeernews.com

محمد خالد عابدی :- ابھی تک جو مکتوباتی ادب شائع ہوا ہے۔ آپ کی نظر میں اُس کی کیا وقعت ہے۔ مکتوباتی ادب کے لئے آپ کس طرح سوچتے ہیں ؟

دیویندر اِسّر :- مکتوباتی ادب کے بارے میں، میں نے کچھ سوچ وچار نہیں کیا لہذا کوئی رائے نہیں رکھتا۔

محمد خالد عابدی :- اردو تعلیم افسوسناک حد تک زوال کی صورت اختیار کرتی جا رہی ہے، اس کی ترویج و بقا کے لئے کیا مؤثر طریقہ ہے ؟

دیویندر اِسّر :- اردو تعلیم نہیں بلکہ تمام تر تعلیم افسوسناک حد تک زوال کی صورت اختیار کرتی جا رہی ہے۔ اس کے لئے کتنے ہی کمیشن بٹھلائے جا چکے ہیں قومی پالیسی بھی تیار کی گئی ہے لیکن نتیجہ کچھ نہیں نکلا۔ اس کا تعلق قومی Priority سے ہے تعلیم اس میں بہت نچلے درجے پر ہے۔ اردو تعلیم کا مسئلہ اس لئے بھی پیچیدہ ہے کہ اس کی رہنمائی روشن خیال لوگوں کے بجائے سیاست دانوں کے ہاتھوں میں آگئی ہے اور وہ اس کا جو حشر کر رہے ہیں اس پر کسی مزید تبصرہ کی ضرورت نہیں۔

محمد خالد عابدی :- اب کچھ اردو والے بھی رسم الخط کی طرف سے مایوس نظر آتے ہیں۔ اکثر کہا جاتا ہے کہ اُردو کو دیوناگری رسم الخط اختیار کر لینا چاہیئے۔ آپ کے فکر و عمل میں کیا ہے ؟

دیویندر اِسّر :- میں رسم الخط بدلنے کے حق میں نہیں۔ ایک فعال معاشرے میں مختلف زبانوں اور رسم الخطوں کو فروغ کے عام ذرائع مہیا ہونے چاہیئے۔ ادب ہو یا زبان یا تہذیب یا لوگوں کا کوئی فرقہ ! اُسے ایک سانچے میں ڈھالنا صحیح نہیں۔

محمد خالد عابدی :- آپ صحافی بھی تو رہے ہیں تو آپ کا صحافتی نظریہ کیا رہا ہے؟ کیا اس کا اطلاق ہندوستان کی ہر زبان کی صحافت و صحافی پر ہوگا یا

www.taemeernews.com

صرف اردو، ہندی، انگریزی پر؟

دیویندر اسر :- میں نے دو طرح کی صحافت کی ہے۔ سرکاری اور غیر سرکاری۔ دونوں میں فرق ہے جیسا کہ میں نے اس سے پہلے سوال کے جواب میں عرض کیا ہے کہ ہر علاقے، تہذیب، نسل، فرقے، زبان کی ضرورتیں الگ الگ ہوتی ہیں لہذا ان سب کے مشترک مسائل کو مدنظر رکھتے ہوئے مخصوص مسائل کیطرف بھی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ اردو، ہندی، انگریزی صحافت کے قارئین میں مجھے بہت کم ایسا نظر آتا ہے جو مشترک ہو۔ ہندوستان کا نیشنل انگریزی اخبار مغرب زدگی کا اس حد تک شکار ہے کہ وہ ہندوستان کے مسائل کو نظر انداز کر رہا ہے اردو اخبارات کے قارئین دائرے سے غیر مسلم حلقہ غائب ہوتا جا رہا ہے۔ ہندی اخبارات اور اسی طرح علاقائی اخبارات اپنے اپنے علاقے کی تنگ نظری کا شکار ہو رہے ہیں۔ آج دنیا جس تبدیلی سے گذر رہی ہے اس میں گلوبل قومی اور علاقائی مسائل اور اشتراک میں توازن اور اشتراک کی ضرورت ہے۔ اشرافیہ اور عام لوگوں کی تفریق کو بھی ختم کرنے کی ضرورت ہے۔

محمد خالد عابدی :- اردو ناولٹ، طویل افسانہ اور منی افسانہ / افسانچہ بھی کیا آپکی تحریروں میں ہیں؟

دیویندر اسر :- میں افسانے لکھتا ہوں! طویل افسانہ / منی افسانہ / افسانچہ وغیرہ کے بارے میں میں نے کبھی نہیں سوچا۔ ایک ناول نما کتاب ضرور لکھی ہے تبصرہ نگار اس کی صنف متعین کرنے میں دشواری محسوس کرتے ہیں اور مجھے خود معلوم نہیں یہ کیا ہے؟

محمد خالد عابدی :- فلموں کی ترقی میں اردو کا حصہ نمایاں رہا ہے۔ کیا محترم اتفاق فرماتے ہیں؟

دیویندر اسر :- جی ہاں فلموں کی ترقی اور مقبولیت میں اردو کا نمایاں حصہ رہا ہے۔

www.taemeernews.com

رام لال سے ایک انٹرویو

محمد خالد عابدی :- رام لال صاحب آپ کب اور کہاں پیدا ہوئے ؟

رام لال :- ۳ر مارچ ۱۹۲۳ء کو میانوالی مغربی پنجاب (پاکستان) میں۔

محمد خالد عابدی :- رام لال صاحب ، کیا آپ کا اصلی اور قلمی نام یہی ہے ؟

رام لال :- پورا نام رام لال چھابڑہ ہے۔

محمد خالد عابدی :- آپ کی ادبی زندگی کا آغاز کب ہوا۔ اور آپ کا پہلا ادبی رہنما کون ہے؟

رام لال :- ۱۹۴۰ء کے آس پاس افسانے لکھنے لگا تھا۔ یوں تو میرا حقیقی رہنما میرا مطالعہ ہی تھا۔ لیکن ۱۹۴۳ء میں احمد ندیم قاسمی سے لاہور میں راہ و رسم حاصل ہوئی تھی۔ میرا پہلا افسانہ ۱۹۴۳ء میں شائع ہوا تھا۔

محمد خالد عابدی :- کیا دیگر افسانہ نگاروں کی طرح آپ نے بھی " شاعری " سے ادبی زندگی کا آغاز کیا تھا ؟

رام لال :- جی نہیں۔

محمد خالد عابدی :- کیا یہ ادبی ذوق آپ کو ورثے میں ملا ہے ؟

رام لال :- جی نہیں۔

محمد خالد عابدی :- آپ کا پہلا افسانہ کب اور کہاں شائع ہوا تھا ؟

رام لال :- پہلا افسانہ " تھوک " ہفتہ وار خیام لاہور میں ۱۹۴۳ء میں چھپا تھا۔

محمد خالد عابدی :- آپ کے اس پہلے افسانے کی اشاعت کے بعد آپ کے عزیز و اقارب

www.taemeernews.com

احباب اور قارئین وغیرہ کے کیا تاثرات تھے ؟

م لال :۔ عزیز و اقارب کو تو اس کی خبر بھی نہ ہو سکی ۔ ہاں چونکہ اس افسانے کے ساتھ ایڈیٹر (شبلی بی کام) کا ایک مختصر سا تعریفی نوٹ بھی تھا اس لئے ادیبوں اور ایڈیٹروں نے اس کا خاصا نوٹس لیا تھا ۔ خوشتر گرامی ایڈیٹر بیسویں صدی لاہور نے شبلی صاحب کو فون کر کے میرا پتہ معلوم کیا تھا اور مجھے خط لکھا تھا اور اپنے رسالے میں لکھنے کے لئے دعوت دی تھی ۔ احمد ندیم قاسمی اور شورش کاشمیری نے ملاقات ہونے پر بڑی تعریف کی تھی اور قمر تسکین نے اس افسانے کو ایک انتخاب "نئی خوشبوئیں" میں شامل کیا تھا ۔ اسی افسانے کی وجہ سے قمر تسکین نے مجھے اپنے ڈنر میں بھی مدعو کیا تھا جس میں شورش کاشمیری کے علاوہ کئی ادیب شریک تھے ۔ وہاں اس افسانے کا کافی ذکر رہا تھا ۔

محمد خالد عابدی :۔ آپ کیوں لکھتے ہیں اور کیوں کر لکھتے ہیں ؟

م لال :۔ اپنے اظہار کے لئے لکھتا ہوں اور دوسروں کو اپنے تجربوں میں حصہ دار بنانے کے لئے لکھتا ہوں ۔ مشاہدے اور فکر کے لمحے کوئی خیال یا خاکہ یا پورا افسانہ دے دیتے ہیں ۔

محمد خالد عابدی :۔ کیا یہ دعویٰ درست ہے کہ افسانہ ، ادب کی تمام اصناف پر چھایا ہوا ہے؟

م لال :۔ جی ہاں اس وقت اردو کا افسانہ ہی ہے جو دوسری اصناف ادب سے زیادہ مقبول ہے ۔

محمد خالد عابدی :۔ کیا اردو افسانہ سے "ہندی کہانی" بہت آگے ہے ؟

م لال :۔ جی ہاں ہندی والوں کے سامنے رسائل کی بھی کمی نہیں اور انہیں اپنی ہر تخلیق کے لئے معاوضہ بھی مل جاتا ہے ۔ اُردو کے تین رسائل کو

www.taemeernews.com

چھوڑ کر باقی رسالوں کے ایڈیٹر انتہائی طور پر قدامت پسند ہیں۔ معاوضہ دینے کے بارے میں سب ہی بیحد کنجوس یا چور واقع ہوئے ہیں۔

محمد خالد عابدی :۔ ایک اچھے افسانہ نگار کی کیا ذمہ داریاں ہیں؟

رام لال :۔ مشاہدہ کرے، زندگی کی سچی اور کھری تصاویر اُتارنے اور فن کے دائرے سے کبھی باہر نہ جائے۔

محمد خالد عابدی :۔ کیا "مقصدیت" سے افسانے کا "وحدت تاثر" ختم ہو جاتا ہے؟

رام لال :۔ جی نہیں اگر اسے فن کے دائرے کے اندر ہی رہنے دیا جائے اور تخلیق کے پروپیگنڈے کی بھونڈی شکل نہ دی جائے۔

محمد خالد عابدی :۔ افسانہ میں "مقامی رنگ" کی کیا اہمیت ہے؟ کیا آپ نے بھی مقامی رنگ اختیار کیا ہے؟

رام لال :۔ مقامی رنگ، علاقائی تہذیب کی تصویر کشی کو بھی کہا جا سکتا ہے۔ جیسے پریم چند نے اتر پردیش کے دیہات کو پیش کیا۔ احمد ندیم قاسمی نے مغربی پنجاب کے دیہات کو اور بلونت سنگھ نے مشرقی پنجاب کے۔ ہم لوگ بعض خاص خاص شہروں کے مزاج کی عکاسی بھی کرتے ہیں۔ بمبئی، دلّی، کلکتہ یا لکھنؤ کی۔ میں نے کسی افسانے میں میانوال کے دیہات اور پسماندہ طبقوں کو بھی پیش کرنے کی کوشش کی۔ اور کلکتہ اور لکھنؤ کے بارے میں بھی چند افسانے لکھے مقامی رنگ کی اہمیت کی خاص جگہ یا علاقے کے مزاج کو کامیابی سے پیش کرنے میں ہی مضمر ہوتی ہے۔ جیسے واجدہ اور جیلانی بانو کی شروع کی کہانیوں میں حیدرآباد پوری طرح جھلک کر آتا ہے کرشن چندر کشمیر کی زندگی پر لکھتے رہے ہیں۔ اب وہ بمبئی کے ہر طبقے کے بارے میں کامیابی سے لکھ لیتے ہیں۔

www.taemeernews.com

محمد خالد عابدی :۔ افسانے میں " نقطۂ عروج " کیا تصور ہے اور افسانے میں اُس کی کیا اہمیت ہے؟

رام لال :۔ عروج سے مُراد وحدت تاثر ہے جو افسانے کی بتدریج تکمیل کے ساتھ ساتھ قاری کو اپنی پوری گرفت میں لے کر آگے بڑھتا ہے۔

محمد خالد عابدی :۔ کیا واقعی " موضوع کی تلاش " افسانہ نگار کے لئے ایک مشکل مسئلہ ہے؟ اور آپ کس طرح موضوع تلاش کرتے ہیں؟

رام لال :۔ جی ہاں مشکل تو ہے۔ اگر لکھنے والا نئے سے نئے موضوعات تلاش کرنے میں یقین رکھتا ہے تو ماحول اور کردار تلاش کرنے میں بھی مشکل پیش آتی ہے۔ لکھنے والا جب تلاش اور فکر کا عادی ہو جاتا ہے تو وہ اُسے افسانے کی یہ جملہ خصوصیات اپنے آپ مل جاتی ہیں۔

محمد خالد عابدی :۔ " افسانہ " قارئین و سامعین کے لئے کس طرح دلچسپی کا موجب بنتا ہے؟

رام لال :۔ موضوع دلچسپ ہو، کردار متاثر کر سکتے ہیں اور زبان عام فہم اور آسان ہو۔

محمد خالد عابدی :۔ آپ افسانے کے لئے کس " اسلوب " کو ترجیح دیتے ہیں اور کیوں؟

رام لال :۔ اسلوب کا مسئلہ لکھنے والے کے مزاج سے جُڑا ہوا ہوتا ہے۔ اس میں کسی کوشش یا تقلید کو دخل نہیں ہونا چاہیئے۔ جو شخص اپنے مزاج کے مطابق بات کرے وہ اُس کے لئے آسان ترین ذریعۂ اظہار ہوگا۔

محمد خالد عابدی :۔ آپ نے اپنے افسانوں میں کیا نئے تجربات پیش کیے ہیں؟

رام لال :۔ میرے لئے افسانوں میں تجربہ زندگی کے مختلف رویّے ہیں جنہیں میں پیش کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہوں۔ فارم وغیرہ کے لئے تجربے ضمنی ہیں۔

محمد خالد عابدی :۔ آپ اپنے افسانوں کے " عنوانات " کس طرح قائم کرتے ہیں؟

www.taemeernews.com

رام لال :۔ عنوان کا رشتہ افسانے کے بنیادی خیال یا کردار سے ضرور ہونا چاہئے اس کے لئے مجھے کافی تردد کرنا پڑتا ہے۔ بعض اوقات بہت اچھے عنوانات سوجھ جاتے ہیں لیکن کبھی کبھی بڑی دقت بھی پیش آتی ہے

محمد خالد عابدی :۔ آپ کن اردو افسانہ نگاروں سے متاثر ہیں اور کیوں ؟

رام لال :۔ میں نے سعادت حسن منٹو، کرشن چندر اور راجندر سنگھ بیدی کو اکثر پسند کیا ہے۔ دوسرے بھی کئی افسانہ نگار جن کی بعض تخلیقات کو اچھا سمجھتا ہوں۔ لیکن میں نے کسی سے متاثر ہو کر نہیں لکھنا شروع کیا اگرچہ ذہنی ہم سفری کو اہمیت بھی دیتا ہوں۔

محمد خالد عابدی :۔ کیا وجہ ہے کہ "جدید افسانہ" کو لوگ اس دلچسپی سے نہیں پڑھتے جیسے کہ روایتی افسانہ پڑھا جاتا ہے ؟

رام لال :۔ جدید افسانہ ۱۹۳۳ء سے لکھا جا رہا ہے۔ پریم چند کے "کفن" سے روایتی افسانہ یا داستانی افسانہ اُس سے پہلے لکھا جاتا تھا۔ 'جدید' کے معنے تجریدیت یا ابہام میں مضمر نہیں ہیں بلکہ جدید رویّوں میں پوشیدہ ہیں۔

محمد خالد عابدی :۔ ادب میں عصری آگہی سے کیا مراد لی جاتی ہے ؟

رام لال :۔ اپنے گرد و پیش کی معاشرتی اور سماجی تبدیلیوں کے علاوہ عالمی حالات کی بصیرت بھی حاصل ہونی چاہیئے۔ ماضی کا شعور بھی ضروری ہے۔ تب جا کر ایک عصری آگہی کا ایک تخلیقی احساس پیدا ہوتا ہے۔

محمد خالد عابدی :۔ بالخصوص جوگندر پال اور کشمیری لال ذاکر کی افسانہ نگاری کے بارے میں آپ کے کیا تاثرات ہیں ؟

رام لال :۔ جوگندر پال ایک ذہین افسانہ نگار ہے۔ اُس کے یہاں تخلیقی جستجو کی ایک انتھک لگن موجود ہے۔ اُس نے بعض افسانے بہت اچھے

www.taemeernews.com

لکھے ہیں مثلاً کچھوئے، بازیافت، وغیرہ۔ بہت زیادہ لکھنے کی وجہ سے وہ یکسانیت کا شکار بھی ہو رہا ہے۔ لیکن زیادہ لکھنے سے قلم میں زنگ نہیں لگتا۔ دیکھنا یہ چاہیئے کہ وہ بہت سی کہانیوں میں چند بہت اچھی کہانیاں کون سی دے سکتا ہے۔ ہمیں اپنی بہت اچھی کہانیوں پر نظر رکھنی چاہیئے۔ کشمیری لال ذاکر کو میں نے زیادہ نہیں پڑھا۔ جتنا کچھ پڑھا ہے اُس سے اُس کی نئی تخلیقی دریافتوں کا احساس نہیں ہوتا۔ وہ جذباتیت اور رومان میں زیادہ یقین رکھتا ہے جو پانچویں دہائی میں کچھ خاص قسم کے افسانہ نگاروں کا مزاج بن گیا تھا۔ وہ محنت اور جستجو کرنا چاہے تو اب بھی کوئی ایسی تخلیق دے سکتا ہے جو اُردو ادب کا ایک حصہ بن جائے گی۔ کیوں کہ اُس کے پاس کہانی کا ایک مزاج تو ہے ہی۔

محمد خالد عابدی:۔ کیا ایک طویل افسانہ، ناولٹ کی شکل اختیار کر سکتا ہے؟

رام لال:۔ کر سکتا ہے اگر اُس میں واقعات، کردار اور بنیادی خیال کی تشکیل ناولٹ کے انداز سے کی جائے تو۔

محمد خالد عابدی:۔ کیا "ناولٹ" افسانہ اور ناول کے درمیان کی چیز ہے؟

رام لال:۔ قریب قریب۔

محمد خالد عابدی:۔ آپ کے نزدیک "ناولٹ" کی جامع و مستند تعریف کیا ہو سکتی ہے؟

رام لال:۔ جو افسانے کی طرح مختصر نہ ہو اور ناول کی طرح پھیلا ہوا نہ ہو۔ لیکن اس کی وحدت تاثر ایک افسانے کی طرح ہو اور ضخامت ناول سے اس قدر کم ہو کہ سو سوا سو صفحات میں ضرور آجائے۔

محمد خالد عابدی:۔ ابھی تک جو ناولٹ لکھے گئے ہیں اُن میں سے آپ کسے پسند کرتے ہیں اور کیوں؟

www.taemeernews.com

رام لال :۔ قرۃ العین حیدر کا "ہاؤسنگ سوسائٹی" اور "چائے کے باغ" اُن کے کردار، ماحول، زبان و بیان کی وجہ سے میں نے اُنہیں پسند کیا ہے

محمد خالد عابدی :۔ "آگ کا دریا" عصر حاضر کا عظیم ناول ہے۔ کیا آپ اس امر سے اتفاق کرتے ہیں ؟

رام لال :۔ جی ہاں۔

محمد خالد عابدی :۔ کیا وجہ ہے کہ اردو ناولوں پر فلم نہیں بنتے ؟

رام لال :۔ اسے پروڈیوسروں کی بے اعتنائی ہی کہا جا سکتا ہے۔ وہ عام طور پر پڑھتے لکھے نہیں ہوتے۔ فلموں کی کمرشیل مارکٹ میں زیادہ تر مغربی فلموں کے چربے اُتار لئے جاتے ہیں یا فلم کامیاب اور فارمولہ فلموں کی کہانیوں کو ہی جوڑ توڑ کر نئی کہانی تیار کر لی جاتی ہے۔ اس کام کے لئے بمبئی میں کئی فلمی رائٹر یہ دھندہ کر رہے ہیں۔ اچھے ادبی ناولوں اور افسانوں پر فلم کے نقطۂ نظر سے کام کرنے کے لئے اچھے اور ذہین پروڈیوسروں کی ضرورت ہے جو ادبی ذوق بھی رکھتے ہوں اور بھیڑ چال کو بدلنے کا حوصلہ بھی۔

محمد خالد عابدی :۔ کیا آپ نے ڈرامے بھی لکھے ہیں ؟

رام لال :۔ جی ہاں۔ ریڈیو کے لئے دو درجن سے زاید ڈرامے لکھ چکا ہوں جو لکھنؤ، بمبئی، دہلی، سری نگر جموں اور جالندھر سے پیش کئے جا چکے ہیں۔ ایک ڈراما 'آدھا آدمی' اسٹیج کے لئے لکھا تھا۔ ۱۹۷۲ء میں بنارس اور لکھنؤ میں پیش کیا گیا تھا۔

محمد خالد عابدی :۔ آپ کا پہلا ڈراما کب اور کہاں شائع ہوا تھا ؟

رام لال :۔ پہلا ڈراما "شاعر" میں کئی سال پہلے چھپا تھا جس کا نام یاد نہیں آرہا ہے۔

www.taemeernews.com

[خالدعابدی:۔ کیا وجہ ہے کہ اب آپ نے ڈرامے لکھنا ترک کر دیا ؟

[م لال :۔ اب بھی کبھی کبھی ریڈیو کے لئے لکھتا ہوں۔ آج کل ٹی۔وی کے لئے لکھ رہا ہوں۔ اسٹیج کے ڈرامے پیش کرنے کے لئے بہت سا روپیہ چاہیئے اسس کے علاوہ اس کے ٹکٹوں کے لئے PUSHSALES کرنی پڑتی ہے۔ لوگ اپنے شوق سے بہت کم ڈرامے دیکھنے کے لئے جاتے ہیں۔

[مد]خالدعابدی:۔ کسی بھی ادب میں " انٹرویو " کی کیا اہمیت ہے ؟

[ر]ام لال :۔ اگر انٹرویو لینے والا ادیب کے تخلیقی سوتوں کو دریافت کرنے میں کامیاب ہو سکے اور ادیب اپنی زندگی کے ایسے عام رُخ بھی بے نقاب کر دے جو دوسروں کی نظر سے پوشیدہ ہوں۔

[مد]خالدعابدی:۔ "انٹرویو" کے سلسلے کو مزید بہتر بنانے کے لئے آپ کی کیا اصلاح و تجاویز ہیں؟

[ر]ام لال:۔ جس کا انٹرویو لینا ہو اُس کے ادب کا بھرپور مطالعہ کرنا چاہیئے۔ اُس کے بارے میں دوسروں کے خیالات بھی معلوم ہونے چاہئیں۔ پھر وہ اُن سوالات کو تیار کرلے جسے وہ خود جاننا چاہتا ہے یا ان کے بارے میں دوسروں کو آگاہ کرنا چاہتا ہے۔

[مد]خالدعابدی:۔ کیا اردو کا موجودہ رسم الخط بدل دینے سے اُردو زبان کی ترقی و بقا کے امکانات پیدا ہو جائیں گے ؟

[ر]ام لال :۔ جی نہیں۔ رسم الخط بدل دینے سے خود اُردو کا ہی مزاج بدل جائے گا۔ اُردو زبان کو اپنے موجودہ رسم الخط کے ساتھ زندہ رہنا ہوگا۔

[احمد]خالدعابدی:۔ اُردو زبان و ادب کے بغیر فلم کی مقبولیت و کامیابی مشکوک ہے کیا یہ دعویٰ درست ہے ؟

www.taemeernews.com

رام لال :۔ کسی حد تک ۔

محمد خالد عابدی :۔ رام لال صاحب ! آپ کی مطبوعات ....؟

رام لال :۔ انقلاب آنے تک ، نئی دھرتی پرانے گیت ، گلی گلی ، وہ مسکرائے گی ، کل کی باتیں ، چراغوں کا سفر ، آواز تو پہچانو ، انتظار کے قیدی ، اُکھڑے ہوئے لوگ ، گذرتے قدموں کی چاپ ، یہ سب افسانوی مجموعے ہیں ۔ ناولٹ مٹھی بھر دھوپ ، کہرا اور مسکراہٹ ۔

www.taemeernews.com

رضا نقوی واہی سے ایک اِنٹرویو

الدعابدی:۔ واہی صاحب آپ کب اور کہاں پیدا ہوئے ؟

ہی صاحب:۔ یکم فروری ۱۹۱۵ء کو موضع بجھوا ضلع سارن، بہار میں پیدا ہوا۔

الدعابدی:۔ آپ کی ادبی زندگی کا آغاز کب ہوا اور آپ کا ادبی رہنما کون ہے ؟

ہی صاحب:۔ اسکول میں ساتویں یا آٹھویں کلاس میں تھا تبھی غلط صحیح شاعری شروع کردی تھی۔ مطالعہ اور ذوق نے ہمیشہ رہنمائی کی۔ کالج کے زمانے میں جوش کی شاعری سے متاثر ہوا اور اسی زمانے سے موضوعاتی سنجیدہ نظمیں اور کبھی کبھی غزلیں لکھنے لگا۔

الدعابدی:۔ آپ کیوں لکھتے ہیں اور کیوں کر لکھتے ہیں ؟

ہی صاحب:۔ جی چاہتا ہے تو لکھتا ہوں۔ کوئی موضوع ذہن میں آتا ہے تو اسے نظم میں ڈھال دیا کرتا ہوں۔ کیونکر لکھتا ہوں اس جملے کا مطلب نہیں سمجھا۔

الدعابدی:۔ لکھتے وقت آپ کو بالعموم کس طرح کا ماحول درکار ہوتا ہے ؟

ہی صاحب:۔ لکھتے وقت تنہائی مرغوب ہوتی ہے۔ ورنہ تنہائی کے بغیر بھی اشعار ڈھلتے رہتے ہیں۔

الدعابدی:۔ آپ نے طنز و مزاح ہی کیوں اختیار کیا ؟

اہی صاحب:۔ ابتدا میں بکثرت سنجیدہ نظمیں لکھتا رہا، لیکن کبھی کبھی۔ سرکاری ملازم ہونے کی وجہ سے جب سنجیدہ نظموں میں اظہار خیال سے پکڑے جانے

www.taemeernews.com

کا اندیشہ ہوتا تو مزاح اور طنز کے پیرایہ میں اپنی باتیں کہہ جاتا لیکن ۱۹۴۹ء سے باقاعدہ طور پر طنزیہ رنگ اختیار کیا اس لئے کہ سنجیدہ نظمیں سبھی کہتے تھے جب کہ طنزیہ شاعری کا میدان بالکل خالی تھا۔

خالد عابدی :۔ آپ نے طنز و مزاح کے لئے نظم کا ہی کیوں انتخاب کیا ؟ نثر کو اظہار خیال کا ذریعہ کیوں نہ بنا سکے ؟

واہی صاحب :۔ اپنے خیالات کا اظہار نظم میں آسانی سے کر لیتا ہوں نثر لکھنے کی مشق نہیں کی۔

خالد عابدی :۔ آپ کے مخصوص مزاحیہ کردار کون سے ہیں ؟ کیا یہ حقیقی کردار ہیں ؟

واہی صاحب :۔ میرا کوئی مخصوص مزاحیہ کردار نہیں ہے۔ البتہ معاشرے میں جہاں کہیں بھی کوئی بڑ نظر آتا ہے، میں نشاندہی کر دیتا ہوں۔ چاہے اس کی زد میں اپنا کوئی دوست ہی کیوں نہ ہو یا خود اپنا آپ ہی کیوں نہ ہو۔

خالد عابدی :۔ آپ کی پہلی تخلیق کس صنف میں تھی ؟

واہی صاحب :۔ ساتویں یا آٹھویں کلاس میں تھا تبھی سے کچھ نہ کچھ لکھتا تھا۔ لیکن عموماً وہ سنجیدہ کلام ہوتا تھا۔ پہلی تخلیق کب ہوئی یہ کہنا دشوار ہے۔

خالد عابدی :۔ کیا آپ کو طنز و مزاح اور بالخصوص نظم میں اپنا Scope بہتر نظر آیا ؟

واہی صاحب :۔ شاعری کسی منصوبہ کے تحت نہیں کرتا، اس لئے Scope کی بہتر یا بدتر نظر آئے اس پر کبھی توجہ نہیں دی۔

خالد عابدی :۔ اُردو طنز و مزاح زیادہ مقبول ہے بہ نسبت ہندی طنز و مزاح کے کیا یہ دعویٰ درست ہے ؟

واہی صاحب :۔ ہندی ادب سے بہت کم واقف ہوں، اس لئے اُردو ہندی کے مزاحیہ ادب کا تقابل میرے بس کی بات نہیں۔

خالد عابدی :۔ ایک کامیاب مزاح نگار کے لئے کن کن صلاحیتوں کا ہونا ضروری ہے

www.taemeernews.com

ہی صاحب:۔ اُسے سیاسی سماجی اور ادبی ہر قسم کے مسائل سے گہری واقفیت ہونی چاہیئے۔ نیک و بد کی تمیز کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ فنکار کے دل میں ہمدردی کا جذبہ ہو۔

الدعابدی:۔ طنز نگار اور مزاح نگار کے حقیقی کمال کیا ہیں؟

اہی صاحب:۔ جو دوسروں پر ہنسنے سے زیادہ اپنی کوتاہیوں پر ہنسنے والا ہو۔

الدعابدی:۔ طنز و مزاح نگار کس چیز کا مرہون منت ہوتا ہے؟

اہی صاحب:۔ ادب، سیاست، معاشرہ کی بے راہ رویوں کا، جو اس کے فن کو غذا دیتی ہیں۔

الدعابدی:۔ آپ کن طنزیہ و مزاحیہ شاعروں سے متاثر ہیں اور کیوں؟

اہی صاحب:۔ سید محمد جعفری اور دلاور فگار نے مجھے متاثر کیا ہے۔ دونوں کے یہاں سنجیدہ طنز و مزاح کا سرمایہ بڑے پیمانے پر موجود ہے۔ اُن کے کلام میں کہیں بھی ابتذال یا پھکڑ پن نہیں پایا جاتا۔ ایک طنزیہ یا مزاحیہ شاعر کا بڑا کمال یہی ہے کہ اس کا کلام ثقہ مجلس میں بھی پڑھا یا سُنا جائے۔

الدعابدی:۔ "سنجیدہ شاعری کے مقابلے میں طنزیہ و مزاحیہ شاعری کرنا مشکل ہے"۔ آپ کا کیا خیال ہے؟

اہی صاحب:۔ یہ بات شاعروں کے اپنے مزاج پر منحصر ہے۔ مشکل اور آسان کا سوال پیدا نہیں ہوتا جس شاعر کا رجحانِ طبع جس طرف ہوگا وہ اُدھر ہی راغب ہوگا۔ مخالف سمت جانے میں اُسے دشواری ہوگی۔

الدعابدی:۔ اُردو طنزیہ و مزاحیہ شاعری میں آپ کن نئے تجربات اور کوششوں کے خواہشمند ہیں؟

اہی صاحب:۔ فی الحال اس سلسلے میں میری کوئی خواہش نہیں البتہ اتنا ضرور چاہوں گا کہ مزاحیہ کلام پیش کرنے والے شعراء ادب کا دامن نہ چھوڑیں،

www.taemeernews.com

پھکڑپن اور ابتذال سے پرہیز کریں۔ روایتی انداز کے اشعار نہ لکھیں
اسلوب و بیان میں توازن برقرار رکھنے کی کوشش کریں ورنہ ذرا
سی بے اعتدالی تاثر کو غارت کر دیتی ہے۔

خالد عابدی:۔ اُردو شاعری میں طنز و مزاح کن کن طریقوں سے پیدا کیا جاتا ہے
اور آپ کا مخصوص طریقہ کیا ہے؟

واہی صاحب:۔ میرا کوئی مخصوص طریقہ نہیں ہے۔ جب کوئی موضوع ذہن میں آتا
ہے تو اُسے نظم کرنے لگتا ہوں اور نظم کرنے کا انداز بیانیہ ہوتا ہے۔
مکمل ہو جانے کے بعد نظم ایک مجموعی تاثر پیش کرتی ہے۔ جس میں
مزاح کی چاشنی کے ساتھ طنز کا کٹاؤ ملا جلا رہتا ہے۔

خالد عابدی:۔ جو نئے شعراء طنزیہ و مزاحیہ شاعری کر رہے ہیں انکے لئے آپکا پیغام و مشورہ؟

واہی صاحب:۔ ایسے نئے شعراء جو اچھی طنزیہ و مزاحیہ شاعری کر رہے ہیں، میری نظر
سے نہیں گذرے جن حضرات کا کلام اخبارات یا بعض رسائل میں
شائع ہوتا ہے انہوں نے مجھے متاثر نہیں کیا ہے۔ اس لئے کوئی
پیغام یا مشورہ دینے کے بجائے خاموشی بہتر ہے۔

خالد عابدی:۔ آپ کے نزدیک اُردو طنزیہ و مزاحیہ شاعری کا مستقبل کیا ہے؟

واہی صاحب:۔ اس وقت تو اُردو ہی کا مستقبل تاریک ہے۔ طنزیہ و مزاحیہ شاعری
کے بارے میں کیا کہوں۔

خالد عابدی:۔ ابھی تک آپ کی کتنی مطبوعات منظرِ عام پر آچکی ہیں؟

واہی صاحب:۔ ابھی تک میرے سات مجموعہ ہائے کلام (طنزیہ و مزاحیہ نظموں کے) منظرِ عام پر آچکے ہیں

۱۔ واہیات:۔ سنِ اشاعت ۱۹۵۰ء۔ اسے خود میں نے شائع کیا تھا۔
۲۔ طنز و تبسم:۔ سنِ اشاعت ۱۹۶۳ء۔ اسے بھی میں نے ہی شائع کیا۔
۳۔ نشتر و مرہم:۔ ۱۹۶۸ء۔ اسے زندہ دلانِ حیدرآباد نے شائع کیا۔

www.taemeernews.com

۴۔ کلامِ نرم و نازک :۔ سنِ اشاعت ۱۹۷۰ء اسے نسیم بک ڈپو لکھنؤ نے شائع کیا۔
۵۔ نام بنام (منظوم خطوط کا مجموعہ) ۱۹۷۲ء میں گوپال مِتّل، مدیر ماہنامہ تحریک دہلی نے اپنے ادارے سے شائع کیا۔
۶۔ متاعِ واہی :۔ بہار اُردو اکادمی کی مالی امداد سے ۱۹۷۸ء میں شائع ہوئی۔
۷۔ شعرستانِ واہی :۔ یہ بھی بہار اُردو اکادمی کی مالی امداد سے ۱۹۸۳ء میں شائع ہوئی۔
۸۔ آٹھواں مجموعہ بنام منظومات واہی فی الحال کتابت کی منزل سے گذر کر پریس میں ہے ایک دو ماہ میں شائع ہو جائے گا۔ اس میں دیگر مجموعوں کی منتخب نظموں کے علاوہ ۱۹۸۳ء سے اب تک جو نئی نظمیں لکھی ہیں وہ شامل ہیں۔ چٹ پٹی نظمیں (ہندی ۱۹۷۳ء) پی۔ کے پبلی کیشنز دہلی (یہ بھی ماہنامہ تحریک والوں کا ادارہ ہے) نے شائع کی ہیں۔

۱۹۸۳ء میں "ادب نکھار" مئو ناتھ بھنجن نے ایک خصوصی شمارہ (واہی نمبر) شائع کیا تھا جس میں ملک کے ناقدد کے مضامین ہیں۔ ۱۹۸۵ء کا غالب انسٹی ٹیوٹ ایوارڈ برائے طنز و مزاح ۱۹۸۷ء میں صدر جمہوریہ کے ہاتھوں سے ملا۔ ہاں "واہیات" کا دوسرا ایڈیشن دو ماہ قبل نصرت پبلشر، امین آباد لکھنؤ نے شائع کیا ہے جو لکھنؤ یونی ورسٹی کے بی۔ اے کے کورس میں شامل ہے۔ ہر کتاب پر مختلف حکومتوں اور اُردو اکادمیوں سے ایوارڈ مل چکا ہے۔ بہار اُردو اکادمی نے مجموعی خدمات کے صلے میں اپنا سب سے بڑا ایوارڈ ۱۹۷۶ء میں دیا تھا۔

www.taemeernews.com

ڈاکٹر سیّد نورالحسن ہاشمی سے ایک انٹرویو

محمد خالد عابدی:۔ ہاشمی صاحب، آپ کہاں اور کب پیدا ہوئے ؟

ہاشمی صاحب :۔ سندیلہ، ضلع ہردوئی (یوپی) میں۔ تاریخ ولادت یکم جولائی سنہ ۱۹۱۳ء مطابق ہائی اسکول سارٹفکٹ۔

محمد خالد عابدی:۔ کیا آپ کا اصلی نام اور قلمی نام یہی ہے ؟

ہاشمی صاحب:۔ جی ہاں۔

محمد خالد عابدی:۔ ہاشمی صاحب، آپ کا سلسلۂ نسب کیا ہے ؟

ہاشمی صاحب:۔ سادات زیدی سے۔

محمد خالد عابدی:۔ آپ نے ڈاکٹریٹ کس زبان اور کس موضوع پر کی ہے ؟

ہاشمی صاحب:۔ پی۔ ایچ۔ ڈی۔ موضوع۔ دلّی کا دبستان شاعری } اردو
ڈی۔ لٹ۔ موضوع۔ تدوین کلیات ولّی }

محمد خالد عابدی:۔ کیا آپ کے بزرگوں میں بھی ادیب و شاعر گزرے ہیں ؟

ہاشمی صاحب:۔ موزوں طبعی ایک بڑے چچا اور دادا میں بھی تھی۔ کبھی کبھار دو چار شعر کہے۔ باقاعدہ شاعری نہیں کی۔ دادا (مولوی سیّد مظہر علی) نے نثر میں اپنی سوانح عمری مطبوعہ ۱۸۹۴ء یادگار چھوڑی۔ اس کے علاوہ ایک روزنامچہ (۹۰۰ صفحات) غیر مطبوعہ ہے۔

محمد خالد عابدی:۔ آپ کی ادبی زندگی کا آغاز کب اور کس طرح ہوا ؟

www.taemeernews.com

ہاشمی صاحب:۔ پہلے رسالہ 'غنچہ' (بجنور) میں بچوں کی ایک دو کہانیاں چھپیں۔
غالباً ۱۹۲۱ء میں۔ پھر 'الناظر' (لکھنؤ) میں ایک افسانہ غالباً
۱۹۲۹ء میں۔ پھر رسالہ نگار (لکھنؤ) میں پہلا تنقیدی مضمون
بعنوان شاعری اور بیکاری۔

محمد خالد عابدی:۔ آپ کی پہلی تخلیق کس صنف میں تھی، اور وہ کہاں شائع ہوئی۔؟

ہاشمی صاحب:۔ پہلے ایک سیاست کی کتاب کا ترجمہ 'سیاسی نظریئے' کے نام سے
حالی پبلشنگ ہاؤس دہلی نے شائع کیا تھا۔

محمد خالد عابدی:۔ آپ کا پہلا ادبی رہنما کون ہے؟

ہاشمی صاحب:۔ حامد اللہ افسر میرٹھی صاحب مرحوم۔

محمد خالد عابدی:۔ آپ کی کتاب 'ادب کا مقصد' کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ
کو 'علم عروض' سے بھی دلچسپی ہے۔ تو علم عروض آپ نے شاعری
کے لئے سیکھا تھا یا محض طلبار کو سمجھانے کے لئے؟

ہاشمی صاحب:۔ ایم۔اے (اردو) میں زیادہ نمبر حاصل کرنے کے لئے۔ کیوں کہ
ایسے سوالات کے جوابات اگر صحیح ہوں تو پورے نمبر ملتے ہیں۔

محمد خالد عابدی:۔ علم عروض سیکھنے کا بہترین طریقہ کیا ہے؟

ہاشمی صاحب:۔ جو طریقہ میں نے اپنے مضمون شامل کتاب 'ادب کا مقصد' میں
پیش کیا ہے۔

محمد خالد عابدی:۔ کیا شاعر کے لئے علم عروض جاننا ضروری ہے؟

ہاشمی صاحب:۔ جی نہیں۔

محمد خالد عابدی:۔ میری دانست میں آپ کا ڈرامہ 'بھید' ہے کیا اس ڈرامے کے
علاوہ بھی آپ نے ڈرامے لکھے ہیں؟

ہاشمی صاحب:۔ یہ ڈراما میرا نہیں۔ برناڈ شا کے ڈراما 'کینڈیڈا' کا ترجمہ ہے۔ میں

www.taemeernews.com

نے ابھی تک کوئی ڈراما نہیں لکھا۔

محمد خالد عابدی:۔ تو کیا آپ نے افسانے بھی لکھے ہیں؟

ہاشمی صاحب:۔ نہیں۔ صرف ایک افسانچہ لکھا تھا جو 'الناظر' میں چھپا تھا۔ اب اس کا عنوان بھی یاد نہیں رہا۔

محمد خالد عابدی:۔ کیا آپ اپنے کسی مضمون یا تخلیق وغیرہ کی " شانِ نزول "کے بارے میں بتانا پسند فرمائیں گے؟

ہاشمی صاحب:۔ 'ادب کا مقصد' میں میرے زمانۂ طالب علمی کے تمام مضامین ہیں، اس میں ایک مضمون کا عنوان ہے " اقبال کا نوجوان اور اُس کی تعلیم" یہ مضمون مُسلم یونیورسٹی یونین کے ایک انعامی مقابلے میں انعام حاصل کرنے کی غرض سے عجلت میں لکھا گیا تھا لیکن انعام کے قابل ٹھہرا تھا۔ یہ غالباً ۱۹۳۸ء کی بات ہے۔

محمد خالد عابدی:۔ آج جو اُردو میں تحقیقی کام ہو رہا ہے، کیا آپ اس سے مطمئن ہیں؟

ہاشمی صاحب:۔ بعض جگہ بعض لوگوں نے بہت اچھا کام کیا ہے اور کر رہے ہیں پی۔ ایچ۔ ڈی کے لئے جو مقالے لکھے جا رہے اُن میں سے بیشتر قابل اطمینان نہیں ہوتے۔

محمد خالد عابدی:۔ آپ بذات خود تحقیق کے سلسلے میں کن اصولوں کو روا رکھتے ہیں؟

ہاشمی صاحب:۔ سوال تشریح طلب ہے۔ کس قسم کی تحقیق؟ مختلف موضوعات، مختلف قسم کی تحقیق چاہتے ہیں اور ہر قسم میں جو اصول پیش نظر رکھے جاتے ہیں ان میں فرق ہوتا ہے۔ بہرحال ہر محقق کے لئے ضروری ہے کہ اُس میں تحقیق، کھوج اور تلاش کی لگن ہو، محنتی ہو اور با فراغت بھی ہو تاکہ وہ اطمینان سے کام کر سکے۔

محمد خالد عابدی:۔ آپ کے نزدیک اُردو میں مکتوباتی ادب کی کیا اہمیت ہے؟

www.taemeernews.com

ی صاحب :۔ اس سے مکتوب نگار کو سمجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔
خالد عابدی :۔ ابھی تک جو مکتوباتی ادب پیش کیا گیا ہے۔ کیا آپ اُس سے مطمئن ہیں؟
ی صاحب :۔ جی ہاں کافی حد تک۔
خالد عابدی :۔ مکتوباتی ادب کو مزید بہتر بنانے کیلئے آپ کی کیا صلاح و تجاویز ہیں؟
ی صاحب :۔ مکتوب نگار خلوص کے ساتھ اپنے مکتوبات لکھے نمائش کے لئے نہیں۔ اور اگر یہ سمجھ کر لکھے کہ اس کے خطوط شائع نہ ہوں گے تو شاید وہ تکلف و تصنع راہ نہ پا سکے جو بیشتر مکتوباتی ادب میں نظر آتا ہے۔
خالد عابدی :۔ آپ کے نزدیک ادب میں 'انٹرویو' کی کیا اہمیت ہے؟
ی صاحب :۔ انٹرویو میں اگر سوالات کی نوعیت اور ترتیب مناسب ہو تو اس سے 'انٹرویو' دینے والے کے خیالات اور افتادِ طبع سے کماحقہ واقفیت حاصل ہو سکتی ہے۔
خالد عابدی :۔ ہاشمی صاحب، ابھی تک آپ کی مطبوعات .....؟
ی صاحب :۔ ۱۔ "کلیاتِ ولی" (ترتیب و مقدمہ وغیرہ) انجمن ترقی اُردو (ہند) دہلی۔ ۱۹۴۵ء ۔ دوسرا ایڈیشن انجمن ترقی اُردو (پاکستان) ۱۹۵۴ء
۲۔ "سیاسی نظریئے" (ترجمہ) حالی پبلشنگ ہاؤس دہلی۔ ۱۹۴۶ء ۔۔۔ دوسرا ایڈیشن یو۔پی۔ اُردو اکاڈمی لکھنؤ ۱۹۸۰ء
۳۔ "دلی کا دبستان شاعری" (تحقیقی مقالہ) انجمن ترقی اُردو (پاکستان) کراچی، ۱۹۴۹ء۔ ادارہ فروغ اُردو لکھنؤ ۱۹۶۶ء و ۱۹۷۲ء ۔۔۔ اُردو اکاڈمی سندھ کراچی ۱۹۶۶ء، یو۔پی اُردو اکاڈمی لکھنؤ ۱۹۸۰ء
۴۔ "ناول کیا ہے"؟ (بہ شرکت ڈاکٹر احسن فاروقی) تنقید نسیم بک ڈپو لکھنؤ ۱۹۵۱ء اس کے کئی ایڈیشن ناشراب تک شائع کر چکا ہے۔
۵۔ "کینڈیڈا" (ترجمہ برناڈ شا) حالی پبلشنگ ہاؤس دہلی ۱۹۴۶ء ۔۔۔

www.taemeernews.com

نسیم بک ڈپو لکھنؤ ۱۹۵۴ء۔

۶۔ "ایک نادر روزنامچہ" (ترتیب) ادارہ فروغ اُردو لکھنؤ ۱۹۵۴ء

۷۔ "ادب کیا ہے" (تنقید) ادارہ فروغ اُردو لکھنؤ۔ ۱۹۵۴ء، ۱۹۶۳ء
اس کے علاوہ بھی اب تک کئی ایڈیشن

۸۔ "ادب کا مقصد" (تنقید) ادارہ فروغ اُردو لکھنؤ۔ ۱۹۵۶ء، ۱۹۶۴ء
اس کے علاوہ بھی اب تک کئی ایڈیشن۔

۹۔ "نوطرز مرصع" از محمد حسین عطا (ترتیب مع مقدمہ) ہندستانی اکاڈمی الہ آباد ۱۹۵۸ء۔ ۱۹۸۱ء۔

۱۰۔ "مثنوی طوطی نامہ" از حسرت دہلوی (ترتیب مع مقدمہ) نسیم بک ڈپو لکھنؤ۔ ۱۹۶۱ء۔

۱۱۔ "مثنوی سراپا سوز"۔ از محمد صادق خاں اختر (ترتیب مع مقدمہ) نسیم بک ڈپو لکھنؤ ۱۹۶۱ء

۱۲۔ "بکٹ کہانی" (بہ شرکت ڈاکٹر مسعود حسین خاں) ترتیب مع مقدمہ وغیرہ عثمانیہ یونیورسٹی ۱۹۶۵ء، ادارہ فروغ اُردو لکھنؤ ۱۹۷۰ء، یو پی اُردو اکاڈمی لکھنؤ ۱۹۷۹ء۔

۱۳۔ "کلیات حسرت دہلوی"۔ (ترتیب مع مقدمہ وغیرہ) خود شائع کرایا ۱۹۶۶ء

۱۴۔ "ریختہ ولی" (ترتیب) خود شائع کرایا۔ ۱۹۶۷ء۔ اب تک ۴ ایڈیشن شائع ہو چکے۔

۱۵۔ مزیدار قاعدہ (بچوں کے لئے ایک مصور اور منظوم قاعدہ) نسیم بک ڈپو لکھنؤ ۱۹۶۰ء

www.taemeernews.com

ساگر سرحدی سے ایک انٹرویو

محمد خالد عابدی:۔ ساگر صاحب! آپ کب اور کہاں پیدا ہوئے؟

ساگر سرحدی:۔ سرحد کے ہزارا ضلعے "بغا" نام کے گاؤں میں تقریباً پچاس باون برس پہلے پیدا ہوا تھا۔ پیدائش کے کاغذات تقسیم کی نذر ہو گئے۔

محمد خالد عابدی:۔ ساگر صاحب آپ کا اصلی نام کیا ہے اور ساگر سرحدی کیا آپکا قلمی نام ہے؟

ساگر سرحدی:۔ اصلی نام گنگا ساگر ہے اور ساگر سرحدی قلمی نام ہے۔

محمد خالد عابدی:۔ ساگر صاحب! آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی اور اُن کا کاروبار کیا تھا؟ اور آپ نے اپنے آبائی پیشے میں کیا کوئی دلچسپی نہیں لی؟

ساگر سرحدی:۔ نام تھان سنگھ تلوار ہے۔ اُن کا کاروبار، تقسیم کے پہلے افیون اور شراب کے ٹھیکیدار تھے۔ میں بھی بچپن میں ٹھیکے پر بیٹھ کر شراب بیچتا تھا۔

محمد خالد عابدی:۔ ساگر سرحدی نام آپ نے خود تجویز کیا تھا یا کسی اور نے؟

ساگر سرحدی:۔ میں نے خود ہی تجویز کیا تھا۔ سرحدی۔ سرحد کا باشندہ ہونے کی مناسبت سے لکھتا ہوں۔

محمد خالد عابدی:۔ میں اب یہ جاننا چاہتا ہوں کہ آپ کا پہلا ادبی رہنما کون ہے؟

ساگر سرحدی:۔ میرا ادبی رہنما، کتابیں ہیں۔

محمد خالد عابدی:۔ آپ کی پہلی تخلیق کس زبان اور کس صنف میں تھی؟

ساگر سرحدی:۔ اُردو زبان میں، بمبئی میں ایک اُردو پرچہ "اجالا" میں افسانہ چھپا

www.taemeernews.com

تھا۔ افسانے کا نام یاد نہیں۔

محمد خالد عابدی:۔ ساگر صاحب! کیا یہ ادبی ذوق آپ کو ورثے میں ملا ہے؟

ساگر سرحدی:۔ ورثہ اس طرح کہ بڑا بھائی ہربنس لال، اسٹیج کا ایک اچھا ایکٹر تھا۔

محمد خالد عابدی:۔ جب آپ کی پہلی تخلیق شائع ہو کر سامنے آئی تو اس وقت آپ کے اور آپ کے احباب، شناسا وغیرہ کے کیا تاثرات تھے؟

ساگر سرحدی:۔ سبھی مایوس تھے کہ اس آدمی کا کچھ نہیں ہے گا۔

محمد خالد عابدی:۔ لکھتے وقت آپ کو بالعموم کس طرح کا ماحول درکار ہوتا ہے؟

ساگر سرحدی:۔ سکون اور خاموشی۔

محمد خالد عابدی:۔ کیا آپ اپنی کسی تخلیق کی "شانِ نزول" کے بارے میں بتانا پسند فرمائیں گے؟

ساگر سرحدی:۔ کوئی واقعہ یا کردار جب ذہن پر چھا جائے اور جانے کا نام نہ لے تو اپنے ساتھ اپنا فارم لے کر صفحے پر آجاتا ہے۔

محمد خالد عابدی:۔ آپ ذہنی آسودگی کے لئے لکھتے ہیں یا بہ طور شوق؟

ساگر سرحدی:۔ لکھنے میں شوق کا کیا تعلق ہے۔ اور صرف ذہنی آسودگی کے لئے بھی آدمی نہیں لکھتا۔

محمد خالد عابدی:۔ آپ نے پہلا ڈرامہ کب لکھا اور وہ کہاں شائع ہوا؟

ساگر سرحدی:۔ پہلا ڈرامہ "میرے دیش کے گاؤں" چھپوایا نہیں۔ کیونکہ ڈراما اچھا نہیں تھا۔ اور اُردو میں ڈرامے چھاپتا ہی کون ہے۔ "اجنبی" جو بعد میں لکھا گیا۔ "قند" کے ڈراما نمبر میں شائع ہوا تھا۔

محمد خالد عابدی:۔ ایک کامیاب ڈراما نگار میں کن صلاحیتوں کا ہونا ضروری ہے؟

ساگر سرحدی:۔ جو ایک کامیاب شاعر یا ایکٹر کے لئے ضروری ہے۔

محمد خالد عابدی:۔ ڈرامے میں کرداروں کی تخلیق کس طرح ہونا چاہیئے؟

www.taemeernews.com

ساگر سرحدی :۔ ڈرامے کے تقاضے کے مطابق۔

محمد خالد عابدی :۔ ڈراما نگار کس چیز کا مرہون منت ہوتا ہے ؟

ساگر سرحدی :۔ زندگی ، پلاٹ ، کردار ، اسٹیج کی ضروریات اور کڑی محنت ۔

محمد خالد عابدی :۔ اُردو میں ڈرامے بہت ہی کم لکھے گئے ہیں ۔ اس کی کیا خاص وجوہ ہو ہو سکتی ہیں ؟

ساگر سرحدی :۔ ڈراما اسٹیج کے لئے لکھا جاتا ہے اور اسٹیج نہ ہو تو ڈراما پڑھنے کی چیز بن کر زندہ نہیں رہ سکتا ۔

محمد خالد عابدی :۔ آپ اُردو ڈرامے میں کن نئی کوششوں اور تجربوں کے خواہشمند ہیں؟

ساگر سرحدی :۔ ہر وہ تجربہ جو زندگی کا بھرپور اظہار کر سکے اور ہر وہ فارم جو ذہن کو چونکا دے ۔ میرے نزدیک اہمیت رکھتا ہے ۔

محمد خالد عابدی :۔ بنگالی ، مرہٹی اور ہندی ڈرامے کے سامنے اُردو ڈرامے کی کیا اہمیت و حیثیت ہے ؟

ساگر سرحدی :۔ وہی جو ایک جوان کے سامنے بچّے کی ہوتی ہے ۔

محمد خالد عابدی :۔ ساگر صاحب ، ایکٹ اور سین میں کیا بنیادی فرق ہوتا ہے ؟

ساگر سرحدی :۔ ایک ایکٹ میں کئی سین ہو سکتے ہیں ، افسانے میں جیسے ایک پیراگراف اہمیت رکھتا ہے اسی طرح ڈرامے میں " سین " ایکٹ کا لازمی جزو ہوتا ہے ۔ میرا خیال ہے مثال دینے کی کوئی ضرورت نہیں ۔

محمد خالد عابدی :۔ ڈرامے کے اور فلم کے مکالموں میں کیا بنیادی فرق ہوتا ہے ؟

ساگر سرحدی :۔ فلم کے میڈیم میں کیمرہ شامل رہتا ہے ۔ اور اچھی فلم وہی سمجھی جانی چاہیئے جس میں مکالمے کم سے کم ہوں ۔ جب کہ ڈرامے میں صرف مکالموں کا سہارا لیا جاتا ہے ۔

محمد خالد عابدی :۔ آپ کے کن کن ڈراموں کو اسٹیج کیا جا چکا ہے ؟

www.taemeernews.com

ساگر سرحدی :۔ "بھوکے بھجن نہ ہوئے گوپالا"۔ "میرے دیش کے گاؤں"۔ "مرزا صاحب" "تنہائی"۔ "دوسرا آدمی"۔ "خیال کی دستک"۔ "احساس کی چھبن" "سپنوں کی تاریک گلی میں"۔ "کسی سیما کی ایک معمولی سی گھٹنا" اس کے علاوہ بھی ڈرامے جو میں نے لکھے وہ اسٹیج ہوئے۔

محمد خالد عابدی:۔ کیا آپ اُردو کے موجودہ ڈراموں سے مطمئن ہیں ؟

ساگر سرحدی :۔ اُردو میں ڈراموں کی اتنی قلت ہے کہ یہ سوال' جواب طلب نہیں رہتا۔

محمد خالد عابدی:۔ اسٹیج کے ڈرامے کے مقابلے میں آج ریڈیو ڈراما بہت زیادہ کامیاب اور مقبول ہے۔ کیا یہ دعویٰ درست ہے ؟

ساگر سرحدی :۔ اُردو ڈرامے اسٹیج تک کم پہنچتے ہیں اور ریڈیائی ڈرامے کسی دور میں مقبول تھے۔ لیکن آج فلمی کہانیاں ان کی جگہ لے چکی ہیں۔

محمد خالد عابدی :۔ کیا یہ خیال دُرست ہے کہ اسٹیج ڈرامے کی ترقی یافتہ شکل فلم ہے ؟

ساگر سرحدی :۔ دونوں میڈیم مختلف ہیں۔

محمد خالد عابدی:۔ فلم سے اسٹیج ڈرامے کی تقریباً موت ہوگئی ہے اس میں کہاں تک صداقت ہے ؟

ساگر سرحدی :۔ بالکل غلط۔

محمد خالد عابدی:۔ کیا وجہ ہے کہ امتیاز علی تاجؔ کا ڈراما "انارکلی" اسٹیج نہیں کیا جاسکا

ساگر سرحدی :۔ اسٹیج کی ضروریات کو مدنظر نہیں رکھا گیا تھا اس لئے صرف پڑھنے کی چیز بن کر رہ گیا۔

محمد خالد عابدی:۔ کیا اسٹیج ڈرامے کے ارتقا میں ٹیلی ویژن معاون ثابت ہوسکتا ہے ؟

ساگر سرحدی :۔ ہوسکتا ہے، ویسے براڈوے ڈراموں پر فلمیں بنائی گئیں جو ہٹ ثابت ہوئیں۔

محمد خالد عابدی:۔ ساگر صاحب خود کے لکھے ڈراموں میں، آپ کا بہت پسندیدہ ڈراما

www.taemeernews.com

کون سا ہے ؟

گر سرحدی :۔ " دوسرا آدمی "

ر خالد عابدی :۔ ساگر صاحب کیا آپ اپنے اس پسندیدہ ڈرامے یا کسی اور ڈرامے کو فلمانے کا خیال رکھتے ہیں۔

گر سرحدی :۔ جی ہاں۔

ر خالد عابدی :۔ اُردو ڈرامے کا مُستقبل ؟

گر سرحدی :۔ جو اُردو زبان کا مُستقبل ہے۔

ر خالد عابدی :۔ اور جناب ! ہندوستان میں اُردو اسٹیج ڈرامے کا مستقبل کیا ہے ؟

گر سرحدی :۔ ڈراما اسٹیج سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔

ر خالد عابدی :۔ آپ ادب سے فلموں میں کس طرح داخل ہوئے ؟

گر سرحدی :۔ روزگار کے لیے۔

ر خالد عابدی :۔ بحیثیت مکالمہ نویس آپ کی پہلی فلم ؟

گر سرحدی :۔ فلم " انوبھو "

ر خالد عابدی :۔ گفتگو اور مکالمے میں کیا بُنیادی فرق ہوتا ہے ؟

گر سرحدی :۔ گفتگو کا سر پیر نہیں ہوتا اور مکالمہ سوچ سمجھ کر لکھا جاتا ہے۔

ر خالد عابدی :۔ مکالمے کی جامع اور مُستند تعریف کیا ہو سکتی ہے ؟

گر سرحدی :۔ جو پلاٹ کو آگے بڑھائے اور کردار کو واضح کرے۔

ر خالد عابدی :۔ مُکالمے لکھتے وقت کِن باتوں اور ضرورتوں کا خیال رکھنا پڑتا ہے ؟

گر سرحدی :۔ سادگی اور پُرکاری۔

ر خالد عابدی :۔ " مکالمۂ ہمکلامی " لکھنا زیادہ دشوار ہوتا ہے یا " مکالمۂ خودی " ؟

گر سرحدی :۔ ڈراما لکھنا خود دُشوار ہے۔

ر خالد عابدی :۔ کیا فلموں میں " Aside " مکالموں کی ضرورت بھی پیش آتی ہے ؟

www.taemeernews.com

ساگر سرحدی :۔ یہ فارم پر منحصر ہے ۔

محمد خالد عابدی :۔ فلموں میں اور کس طرح کے مکالمے رائج ہیں اور ان کی کیا " اصطلاحیں " ہیں ؟

ساگر سرحدی :۔ لفاظی ، فقرے بازی ، سستی جذبات نگاری ۔

محمد خالد عابدی :۔ "مکالموں پر زور دینے سے" ایکشن" کا زور از خود ختم ہو جاتا ہے"۔ آپ کا کیا خیال ہے ؟

ساگر سرحدی :۔ فلموں کی حد تک یہ صحیح ہے ۔

محمد خالد عابدی :۔ کیا آپ مکالمے لکھتے وقت فلم ایکٹر کی شخصیت اور اُس کی نفسیات وغیرہ پر غائر نظر رکھتے ہیں ؟

ساگر سرحدی :۔ یقیناً ، کیونکہ اس کے بغیر اچھے مکالمے لکھے ہی نہیں جا سکتے ۔

محمد خالد عابدی :۔ کیا " مکالمہ " " منظر نامہ " سے الگ ایک آزاد فن ہے یا منظر نامہ کا ایک حصّہ اور متبادل ؟

ساگر سرحدی :۔ ایک حصّہ ۔

محمد خالد عابدی :۔ کیا مکالمہ ، منظر نامے سے نکالا جاتا ہے ؟

ساگر سرحدی :۔ منظر نامے ہی سے نکلتا ہے ، نکالا نہیں جاتا ۔

محمد خالد عابدی :۔ آپ کے نزدیک " منظر نامہ " کی تعریف کیا ہے ؟

ساگر سرحدی :۔ کہانی کو ڈرامہ ہی کی شکل میں ٹکڑوں میں بانٹنا 'منظر نامہ' ہے

محمد خالد عابدی :۔ کیا یہ ضروری ہے کہ جو مکالمے لکھے وہ منظر نامہ بھی لکھے ؟

ساگر سرحدی :۔ کوئی ضروری نہیں ۔

محمد خالد عابدی :۔ " کہانی " اور " منظر نامہ " میں " مکالمے " کا کیا رول ہوتا ہے ؟

ساگر سرحدی :۔ وہی جو جسم میں خون کا ۔

محمد خالد عابدی :۔ فرض کیجیے کہ ایک فلم بنگالی یا ملیالم زبان میں مقبول ہوتی ہے ،

www.taemeernews.com

وہی فلم جب ہندی یا اُردو میں بنائی جاتی ہے تو اُس وقت اُس کے مکالموں کا ترجمہ کیا جائے گا یا از سرِ نو لکھے جائیں گے؟

ر سرحدی :۔ اچھے مکالموں کا استعمال کیا جائے گا۔

خالد عابدی:۔ Additional Dialogue writer کی ضرورت کیوں پیش آتی ہے؟

ر سرحدی :۔ اگر مکالمے لکھنے والا کسی وجہ سے فلم چھوڑ جائے۔ تب ضرورت پیش آتی ہے۔

ر خالد عابدی :۔ فلموں میں ڈائیلاگ ڈائریکٹر کی ضرورت کیوں پیش آتی ہے اور اُس کی کیا ذمہ داریاں ہوتی ہیں؟

کر سرحدی :۔ اگر ڈائریکٹر ہندوستانی زبان سے واقف نہیں ہے تو تلفظ اور لہجے کی درست ادائیگی کے لئے ڈائیلاگ ڈائریکٹر کو رکھا جاتا ہے۔

ر خالد عابدی :۔ کیا یہ ذمہ داری مکالمہ نویس یا ڈائیلاگ ڈائریکٹر کی ہے کہ وہ اداکار کا لہجہ، تلفظ اور ادائیگی کو سنبھالے اور سنوارے؟

کر سرحدی :۔ نہیں۔

د خالد عابدی :۔ بحیثیت مکالمہ نگار کے آپ کے ذاتی تجربات کیا ہیں؟

کر سرحدی :۔ زیادہ خوشگوار نہیں۔

ر خالد عابدی :۔ آپ کے پسندیدہ مکالمہ نویس کون ہیں اور پسند کی وجہ؟

اکر سرحدی :۔ اس بارے میں کبھی سوچا ہی نہیں۔

مد خالد عابدی :۔ منظر نامہ (ScreenPlay) کس طرح تیار کیا جاتا ہے؟

اکر سرحدی :۔ پلاٹ کو سامنے رکھ کر۔

مد خالد عابدی :۔ آپ کن اسکرین پلے رائٹرس سے متاثر ہیں اور کیوں؟

اکر سرحدی :۔ میں اپنی تخلیقی صلاحیتوں کو سنوارنے نکھارنے میں مصروف رہتا ہوں۔

www.taemeernews.com

محمد خالد عابدی:۔ فلم میں مصروف رہنے کے ساتھ ساتھ کیا آپ ڈرامے میں بھی دلچسپی لیتے رہیں گے ؟

ساگر سرحدی:۔ لیتا رہوں گا۔

محمد خالد عابدی:۔ آپ کی کچھ فلمیں ؟

ساگر سرحدی:۔ "دوسرا آدمی"۔ "انکار"۔ "کرم یوگی"۔ "شہری بابو"۔ "بابو لوگ" "نذرانہ" اور "لوری"۔

محمد خالد عابدی:۔ اُردو زبان کے بغیر فلم کی مقبولیت مشکوک ہے کیا یہ دعویٰ درست ہے ؟

ساگر سرحدی:۔ فلموں کے لئے "اُردو" کا لفظ استعمال کرنا درست نہیں۔

www.taemeernews.com

سیّد منجو قمر سے ایک انٹرویو

سوال :۔ آپ نے سب سے پہلے ڈراما کب لکھا ؟

جواب :۔ ۱۹۳۰ء میں ۔

سوال :۔ کیا آپ نے ڈرامے میں کچھ تجربات بھی کیے ہیں ؟

جواب :۔ ہاں ۔ ہر منظر کے ختم پر ساکت منظر (ٹیبلو) کے تاثر اور جنگ کی صورت میں ٹیپ ریکارڈ سے کام لے کر ۔

سوال :۔ ایک اچھے ڈرامے میں کن چیزوں کا ہونا لازمی ہے ؟

جواب :۔ اچھوتی کہانی ، شستہ و برجستہ مکالمے اور منجھی ہوئی اداکاری ۔

سوال :۔ اسٹیج کے مقابلے میں ریڈیائی ڈراما زیادہ مقبول ہے ۔ کیا یہ دعویٰ درست ہے ؟

جواب :۔ غریب ہندوستانی سستی بلکہ مُفت کی تفریح کا عادی ہے ۔ لفظ 'ڈراما' صرف اسٹیج متعلق ہے کہ اس کے معنی کچھ کر دکھانے کے ہے ۔ مرکب لفظ " ریڈیائی ڈراما " جنگِ عظیم کے بعد کی پیداوار ہے ۔ ریڈیو صرف سُننے کی خاطر ہے ۔ لیکن اسٹیج دیکھنے اور سُننے دونوں کی خاطر ، تو ریڈیائی ڈرامے کا اسٹیج سے مقابلہ کرنا ٹھیک نہیں ۔

سوال :۔ کیا اسٹیج ڈراما زیادہ کرداروں اور طویل مکالموں کا متحمل ہو سکتا ہے ؟

جواب :۔ جی ہاں ۔ اگر ڈراما تاریخی ہو اور خاص کر " مغل پلاٹ " میں کردار

www.taemeernews.com

زیادہ ہوتے ہیں۔ یہی بات طویل مکالموں کی تو "تقریر" یا "خود کلامی" میں دو چار منٹ کی طوالت گوارا کر لی جا سکتی ہے لیکن اسٹیج ڈرامے کا طویل مکالمہ، سامع کو بور کر دیتا ہے۔

سوال :۔ ڈراما خود ایک شاعری ہے کیا یہ کہنا درست ہے؟

جواب :۔ غلط بیانی ہے۔ جمیع اصناف ادب جمیع فنون لطیفہ کے مجموعے کا نام ڈراما ہے۔

سوال :۔ ابھی تک ڈرامے پر جو تحقیقی کام ہوا ہے کیا آپ اُس سے مطمئن ہیں؟

جواب :۔ پچاس سے زیادہ ادبا، تنقید نگار اور محققین نے اس قدر کام کیا ہے کہ اب مزید تحقیق کی ضرورت نہیں رہی۔ البتہ ان میں سے بیشتر محققین نے روایات اور سُنی سنائی باتوں اور قیاس آرائی سے کام لیا ہے یوں بھی ہمارا ادیب دس روپئے کا ٹکٹ لے کر ڈراما دیکھنے کی سکت نہیں رکھتا۔ تاہم قلم کا دھنی ضرور ہے پھر بھی کسی نے بھی کسی ایک ڈرامے کو سامنے رکھ کر اُس پر تحقیق کا کام نہیں کیا۔ یہ اردو کی بدبختی ہے ورنہ کام کرنے والے کے لئے حشر صاحب کا "رستم و سہراب" کیا کم تھا

سوال :۔ کسی ڈرامے کا ترجمہ کرتے وقت کن باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہوتا ہے

جواب :۔ اگر ڈراما ہندوستان کی کسی بھی زبان میں ہے تو اس کا من وعن ترجمہ کسی اور زبان میں کرنا چاہیئے۔ ایسے میں کسی بات کا خیال رکھنا غیر ضروری ہے۔ البتہ ہندوستان سے باہر یعنی مغربی فرسودہ تہذیب کے نظر کرتے شرم وحیا اور ہندوستانیت کا خیال رکھنا بے حد ضروری ہے

سوال :۔ فلم سے اسٹیج ڈرامے کی تقریباً موت ہوگئی۔ آپکی کیا رائے ہے؟

جواب :۔ اسٹیج ڈرامے کی موت کیا واقع ہوتی۔ البتہ اُردو اسٹیج ڈراما پیش نہ کیا جا سکا۔ ڈراما لکھنے والے مجھے بھی لکھتے ہیں اور پیش کرتے ہیں

www.taemeernews.com

لیکن پچھلا سا طمطراق باقی نہیں رہا۔

سوال :۔ کیا یہ خیال درست ہے کہ اسٹیج ڈرامے کی ترقی یافتہ شکل، فلم ہے ؟

جواب :۔ بالکل دُرست ۔

سوال :۔ ریڈیائی ڈراما، فلم اور ٹیلی ویژن کیا اسٹیج ڈرامے کے لئے مہلک ثابت ہوئے ہیں ؟

جواب :۔ ان میں جان کہاں جو ہلاک کرتے ؟ ریڈیائی ڈراما فلم اور ٹیلی ویژن نے اسٹیج کو مات دے دی۔ ایک دور ایسا آئے گا کہ "طلسفن" یعنی ٹیلی ویژن، ریڈیو، فلم اور اسٹیج تینوں کا نام و نشان مٹا دے گا۔ "اچھا ڈراما" صرف پڑھنے کی چیز بن کر رہ جائے گا اور کبھی کبھار شاید اسٹیج بھی کیا جا سکے۔

سوال :۔ شیکسپیئر اور آغا حشر کاشمیری کے ڈراموں کو فلمی شکل دی گئی ہے۔ کیا ان فلموں میں ڈرامائیت قائم رہی۔؟

جواب :۔ اُنہی کے خیالات کو تو محور بنایا جاتا ہے۔ خیال کی اُپج اور مکالمے کی چاشنی قائم رہی تو ڈرامائیت بھی قائم رہے گی سو وہ قائم رہی۔

سوال :۔ ڈراما انارکلی میں اکبر اعظم کا المیہ ہے یا سلیم و انارکلی کا۔ آپ نے کیا تجزیہ کیا؟

جواب :۔ انارکلی، ڈراما نہیں صرف مطالعہ کرنے کی ادبی چیز ہے۔ اسٹیج نہیں کیا جا سکتا۔ خود مصنف نے اعتراف کیا ہے کہ یہ خیالی نیز انارکلی کے مزار کے کتبے کو پڑھ کر انہوں نے لکھا تھا جس کی کوئی تاریخی حیثیت نہیں تاہم اُنہوں نے شاہان مغلیہ کے تاریخی نام دے کر ہر کردار کو تاریخی قرار دینے کی بیجا جرأت کی۔ رہا سوال اکبر کے المیہ یا سلیم و انارکلی کے المیہ کا تو میں کہوں گا یہ مدرسہ کی چہار دیواری میں بند تخیل کی قلابازیوں سے کام لینے والوں کی قیاس آرائی ہے۔ جنہوں نے تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود "انارکلی" کو ڈراما کی تعریف دے لی۔ تاریخ کی نظر

www.taemeernews.com

کرکے اکبر اور جہانگیر کے کردار پر یہ ایک بدنما داغ ہے جس کی پنجاب کے ناظرِ تعلیمات نے ہوا دی اور اس زبان کی گھلاوٹ کے مدنظر صرف ایک بار گی مطالعہ کی چیز ہے۔ واضح ہو کہ جب پارسی تھیٹر نے اسے "ڈراما" میں تبدیل کرنے کی تاج مرحوم سے خواہش کی تو انہوں نے معذرت اس لیے چاہی کہ بیسیوں مناظر کو دو یا تین "ایکٹ" کے ڈرامے میں تبدیل نہیں کر سکتے تھے۔ غرض "انارکلی" کو ڈراما تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔

سوال:۔ ریڈیائی ڈرامے میں بہ حیثیت "روحِ رواں" کون سا حصہ ہے؟

جواب:۔ ریڈیائی ڈراما ہو کہ اسٹیج ڈراما، ابتدار، ارتقار اور انتہا پر مشتمل ہوتا ہے اس کا ارتقائی پہلو بہ آسانی سمجھ لیا جا سکتا ہے لیکن "روح رواں" جیسی کوئی چیز اس بے جان شے کہیے یا فن میں نہیں ہوتی۔ جب تک کسی خاص ریڈیائی ڈراما کی نشاندہی نہیں کی جاتی اُس کے عروج کی بھی نشاندہی نہیں کی جا سکتی۔

سوال:۔ ریڈیائی ڈرامے کا سب سے زیادہ نازک پہلو کون سا ہے اور اس پر کس طرح تسخیر پائی جا سکتی ہے؟

جواب:۔ ریڈیائی ڈراما، میں سمجھتا ہوں از ابتدار یا انتہا متعدد نازک پہلوؤں پر مشتمل ہوتا ہے ان میں سے کسی ایک پہلو کی تسخیر کوئی معنی نہیں رکھتی۔

سوال:۔ اگر ریڈیائی ڈرامے کو اسٹیج کیا جائے تو کن قباحتوں کا سامنا کرنا پڑے گا اور کیا یہ تجربہ کامیابی کا متحمل ہو سکتا ہے؟

جواب:۔ صرف خاکہ ہی کو اپنایا جائے گا۔ ایسے میں تمام قباحتوں کا سامنا کرنا ہی ہوگا۔ خاکے کو اپنانا تجربہ نہیں ہوتا۔

سوال:۔ کیا اسٹیج ڈراما نویس بہ آسانی، ریڈیائی، ڈراما لکھ سکتا ہے؟

www.taemeernews.com

جواب :۔ اِسٹیج ڈراما نویس "کُل" کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کے لیئے ریڈیو ڈراما نگاری مشکل نہیں ہوتی۔

سوال :۔ اِسٹیج ڈراما اور ریڈیائی ڈراما کے مکالموں میں کیا تفرقہ اور خصوصیات ہیں؟

جواب :۔ جیسا کہ میں نے کہا ہے ریڈیو سُننے کی چیز ہے اور اسٹیج "کر دکھانے" کی تو ظاہر ہے ریڈیو میں زبان ہی زبان اور آواز ہی آواز لیکن اسٹیج ڈرامے کے مکالمے میں ترکی الفاظ کا استعمال بے حد ضروری ہے تاکہ ڈرامائی تاثر پیدا ہو سکے۔

سوال :۔ کیا ریڈیائی ڈرامے، سُننے میں غیر فطری محسوس ہوتے ہیں ؟

جواب :۔ کوئی بھی غیر فطری بات، غیر فطری ہی محسوس ہو گی۔

سوال :۔ اسٹیج ڈراما اور ریڈیائی ڈراما میں کس کا تاثر دلِ دوز اور دیرپا ہوتا ہے؟

جواب :۔ چشم بینا شہادت دے گی کہ اسٹیج ڈرامے کا تاثر دلدوز بھی ہوتا ہے اور دیرپا بھی۔

سوال :۔ کیا ریڈیائی ڈراما، محض تفریحی وسیلہ ہے ؟

جواب :۔ بالکل اور اثر آور بھی۔

سوال :۔ ریڈیائی ڈرامے کی کہانی کو کس چیز سے پُرکشش بنایا جا سکتا ہے۔؟ کیا اصوات اور مکالمات ہی اہمیت کے حامل ہیں ؟

جواب :۔ پُرکشش کہانی اور اچھوتی زبان سے، بشرطیکہ صوتی انداز موزوں ہو اور مکالمہ اثر انگیز، تو ظاہر ہے ان کی اہمیت ہے ہی۔ تاہم بہتر انداز پیش کش سے پُرکشش بنایا جا سکتا ہے۔

سوال :۔ ریڈیائی ڈرامے کا وہ کون سا حصّہ ہوتا ہے جو سامعین کے لئے بارِ خاطر اور نشاطِ خاطر کا باعث ہوتا ہے ؟

جواب :۔ ہر بور کرنے والا حصّہ بور اور ہر نشاط انگیز حصّہ نشاط خاطر ہوتا ہے۔

www.taemeernews.com

ان دونوں باتوں کا انحصار اختتامی حصّہ پر ہوتا ہے۔

سوال:۔ کیا ریڈیائی ڈراما نگار کے لئے ضروری ہے کہ وہ فنی و میکانکی مسائل سے بخوبی واقف ہو یا صوتی اثرات کی ذمّہ داری ریڈیائی ڈراما ڈائریکٹر کے لئے وقف ہے؟

جواب:۔ میکانکی وسائل سے واقفیت "تحریر" میں سکت پیدا کرتی ہے۔ صوتی اثر پیدا کرنا صوتی انداز کا فریضہ ہے۔

سوال:۔ کیا اُردو ریڈیائی ڈرامے کو ادب میں شمولیت حاصل ہے؟

جواب:۔ ہر ادبی چیز ادب میں شمار کی جاتی ہے۔ اسی طرح ریڈیائی ادبی ڈرامہ کو ادب میں شمولیت حاصل ہے۔

سوال:۔ اُردو ریڈیائی ڈرامے کا مستقبل؟

جواب:۔ تاریک، کیونکہ ٹیلی ویژن کا مستقبل روشن ہو گیا۔

سوال:۔ کہتے ہیں کہ "ایکشن" کرنا ہی ڈراما ہے تو کیا ریڈیائی ڈرامہ، ڈرامہ نہیں؟

جواب:۔ ناواقف کار نے ایسی تعریف کی ہو تو ممکن ہے۔ صرف "ایکشن" کو ڈراما نہیں کہتے۔ "ریڈیائی ڈرامہ" غلط العوام فصیح لیکن میں اسے "صوتی کہانی" کہتا ہوں کہ 'ریڈیائی ڈراما، ڈراما نہیں ہوتا۔ کیوں کہ ڈرامے کا لفظ صرف کر دکھانے کے لئے ہی مختص ہے۔ بعض مفکرین کا خیال ہے کہ ڈراما نہ صرف اسٹیج پر پیش کرنے کی چیز ہوتی ہے بلکہ وہ پیش کشی کے بعد "کامیاب" بھی ہو تو اسے "ڈراما" کہتے ہیں۔

www.taemeernews.com

شہریار سے ایک انٹرویو

بدی :۔ آپ کا اصل نام کیا ہے ؟

ہریار :۔ کنور اخلاق محمد خاں ۔

بدی :۔ آپ کب اور کہاں پیدا ہوئے ؟

ہریار :۔ ۱۶ر جون ۱۹۳۶ء کو قصبہ آنولہ ضلع بریلی میں پیدا ہوا۔

بدی :۔ آپ کی ادبی زندگی کا آغاز کب اور کس طرح ہوا ؟

ہریار :۔ خلیل الرحمٰن اعظمی سے رابطہ پیدا ہونے کے بعد ۵۵ء میں شروع ہوا۔

بدی :۔ آپ کی پہلی تخلیق کس صنف میں تھی اور وہ کب اور کہاں شائع ہوئی تھی؟

ہریار :۔ میں نے پہلی غزل ۵۵ء میں لکھی، یہ علی گڑھ میگزین میں شائع ہوئی۔

بدی :۔ کیا یہ ادبی ذوق / شاعری آپ کو ورثے میں ملی ہے ؟

ہریار :۔ جی نہیں میرے خاندان میں دور دور تک شعر و ادب سے کوئی دلچسپی نہیں تھی، زیادہ تر افراد پولس اور فوج میں تھے۔ میرے والدین نے میرے لئے بھی پولس کی ملازمت تجویز کی تھی۔

بدی :۔ آپ نے اپنے ابتدائی کلام پر کس سے اصلاح لی تھی اور شاعری میں باقاعدہ سلسلۂ تلمذ کس سے رہا ہے ؟

ہریار :۔ میں نے باقاعدہ کسی سے اصلاح نہیں لی۔ خلیل الرحمٰن اعظمی کو البتہ اپنی چیزیں ضرور دکھا دیتا تھا۔ اب بھی اگر کہیں مجھے بحر اور وزن کے

www.taemeernews.com

سلسلے میں شبہ ہوتا ہے تو کسی کو دکھا لیتا ہوں۔ اُس کے لئے آدمی بزرگ ہونا ضروری نہیں ہے۔

عابدی :۔ کیا شروع سے اب تک آپ نے ایک ہی تخلص (شہریار) رکھا ہے کبھی تبدیل بھی کیا ہے؟

شہریار :۔ میں نے شروع سے اب تک ایک ہی تخلص رکھا ہے۔ جب اصل نام لکھا کرتا تھا تو کبھی کبھی 'کنور' کو بطور تخلص استعمال کیا ہے۔

عابدی :۔ کیا آپ نے افسانے اور ڈرامے بھی لکھے ہیں؟

شہریار :۔ میں نے صرف ایک افسانہ لکھا ہے۔ اس کا نام 'ہاتھ کی لکیریں' تھا۔ رسالہ پگڈنڈی میں چھپا تھا۔ ویسے میں نے ناول اور ڈرامے بہت پڑھے ہیں اور اب بھی پڑھتا ہوں۔

عابدی :۔ آپ نے پہلی بار کس فلم کے لئے گیت لکھے ہیں؟

شہریار :۔ 'گمن' میں میری غزلیں پہلی بار استعمال ہوئیں۔ یہ میرے پہلے مجمو 'اسم اعظم' میں شامل تھیں۔ فلم کیلئے ان میں کوئی تبدیلی بھی نہیں کی گئ

عابدی :۔ فلم 'امراؤ جان' میں بھی آپ نے گیت لکھے ہیں۔ کیا اس فلم کے تمام گیت آپ کو سچوئشن دے کر لکھوائے گئے تھے؟

شہریار :۔ ابتدا میں میری پُرانی غزلیں شامل تھیں۔ موسیقار اور میری رائے سے اُن میں تبدیلی کی گئی۔ اُس کی ساری غزلیں سچوئشن کے پیش نظ

عابدی :۔ 'گمن' اور 'اُمراؤ جان' کے بعد آپ نے اور کن کن فلموں میں گیت لکھے ہیں۔؟

شہریار :۔ گمن اور امراؤ جان کے علاوہ میں نے 'فاصلے' 'دامن' 'انجمن' 'کہا کہانی اپنی' اور 'تکون کا چوتھا کون' کے لئے گانے لکھے ہیں۔

عابدی :۔ فلموں میں گیت لکھنے کے لئے ضروری ہے کہ موسیقی سے واقفیت ہو

www.taemeernews.com

ہریار :۔ موسیقی سے واقفیت میرے خیال میں ضروری نہیں ہے۔ البتہ مزاج کو موسیقی سے مناسبت ضرور ہونی چاہیئے۔

بدی :۔ کیا آپ مستقل طور پر فلموں سے وابستگی رکھنا چاہتے ہیں یا شوقیہ ؟

ہریار :۔ میں فلموں سے وابستگی ضرور رکھنا چاہتا ہوں لیکن اپنی شرائط پر۔ پیشہ بنانے میں ایسا ممکن نہیں ہے۔

بدی :۔ آپ نے فلمی دنیا کا ماحول قریب سے دیکھا ہوگا۔ تو کیا آپ محسوس کرتے ہیں کہ فلموں کی ترقی میں اردو نے ایک اہم رول ادا کیا ہے ؟

ہریار :۔ اُردو کی ترقی میں فلموں کے رول سے انکار نہیں کیا جا سکتا لیکن مقبولیت بہ نوعیت خاصی گمراہ کن بھی ہے۔ فلموں کے ذریعہ اُردو کی جو لغت عوام تک پہنچ رہی ہے وہ بہت محدود ہے سنجیدہ غور و فکر کے لیئے یہ لفظیات ناکافی ہیں۔

بدی :۔ ہندی زبان میں ایسے کئی تحقیقی مقالے برائے پی۔ ایچ۔ڈی لکھے گئے ہیں جن کا موضوع فلم ہے۔ کیا وجہ ہے کہ اُردو میں اس طرف رجحان نہیں ہے ؟

ہریار :۔ مجھے ٹھیک سے معلوم نہیں کہ ہندی میں اس موضوع پر کتنا اور کیسا کام ہوا ہے ؟ اُردو والوں کو اس طرف توجہ کرنا چاہیئے۔

www.taemeernews.com

علی جواد زیدی سے ایک انٹرویو

محمد خالد عابدی:۔ آپ کا مکمل اور اصلی نام کیا ہے؟

علی جواد زیدی:۔ اصلی نام تو علی جواد ہے۔ "زیدی" نسبت کی طرف اشارہ کرتا ہے ا
سید سیادت کی طرف۔ سرکاری طور پر پورا نام "سید علی جواد زیدی
ہے لیکن میں نے کتابوں اور مضامین وغیرہ میں سید لکھنا ترک کر د
ہے۔ پھر بھی بہت سے حضرات اب بھی 'سید' کا اضافہ کر دیا کر
ہیں۔ بعض حضرات 'واو' پر تشدید لگا کر 'جوّاد' لکھتے ہیں، جو صحیح
نہیں ہے کیونکہ میرا نام جواد ہے جس میں 'د' مشدد نہیں ہے بعض
مضامین میں نے 'ابنِ امجاد' کے نام سے بھی لکھے ہیں۔ والد مرحوم
نام امجاد تھا۔ کچھ مضمونوں یا نظموں میں میرا پرانا تخلص صابر بھ
نام کے ساتھ شائع ہوا ہے۔ سید علی جواد صابر۔ ایک دو مضمون
صابر اعظمی کے نام کے بھی ہیں۔ اعظمی اس لئے کہ میں ضلع اعظم گڈھ
رہنے والا ہوں۔

محمد خالد عابدی:۔ آپ کی جائے پیدائش اور ماہ و سال تاریخ پیدائش کیا ہے؟

علی جواد زیدی:۔ میں اپنے نانہال کرہان، ضلع اعظم گڈھ (یو۔ پی) میں ۱۰ مارچ ۱۹
کو پیدا ہوا۔

محمد خالد عابدی:۔ کیا آپ اپنے خاندان، عزیز و اقارب میں کسی عرفیت سے بھی پکارے

www.taemeernews.com

جاتے ہیں ؟

علی جواد زیدی:۔ دوستوں میں تو عام طور سے زیدی ہی کے نام سے یاد کیا جاتا ہوں۔ صرف جواد کہہ کر پکارنے والے بے تکلف دوست اور عزیز ایک ایک کر کے رخصت ہو گئے۔ اب صرف دو بزرگ رہ گئے ہیں خُدا انہیں سلامت رکھے۔ میرے پردادا کا نام محمد جواد تھا برکت کے خیال سے میرا نام انہیں کے نام پر رکھ دیا گیا۔ عورتوں میں میری پردادی اور دادی مرحومہ حیات تھیں، وہ رسم زمانہ کے مطابق یہ نام نہ لے سکتی تھیں اس لئے انہوں نے پیارے کہنا شروع کر دیا۔ اور پھر سبھی عورتوں میں پیارے کہکر پکارا جانے لگا۔ اب ایک میری پھوپھی زاد بہن ہی ایسی رہ گئیں ہیں جو اُس نام سے نوازتی ہیں اللہ انہیں سلامت رکھے۔ تحریک آزادی کے دنوں میں کچھ دوست کامریڈ خطاب بھی جزو نام بنا دیا کرتے تھے، اب یہ سب افسانہ ہے۔

محمد خالد عابدی:۔ اور محترم آپ کا سلسلۂ نسب کیا ہے ؟

علی جواد زیدی:۔ آپ نسب پوچھتے ہیں اور وہ بھی اس زمانے میں ہم ٹھہرے بندۂ عشق ؎

بندہ عشق شدی ترکِ نسب کن جامی
کاندریں راہ فلاں ابنِ فلاں چیزے نیست

لیکن اب اس کو کیا کروں نسب تو جزو نام ہے، یعنی زیدی۔ میرا سلسلۂ نسب حضرت امام زین العابدین کے فرزندِ گرامی حضرت زید شہیدؒ تک پہونچتا ہے اسی نسبت سے اہل خاندان اپنے کو زیدی لکھتے ہیں لیکن بعض عابدی بھی لکھتے ہیں۔

محمد خالد عابدی:۔ آپ کے اسلاف اور بزرگوں میں بھی کیا ادبی ذوق رہا ہے ؟

www.taemeernews.com

علی جواد زیدی:۔ ہمارا سلسلۂ نسب ہی علم و ادب کے ذوق کا ضامن ہے۔ حال
کی صدیوں میں بھی ننہال اور دادیہال دونوں ہی جگہ کئی پشتو
سے علم و ادب کے چرچے رہے ہیں اور سچ تو یہ ہے کہ اسی ذوا
کی آغوش میں، میں نے آنکھ کھولی ہے۔ پردادا، دادا اور وا
مرحوم سب شاعر تھے۔ پردادا فارسی میں شاعری کرتے تھے، پرنا
سید باقر حسین جمیل خوش گو شاعر تھے اور انہوں نے فسانۂ عجائب
کو بہ شکل مثنوی نظم کیا تھا۔ والد مرحوم سید امجاد علی اشہر تخلص فرما
تھے۔ میرے دو ماموں شاعر تھے۔ ماموں زاد بھائی سید خورشید ا
ادیب و شاعر اور ماہانہ 'نیا دور' لکھنؤ کے برسوں مدیر رہے
ایک اور قریبی ننہالی عزیز شمیم کرہانی مشہور شاعر ہوئے او
اُن کے بھائی اعظم حسین اعظم آرزو لکھنوی کے شاگرد اور روز
"سرفراز" لکھنؤ کے مدیر تھے غرض ساری فضا میں علم و ادب
چرچا رہا کرتا تھا اور بچپن ہی سے میں اس ماحول سے متاثر
اچھے خاصے کتب خانے تک ہر وقت رسائی تھی اور شعرا کے
دواوین اور بہت سے ناول میں نے ابتدائے عمر میں ہی چاٹ
ڈالے تھے۔ گھر پر مشاعرے اور مقاصدے برابر ہوتے رہتے
تھے۔

محمد خالد عابدی:۔ تو گویا آپ کو ادبی ذوق ورثہ میں ملا ہے؟

علی جواد زیدی:۔ آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ میں نے بہت کچھ ورثہ کے طور پر غیر محسوس طریقہ پر پایا ہوگا۔

محمد خالد عابدی:۔ کیا آپ کو یاد آتا ہے کہ آپ نے پہلا شعر کب اور کس عمر میں کہا تھا اور وہ اشعار کیا تھے؟ کیا اُن کی اشاعت ہوئی؟

www.taemeernews.com

جواد زیدی:۔ قطعی تاریخ تو یاد نہیں لیکن اس وقت میری عمر سات آٹھ سال کی رہی ہوگی؟ محترم کا زمانہ تھا میرے نانہال میں لکھنؤ کے یتیم خانے سے دو چھوٹے چھوٹے بچے آئے تھے۔ شکل صورت بھی اچھی اور آواز بھی اچھی۔ انہوں نے ختم مجلس کے بعد ایک نوحہ ایسی پُرسوز اور اثر انگیز لحن میں پڑھا کہ ہر سننے والا گریدہ ہوگیا۔ اس کے کچھ شعر مجھے یاد ہوگئے رات کافی جا چکی تھی۔ گھر پہنچا تو محسوس ہوا کہ اسی طرح میں ایک نیا شعر میری زبان پر جاری ہے۔ گنگنانے لگا تو دو ایک شعر اور ہوگئے نوحوں کے اتنے شعر بچپن سے سنتا آیا تھا کہ یہ شعر فی البدیہہ بغیر کسی فکر کے نظم ہوتے گئے اور میں نے اسی وقت لکھ لئے اشاعت کا سوال ہی نہیں، ظاہر ہے کہ یہ ایک طفلانہ کوشش تھی کچھ دنوں یاد رہے پھر ذہن سے محو ہوگئے، لیکن اس کی اطلاع والد مرحوم اور ماموں صاحبان کو بھی ہوگئی اور انہوں نے ہمت افزائی کی۔ اب میں کچھ غزلیں بھی لکھنے لگا تھا۔ غالباً نو برس کا رہا ہوں گا کہ ماموں جان سید محمد رسا نے امتحاناً ایک طرح دے دی، مصرعہ طرح مشہور شاعر علی میاں کامل کا تھا "شامیانہ بن گیا جب سر پہ چادر تان لی"۔ اس کے تین شعر اب تک یاد ہیں اور یہ میری یادداشتوں کی کسی قسط میں ایک زمانے میں شائع بھی ہو چکے ہیں۔ وہ اشعار یہ تھے ؎

دل کے ٹکڑے کیا ہوئے کچھ پتہ چلتا نہیں
کوچۂ جاناں کی ساری خاک ہم نے چھان لی

ہے مرے بازار کی داد و دستد کچھ اور ہی
جان دی ہمیشہ اس پر جس نے جان لی

اک طرح شانِ شاہانہ فقیروں میں بھی ہے
شامیانہ بن گیا جب سر پہ چادر تان لی

www.taemeernews.com

لیکن سب سے پہلے جو قصیدہ نعتیہ میں نے دس برس کے سن میں لکھا تھا وہ جونپور سے شائع ہونے والے ہفتہ وار "المصطفیٰ" میں شائع ہوا تھا ۱۹۲۸ء میں۔

محمد خالد عابدی :۔ جب گھر کے افراد بالخصوص بزرگوں کو معلوم ہوا کہ آپ شاعری فرماتے ہیں تو اس کا کیا اثر ہوا؟

علی جواد زیدی :۔ شاعری کے سلسلے میں گھر والوں کا ہلا جُلا ردِ عمل تھا۔ ننہال میں تو علی العموم ہمت افزائی کی گئی اور والد مرحوم نے بھی دل بڑھایا، لیکن بزرگ خاندان جناب سید حسن امداد صاحب مرحوم نے قصیدہ سن کر ناخوشی کا اظہار کیا اور کہا کہ شاعری میں وقت ضائع نہ کرو، یہ زمانہ لکھنے پڑھنے کا ہے شعر و شاعری کا نہیں۔

محمد خالد عابدی :۔ آپ نے اپنے ابتدائی کلام پر کس سے اصلاح لی تھی؟ آپ کا باقاعدہ سلسلہ تلمذ کس سے قائم رہا؟ نیز آپ کے اساتذہ کرام کا طریقۂ اصلاح کیا تھا اور کیا آپ ان طریقوں سے مطمئن تھے؟

علی جواد زیدی :۔ بالکل ابتدائی کلام پر میرے ماموں جان نے اصلاح دی تھی بلکہ تخلص صابرؔ بھی ان ہی کا عطیہ تھا لیکن یہ لفظی اصلاح تھی۔ دو ایک غزلوں پر جرمؔ محمد آبادی سے بھی اصلاح لی ہے اور انہوں نے بعض رموز مثلاً شترگربہ، تعقید وغیرہ ابتدائی باتیں بتائیں۔ دو غزلوں پر عزیزؔ لکھنوی سے بھی، جب میں آٹھویں نویں جماعت کا طالب علم تھا اصلاح لی۔ لیکن بعد میں کسی کا باقاعدہ شاگرد نہیں رہا۔ علم عروض و قافیہ کے بارے میں جو کچھ حاصل کیا بطور خود حاصل کیا۔ اس لئے طریق اصلاح کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ ایک بات سب میں مشترک تھی کہ لفظ و معنی پر سب کے سب توجہ دیتے تھے اور زبان

www.taemeernews.com

کے معاملے میں سخت گیر تھے۔

خالد عابدی:۔ کیا آپ کے اساتذہ کرام فنِ عروض سے بھی واقف تھے؟ اور آپ نے بھی کیا اُن اساتذہ سے فنِ عروض سیکھا ہے؟ کیا آپ شاعری کے لئے فنِ عروض کا جاننا ضروری سمجھتے ہیں؟

جواد زیدی:۔ عروض اور شاعری کے بارے میں یہ شعر آپ کے ذہن میں ضرور ہوگا۔

شعر می گویم بہ از قند و نبات ٭ من ندانم فاعلاتن فاعلات

اگرچہ یہ کہا گیا ہے کہ شاعر فاعلاتن فاعلات یعنی عروض نہیں جانتا لیکن اسی مصرعے سے ظاہر ہے کہ وہ عروض سے واقف ہے۔ البتہ جو بنیادی بات شاعر نے کہی ہے وہ یہ کہ شعر کو قند و نبات کی طرح شیریں اور گوارا ہونا چاہیئے۔ عروض کی واقفیت سے زیادہ یہ ضروری ہے۔ موزونیِ طبع فطری بھی ہے عطیۂ ماحول بھی اور ایک حد تک خالصتہً کسبی بھی۔ ہمارے عروض میں ایک کمی یہ ہے کہ وہ ہندی بحور کو حاوی نہیں ہے یعنی فارسی بحروں تک جا کے رُک جاتی ہے ضمنی طور سے کچھ ہندی بحریں بھی آگئیں ہیں لیکن تمام ہندی اور ان کی سمائی ان میں نہیں ہے۔ عروضی بحریں زیادہ تر سماعی ہیں ماترائی کم۔ ان دونوں کو پیش نظر رکھ کر ابھی تک عروض کی تشکیل نہیں ہوئی ہے۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ہم نے اُن بحروں کو تو دامن میں سمیٹ لیا ہے جو عام طور سے رائج نہیں ہیں، لیکن وہ ہندی بحریں جو مہد سے لحد تک ہمارے ساتھ رہتی ہیں اُن کو حلقۂ بیرونِ در قرار دے رکھا ہے۔ یہ کام ابھی کرنے کا ہے۔ رہا یہ سوال کہ شاعر کو فن و عروض کا جاننا ضروری ہے یا نہیں اس کا جواب اسی پر منحصر ہے کہ ہم عروض سے کیا کام لینا چاہتے ہیں۔

www.taemeernews.com

شاعری اور موسیقی کا چولی دامن کا ساتھ ہے اور عروض شاعری اور موسیقی کے اسی رشتے کو بتاتی ہے ۔ یہ رشتہ بہت کچھ ذوق سلیم بھی بتاتا ہے لیکن اس کا ایک حصہ وہ ہے جو رموزِ فن پر مشتمل ہے اور جس کے لئے علم ضروری ہے ، چاہے وہ خود سے حاصل ہو یا استاد کے ذریعہ سے ۔ جیسا کہ معلوم ہے کہ ہمارے عروض کی بنیاد عربی عروض پر ہے ۔ فارسی عروض کو بھی اسی پیمانے میں ڈھالنے کی کوشش ہوتی ہے اور ضمناً بعض ہندی بحور کو بھی ۔ ہمارے اذہان عربی موسیقی سے اتنے آشنا نہیں جتنے کہ اہلِ عرب کے ہو سکتے ہیں ۔ اس لئے ان عربی بحور کی موسیقی پر مبنی موسیقی کا تاثر عام ذہن پر فوراً مترتب نہیں ہوتا ۔ میں اس بحث میں یہاں نہیں الجھونگا کہ شعر کے لئے وزن ضروری ہے یا نہیں اور خود وزن سے کیا مراد ہے ۔ لیکن شعر کا ایک تکوینی جز و وزن ضرور ہے ۔ یہ اوپر سے عائد کی ہوئی کوئی چیز یا مستزاد نہیں ہے ۔ اب بلینک ورس وغیرہ کے سلسلے میں مساوی الارکان ہونے کی قید اٹھا دی گئی ہے ، پھر بھی وزن تو ہے اور میں سمجھتا ہوں وزن کسی نہ کسی شکل میں برقرار رکھنا ضروری ہے ، قافیہ کی قید ضروری نہیں رہ گئی ہے لیکن قافیہ کی اپنی دلکشی ہے ۔

محمد خالد عابدی :۔ محترم آپ نے اپنی طالب علمی کا زمانہ کہاں گذارا ؟

علی جواد زیدی :۔ میری طالب علمی کا زمانہ کرہان ، محمد آباد کہنہ (ضلع اعظم گڈھ) میں مکتبی تعلیم میں گھر ہی پر گذرا ۔ پھر عربی تعلیم کے سلسلے میں جامعہ ناظمیہ عربیہ ، لکھنؤ میں کچھ وقت گذارا ۔ انگریزی تعلیم کا لون ہائی اسکول ، ریاست محمود آباد ، ضلع سیتاپور ، گورنمنٹ جوبلی انٹر کالج لکھنؤ اور لکھنؤ یونیورسٹی میں حاصل کی ۔ اس میں ایل ، ایل بی کی ڈگری کا

www.taemeernews.com

حصول بھی شامل ہے۔ جنگ آزادی کے سلسلے میں جیل چلے جانے سے ایک سال برباد ہوا اور ایل ایل بی کا دوسرا سال دو سال میں پورا کرنا پڑا۔

[خالد عابدی]: آپ نے پہلی ملازمت کس محکمے میں کی ؟ کیا آپ نے ملازمتیں بدلی بھی ہیں؟ ان کی کیا وجوہ ہوسکتی ہیں ؟

[علی جواد زیدی]: جیل چلے جانے کی وجہ سے ملازمت سرکار کے دروازے اپنے اوپر بند ہی کر لیے تھے۔ اس لیے ابتدائی ملازمتیں کسی محکمے میں نہیں کیں سب سے پہلی ملازمت دفتر "زمانہ" و "آواز" کانپور میں انٹرمیڈیٹ پاس کرنے کے بعد، تقریباً چھ ماہ تک نائب مدیر کی حیثیت سے کی لیکن کانپور میں جی نہ لگا، اس لیے دیا نرائن نگم صاحب کے اصرار کے باوجود وہاں سے چلا آیا۔ اور لکھنؤ یونیورسٹی میں داخل ہوگیا۔ اس عرصے میں کچھ صحافتی کام جزوقتی طور پر کیے اور چھوڑے اُن کی تفصیل کا وقت نہیں لیکن تعلیم کے بعد ایک ہندوستان گیر خبر رساں ایجنسی 'اورینٹ پریس آف انڈیا میں دہلی اور لکھنؤ میں ایڈیٹر کی حیثیت سے کام کیا۔ بہن کی شادی میں شرکت کے لیے رخصت چاہی، نہ ملی، کچھ سیاسی اختلافات بھی تھے، استعفیٰ دیدیا اور گھر بیٹھ رہا۔ آخر وکالت کی۔ سال بھر تک غازی پور (یو۔پی) میں وکالت کی، وکالت خاصی چل نکلی تھی لیکن غازی پور میں دل نہیں لگتا تھا۔ لکھنؤ کی وسیع تر فضائیں اور تحریکیں یاد آتی تھیں۔ اُسی زمانے میں یو۔پی کے محکمۂ اطلاعات میں افسر انچارج شعبۂ اُردو کی آسامی کے لیے میرا انتخاب ہوگیا۔ اور میری بیشتر سرگرمیاں بحق سرکار ضبط ہوگئیں۔ یہاں علی الترتیب پبلی کیشنز آفیسر، اسسٹنٹ ڈائرکٹر، اور ڈپٹی ڈائرکٹر کے عہدوں

www.taemeernews.com

پر کام کرنے کے بعد، یونین پبلک سروس کمیشن کے ذریعہ حکومت ہند
وزارتِ اطلاعات ونشریات میں انفارمیشن آفیسر مقرر ہوگیا۔ وہا
سے ڈپٹی پرنسپل انفارمیشن افسر اور ریجنل افسر فیلڈ پبلسٹی اور جوائ
ڈائرکٹر نیوز سروسز ڈویژن نمائندہ خصوصی برائے تہران وممالک ع
وغیرہ، اہم خدمات پر مامور رہا۔ حکومت جموں وکشمیر وہاں سے
وزیر اعلیٰ کا خصوصی سکریٹری اور محکمہ جات اطلاعات وتوضیح
سکریٹری رہا۔ اس کے علاوہ اتر پردیش اردو اکادمی کا صدر، جموں
کشمیر اکیڈمی آف آرٹس، کلچر اینڈ لینگویجز کا جنرل سکریٹری، مرکز
للت کلا اکادمی، سنگیت ناٹک اکادمی کا رکن رہا ہوں کئی ادارو
سے رکن اور صدر کی حیثیت سے وابستہ ہوں۔

محمد خالد عابدی:۔ کہیں پڑھا تھا، یا کسی سے سنا تھا کہ آپ نے جنگ آزادی میں بھی
لیا تھا؟ تو یہ آپ کی طالب علمی کے زمانے کا واقعہ ہے یا تعلیم مکم
کرنے کے بعد آپ جنگ آزادی میں شریک ہوئے؟ آپکی سرگرمیا
کس طرح کی تھیں، یقیناً صعوبتیں اور سزائیں بھی برداشت کی ہ
قدرے اس کی تفصیل۔

علی جواد زیدی:۔ آپ نے یہ صحیح سنا تھا کہ میں نے جنگ آزادی میں بھی حصہ لیا
یہ زمانۂ طالب علمی کا ہی واقعہ ہے جہاں تک جنگ آزادی میں
شریک ہونے کا سوال ہے، میں ۱۹۳۵ء سے پہلے ہی اس
ذہنی ہمدردی رکھنے لگا تھا اور اگرچہ اسکول کا طالب علم تھا لیک
کچھ تنظیمیں وغیرہ کہی تھیں اور ایک بار جلوس میں بھی شریک ہوا تھا
جس پر گھر والے ناراض ہوئے کہ تعلیم ختم ہوجائیگی، لیکن میر
دلچسپی برقرار رہی۔ ویسے محمود آباد میں تحریک بہت کمزور تھی۔ ج

www.taemeernews.com

میں ۱۹۳۵ء میں لکھنؤ آگیا تو تحریک کی وسعت اور شدّت کا احساس ہوا اور میں کھل کر دوسرے نوجوانوں کی طرح حصّہ لینے لگا یہاں آچاریہ نریندر دیو کے بھتیجے کیلاش درما سے ملاقات ہوئی۔ وہ بھی جوشیلے طالب علموں میں تھے ع خوب گذرے گی جو مل بیٹھینگے دیوانے دو۔ اس زمانے میں بہت سی طلبہ کی ہڑتالیں ہوئیں۔ عام جلسے جلوس نکلتے۔ سب میں ہم لوگ بڑھ چڑھ کر حصّہ لیتے۔ میں شعر بھی کہتا اور تقریر بھی کر لیتا، بس چھوٹا موٹا لیڈر بن گیا۔ اُسی زمانے چند طلبہ کے ذہنوں میں خیال آیا کہ طلبہ کی ایک کل ہند تنظیم بنائی جائے، ہم بھی اس تجویز میں شامل تھے۔ اس طرح ۱۹۳۲ء میں جو پہلی آل انڈیا اسٹوڈنٹس کانفرنس لکھنؤ میں ہوئی، اس میں، میں ڈیلی گیٹ تھا۔ اور اس کی تنظیم میں، میں نے عملی حصّہ لیا تھا۔ اِسی کانفرنس کی بدولت لاہور سیشن میں آل انڈیا اسٹوڈنٹس فیڈریشن کا قیام عمل میں آیا۔ یہ میری خوش قسمتی تھی کہ اسی کانفرنس کی پچاہ سال جوبلی بھی ہم نے لکھنؤ میں اُسی ہال میں منائی جہاں پہلی کانفرنس کا انعقاد ہوا تھا۔ اس عرصے میں، میں آل انڈیا اسٹوڈنٹس فیڈریشن کی لکھنؤ شاخ کا صدر، یو۔ پی شاخ کا نائب صدر اور پھر آل انڈیا اسٹوڈنٹس فیڈریشن کا جنرل سکریٹری بھی مقرر ہوا۔ میری ہی کوششوں سے ہندوستان میں پہلی بار خواتین طلبہ کانفرنس لکھنؤ میں منعقد ہوئی۔ ان تمام کوششوں اور ہنگامہ آرائی کی بدولت حکومت ہم سے پریشان وخائف تھی اور وہ ہم کو گرفتار کر لینے کا بہانہ ڈھونڈھ رہی تھی۔ لیکن طلبہ کی متحدہ قوّت سے خائف و ترساں بھی تھے۔ اسی زمانے میں لارسوسائٹی کا افتتاح کرنے کے لئے سرمارس گائر کو جو

www.taemeernews.com

سپریم کورٹ کے چیف جج تھے، لکھنؤ بلایا گیا۔ وہ دلّی یونیورسٹی کے باعتبار عہدہ چانسلر بھی تھے۔ انہوں نے وہاں دو طلبہ کو سیاست میں حصّہ لینے کی پاداش میں یونیورسٹی سے نکال دیا تھا۔ اُن کے آنے پر یہاں زبردست احتجاج ہوا اور سر ہارس اگائر کو بغیر افتتاح کئے واپس جانا پڑا۔ احتجاج میں میرے علاوہ علی سردار جعفری اور قاضی جلیل عباسی نے بھی حصّہ لیا تھا اس لیئے ہم تینوں کی گرفتاری کے احکام صادر کر دیئے گئے۔ میرے لیئے فیڈریشن نے یہ طے کیا تھا کہ میں اگلی کانفرنس تک انڈر گراؤنڈ رہوں۔ یہ زمانہ عجیب و غریب تجربات و حوادث کا رہا ہے۔ بہرحال میں کسی نہ کسی طرح بچتا بچاتا ناگپور پہونچ گیا، جہاں کانفرنس ہونے والی تھی۔ میں یکایک کانفرنس میں تقریر کرنے کے لیئے وہاں کے ایک پاش ہوٹل سے نمودار ہوا اور پھر غائب لیکن اس روز رات کو میں شریف صاحب بیرسٹر، سابق وزیر سی پی کے یہاں کھانے پر مدعو تھا۔ اس لیئے ہوسٹل واپس آنا پڑا۔ یہاں ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پہلے سے ہی کمرہ کا محاصرہ کیئے ہوئے وارنٹ لیئے ہوئے موجود تھے۔ ادھر شریف صاحب کے جونیئر ایڈوکیٹ مجھے لینے کے لیئے کار لے کر آگئے تھے۔ غرض دونوں نے بات چیت کر کے یہ طے کیا کہ مجھے دعوت کے بعد حراست میں لیا جائے۔ میں اب ویسے بھی گرفتاری کے لیئے تیار تھا۔ کیونکہ Under Ground رہنے کا فیصلہ کانفرنس تک کے لیئے تھا۔ غرض کوئی بارہ بجے رات کو گرفتار ہو کر مجسٹریٹ کے سامنے اُن کے دولت کدے پر پیش ہوا اور وہاں سے سیدھے سینٹرل جیل اور کال کوٹھری۔ کوئی ہفتہ بھر بعد لکھنؤ منتقل کیا گیا۔ جہاں کا وارنٹ تھا۔ مقدمہ چلا چھ ماہ کی سزا

www.taemeernews.com

ہوئی انڈر گراؤنڈ زمانے کو ملا کر کوئی نو، دس مہینے ہو گئے، لیکن ہم تو اس کے لیے تیار ہی تھے۔ خانہ تلاشیاں، مختلف طرح کی پریشانیاں، ملازمتوں کا نہ ملنا، عزیزوں کا عتاب، لگی ہوئی شادی کا یکایک ٹوٹ جانا ۔
ایک زمیندار ہونے کی وجہ سے حکام کا طرح طرح پریشان کرنا، لیکن ۔

سفینہ جب کے کنارے پہ آلگا غالب ؛ خدا سے کیا ستم و جور ناخدا کہیئے

محمد خالد عابدی:۔ جس زمانہ میں آپ جنگ آزادی میں سرگرم تھے تو اس وقت بھی آپ شاعری فرماتے ہونگے، کیا اُس زمانے کا کلام محفوظ ہے ؟ غالباً اس کی باقاعدہ اشاعت بھی ہوئی ہوگی ؟

علی جواد زیدی:۔ پہلے ہی سے شاعری کرتا تھا۔ اس کے پہلے ہی ایک مجموعہ مرتب ہو چکا تھا، لیکن شائع ہونے کی نوبت نہیں آئی۔ جیل میں بھی بہت کچھ لکھا ہے جو مختلف مجموعوں میں بالخصوص " رگِ سنگ " " دیارِ سحر" اور "تیشۂ آواز" میں شائع ہو چکا ہے۔ کچھ غیر مطبوعہ بھی ہے لیکن تھوڑا سا۔

محمد خالد عابدی:۔ کیا یہ شاعری جو جنگ آزادی کے متعلق تھی ضبط بھی ہوئی تھی ؟

علی جواد زیدی:۔ سب تو نہیں، لیکن کچھ ضبط بھی ہوئی ۔

محمد خالد عابدی:۔ آپ کی پہلی تصنیف کس صنف میں تھی اور وہ کب اور کہاں شائع ہوئی؟

علی جواد زیدی:۔ میری پہلی تصنیف جو شائع ہوئی وہ تو ایک نعتیہ قصیدہ تھا اس کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ لیکن پہلا مجموعۂ کلام " رگِ سنگ" ہے جو اشاعت گھر، حیدرآباد سے ۱۹۴۴ء میں شائع ہوا۔ اس میں صرف نظمیں ہیں۔ اس زمانے میں، میں نے غزلیں لکھنا ترک کر دیا تھا۔

محمد خالد عابدی:۔ آپ کس تحریک سے وابستہ رہے ہیں۔ بالخصوص ترقی پسند تحریک سے آپ کس حد تک متاثر ہیں ؟ اور آپ اس کو تحریک تسلیم کرتے ہیں یا رویہ ؟ آپ نے اپنے تجربات، مشاہدات اور نظریات کی روشنی میں

www.taemeernews.com

ترقی پسند ادبی تحریک کی کیا تعریف متعین فرمائی ہے؟

علی جواد زیدی:۔ اردو ادب میں رجحانات تو کئی ابھرے، کچھ خالص ادبی۔ کچھ فکری اور انہوں نے اردو ادب کو متاثر بھی کیا۔ حالی و آزاد کی افادیت پسندی، مقصدیت بلکہ اخلاقی شاعری تک اسی ضمن میں آجاتی ہے۔ اس کا دوسرا پہلو فرسودہ بیانیہ اور اسلوبی روایات سے انحراف بھی تھا، یہ خود حالی و آزاد کے یہاں ضمنی حیثیت رکھتا ہے۔ پھر بھی طرزِ اظہار میں ایک حاشیائی تبدیلی آئی۔ مسدس اور مثنوی کے فارم کا احیار ہوا نظم کی شکل میں۔ پھر ٹیگور اور نذرل کا لہجہ بھی کسی حد تک اثر انداز ہوا۔ افسانوی ادب پر بنگال کا اثر زیادہ ہے۔ اقبال کے ہمہے میں مرثیہ اور قصیدہ کا آہنگ بھی صاف نظر آتا ہے۔ اگرچہ فکری عنصر غالب ہو جاتا ہے۔ دھیرے دھیرے نظیر اور انیس کی لفظیات اور بے تکلف اظہار کے طریقے بھی اپنا اثر دکھاتے رہے۔ انگریزی اثرات مستزاد تھے اس کو شرر وغیرہ کے گروہ نے ایک تحریک کی شکل دینا چاہی لیکن بات آگے نہیں بڑھی۔ سچ پوچھئے تو تحریک صرف ترقی پسندی ہی تھی جس نے گھاٹ گھاٹ سے پانی پیا کیونکہ اس کا بنیادی رشتہ انسان اور اس کے حقیقی ارضی ماحول سے تھا۔ اسی رو میں وہ تمام تجربے جو پہلے ترک کر دیئے گئے تھے، انہیں پھر تجدید کے نقطۂ نظر سے اپنایا گیا اور فکری عنصر کا اضافہ کیا گیا ہے۔

ابتدار میں یہ صرف ایک رویہ تھا تمام ہم خیال ترقی پسند ایک مرکز کی طرف آنے لگے۔ ورنہ کہاں مولوی عبدالحق، نیاز فتحپوری اور کہاں حسرت موہانی اور پریم چند اور سجاد ظہیر۔ یہ زمانے کی، عہد کے دل کی دھڑکن تھی، جسے بوڑھے جوان، زاہد اور رند سب محسوس

www.taemeernews.com

کرنے لگے تھے۔ لیکن مارکسیت نے، کسی خاص ماورکہ، کی مارکسیت نے نہیں بلکہ عام اشتراکی رجحان نے ایک سمت دی۔ حسرت، ساغر فراق، جوش، جمیل مظہری، سردار، مجاز، فیض، زیدی وجذبی کا، سبھی کا ایک پلیٹ فارم پر آجانا اسی لئے ممکن ہو سکا۔ یہ ایک عالمی رو تھی۔ ساری دنیا کا ادب متاثر ہو رہا تھا اور ساری دنیا کے ادیب مختلف حیثیتوں سے اس میں شامل ہو رہے تھے۔ عام طور سے وابستگی کا یہی مفہوم لینا چاہیئے کہ نا وابستگی نہیں تھی۔ سیاسی جماعتوں کے نظریئے مختلف تھے۔ اُن سے وابستہ ادیبوں کے نظریئے بھی مختلف تھے، لیکن ادبی ترقی پسندی کا دائرہ کبھی بھی بیحد سکڑا ہوا اور محدود نہیں تھا اور ہونا بھی نہیں چاہیئے تھا، اسی لئے بھیمڑی کانفرنس کی شدت پسندی کو مستحسن نہیں سمجھا گیا۔

میں نے ادبی ترقی پسندی کے سلسلے میں اپنے خیالات کافی تفصیل کے ساتھ مختلف مقالات میں خاص کر "تعمیری ادب" نامی مجموعہ مضامین کے کئی مضامین میں واضح کر دیا ہے۔ اس کی منطقی تعریف متعین کرنا غلط ہوگا، کیونکہ یہ عمومی رویہ تھا جس کی تشریح و تفسیر تو کی جا سکتی ہے لیکن منطقی تعریف نہیں۔ ہاں اس کو ایک تحریک کی حیثیت سے چلایا گیا اور پچاس برس سے زیادہ عرصے تک اس کو زندہ رکھا گیا۔ یہ میرے آپ کے سب کے مشاہدے کی بات ہے اس پر کئی دور گذرے ہیں اور جب تک زندہ ہے گذرتے رہیں گے یہاں 'ودھی کا ودھان' والی بات نہیں چلے گی۔

خالد عابدی:۔ محترم اکثر تخلیقات اپنے ساتھ ساتھ کوئی سانحہ، واقعہ، رکھتی ہیں کیا آپ کو اپنی کسی تخلیق کی شان نزول یاد آئی ہے؟ کیا آپ کی کوئی

www.taemeernews.com

ایسی تخلیق بھی رہی ہے جس نے آپ کو کسی مقدمہ، تنازعہ، جواب
الجواب وغیرہ سے دوچار کیا ہو؟

علی جواد زیدی:۔ میری کسی تخلیق پر کوئی مقدمہ نہیں چلا، نظم ضبط ضرور ہوئی۔ جواب الجواب
تو ہوتے ہی رہتے ہیں ان کی تفصیل طول لاحاصل ہوگی۔ بعض
نظموں کی شانِ نزول کے بارے میں، میں نے اپنے مجموعوں میں
بھی دیا ہے۔ کہیں واقعہ ہے، کہیں سانحہ ہے، کہیں سیدھا سادا
ہے، کہیں معمولی محرومیاں، کہیں جیل کی زندگی کا بیان ہے، کہیں
ہے، کہیں کوئی اور تاثر ؎

سفینہ چاہیئے اس بحرِ بیکراں کیلئے

محمد خالد عابدی:۔ کیا وجہ ہے کہ ہمارے یہاں اردو ادب میں انٹرویو کی صنف اتنی
مقبول نہیں ہے جتنی کہ دیگر زبانوں میں؟ ابھی تک آپ کی نظر سے
جو انٹرویو کا ادب گذرا ہے اس کے بارے میں آپ کی بے باک
رائے کیا ہے؟ نیز اردو میں انٹرویو کے ادب کی زیادہ سے زیادہ
اشاعت ہو اس کے لئے آپ کی کیا تجاویز اور مشورے ہیں؟

علی جواد زیدی:۔ ہر انٹرویو، ادب نہیں ہوتا۔ لوگ آتے ہیں اہم مسائل پر فوری جواب
چاہتے ہیں۔ بعض انٹرویو کرنے والوں کا ذہن بھی صاف نہیں ہوتا
وہ کیا پوچھنا چاہتے ہیں؟ اچھے انٹرویو کے لئے یہ ضروری ہے کہ جس
کا انٹرویو لیا جائے اس کے بارے میں پہلے معلومات فراہم کرلی جائیں
اُس نے جو کچھ لکھا ہے اُس کو پڑھ لیا جائے، تب انٹرویو کیا جائے
اگر معلومات فراہم نہیں ہیں تو ایک سے زیادہ انٹرویو لئے جائیں تاکہ
بات پوری طرح سمجھی جا سکے۔

اگر کوئی شاعر بھی ہے، ادیب بھی ہے، محقق بھی ہے، سا

www.taemeernews.com

میں بھی کچھ دخل رکھتا ہے ثقافتی تحریکوں سے بھی وابستہ ہے تو انٹرویو میں اُس کی شخصیت کے ان تمام پہلوؤں کو سامنے آنا چاہیئے۔ اگر کسی خاص موضوع ہی سے متعلق انٹرویو ہو تب بھی اس کی طرف اشارہ ضروری ہے کہ وہ اس موضوع کا خصوصی علم رکھتا ہے یا ایک نمائندہ شہری یا دانشور کی حیثیت سے اس سے سوالات کیے گئے ہیں۔

پھر بھی عام طور سے دیکھا گیا ہے کہ لوگ ماضی میں زیادہ رہنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ اہمیت حال کی زیادہ ہے۔ سوالات میں حال کے اہم مسائل پر اختلافی نظریات و خیالات پر زور دیا جائے اور مستقبل پر نظر رکھی جائے تو انٹرویو زیادہ جاندار اور مفید ہو سکتے ہیں۔ مثلاً اردو میں صرف ادبی مسائل پر ہی انٹرویو کیوں شائع ہوتے ہیں۔ کیا اردو پڑھنے والوں کو زندگی کے کسی اور مسئلے سے کوئی لگاؤ نہیں ہے؟

خالد عابدی:۔ اور محترم ابھی تک جو مکتوباتی ادب (شائع شدہ) سامنے آیا ہے اُس کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

جواد زیدی:۔ ابھی ابتدا ہے۔

خالد عابدی:۔ محترم بالخصوص اردو رسم الخط کے بارے میں اکثر یہ سوال قائم کیا جاتا ہے، اور اس تحریک میں ہمارے کچھ اردو ادیب و شاعر بھی شریک رہے ہیں کہ اردو کا موجودہ رسم الخط سائنٹفک نہیں ہے چنانچہ اسے بدل کر دیوناگری رسم الخط اختیار کر لیا جائے۔ آپ کیا سوچتے ہیں؟

جواد زیدی:۔ مجھے اردو رسم الخط میں کوئی خاص بُرائی نظر نہیں آتی۔ اس میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جسے غیر سائنسی کہا جائے۔ یہ واحد رسم الخط ہے جس میں تقریباً ہر زبان کے سبھی لہجوں کے لیے گنجائش نکالی گئی ہے — مختلف لہجوں میں ایسے بھی حروف ہیں جو اردو میں صحیح مخارج سے

www.taemeernews.com

ادا نہیں ہوتے، لیکن اصلی زبانوں کی تاسی میں لکھ دیئے جاتے ہیں۔ ایک طرح سے یہ اچھا ہے مشکل ضرور پڑتی ہے اُن لوگوں کیلئے جو اس زبان کو سیکھنا چاہتے ہیں لیکن یہ مشکل انگریزی، فرانسیسی روسی سبھی میں پڑے گی چینی اور جاپانی میں بھی۔ ہماری عزیب زبان ہے۔ اس لیئے لوگ مایوسانہ سوچتے ہیں کہ اگر ہم دیوناگری یا رومن میں لکھیں تو زیادہ لوگ پڑھیں گے۔ ایسا نہیں ہے جنھیں پڑھنا ہے وہ ضرور پڑھیں گے۔ ممکن ہے پڑھنے والوں کی تعداد کچھ بڑھ جائے میں یہ ضرور چاہتا ہوں کہ دیوناگری میں بھی زیادہ سے زیادہ کتابیں چھاپ دی جائیں تو اچھا ہو لیکن اردو رسم الخط بدلنے کی بات غلط ہے۔

محمد خالد عابدی:۔ ابھی تک کی آپ کی کُل مطبوعات ؟

علی جواد زیدی:۔ میری تصانیف کی تعداد پچپن ہے۔ میں انعام کے لیئے کتابیں نہیں بھیجتا۔ کچھ ناشرین نے اردو میں نے بھیج دیں۔ کچھ کتابیں اس وقت لکھیں جب انعام کی رسم عام نہیں تھی۔ آٹھ تصانیف پر انعام حکومتوں اور اکادمیوں کی جانب سے ملے ہیں اس کے علاوہ غالب انسٹی ٹیوٹ کی جانب سے اردو فارسی تحقیق پر پندرہ ہزار روپیہ کا اور اتر پردیش اردو اکادمی کی طرف سے مجموعی خدماتِ ادب کے لیئے دس ہزار روپیہ کے انعامات ملے۔ سب سے بڑا انعام یہ ہے کہ لوگ پڑھتے ہیں اور پسند کرتے ہیں جن اکادمیوں نے انعامات دیئے اُن میں بہار اردو اکیڈمی، اتر پردیش اردو اکیڈمی اور جموں و کشمیر اکیڈمی آف آرٹس کلچر اینڈ لینگویجز شامل ہیں۔

محمد خالد عابدی:۔ آپ اردو کے تعلق سے اردو زبان، اردو ادب اور اردو کے

www.taemeernews.com

اخبار و رسائل نیز اردو کے اساتذہ اور اردو کے طالب علموں سے کوئی ایسی اپیل کرنا چاہتے ہیں جو برسہا برس سے کہنا چاہتے ہوں لیکن اس موقعہ کی تلاش میں ہوں جس کے آپ خواہشمند ہوں ؟

جواد زیدی:۔ یہ آپ کو معلوم ہی ہوگا کہ گجرال کمیٹی کا میں ممبر جوائنٹ سکریٹری تھا اور رپورٹ کی ترتیب و تسوید کے سلسلے میں میری خدمات کا واضح لفظوں میں اعتراف خود رپورٹ میں کیا گیا ہے ۔ میں نے اردو کے تمام مسائل کا جائزہ لیا ہے ۔ بنیادی طور سے اردو کا مسئلہ تعلیم کا مسئلہ ہے ۔ حکومت کی طرف سے بہت کم تعاون مل رہا ہے لیکن اس سے بھی کم عربی تعلیم کے لئے مل رہا ہے لیکن لوگ عربی پڑھ رہے کیونکہ اس سے ثقافتی ضرورتیں وابستہ ہیں ۔ اسی طرح ہم اردو سے مضبوط ثقافتی رشتہ رکھتے ہیں یہ وحدت وطنی و ملّی کی امین ہے ۔ یہ ہمارا تشخص ہے ۔ جو لوگ یہ نعرہ لگاتے ہیں کہ اس کا رشتہ روزی روٹی سے جوڑا جائے ، وہ سیاسی نعرہ بلند کرتے ہیں ۔ روزی روٹی کا رشتہ علاقائی اور مرکزی زبان سے جُڑا ہوا ہے ہی ۔ اگر کچھ ٹکڑے اردو کی طرف بھی پھینک دیئے گئے دس بیس ملازمتیں بھی مل گئیں تو اس سے تعلیم کا عام مسئلہ حل نہیں ہوگا ۔ تعلیم نسواں پر زور دیا جانا چاہیئے اور ابتدائی درجات میں اردو کی تعلیم ضرور ہونا چاہیئے ۔ یہ کام ہمارے کرنے کا ہے اس کے لئے ہم خود پرائمری اور شبینہ اسکول کھولیں اور مشنری جذبہ سے یہ کام کریں ۔ اس کے ساتھ ساتھ علاقائی اور مرکزی زبان سے رشتہ مضبوط بنائے رکھیں ۔ یہ ایک کھُلی ہوئی حقیقت ہے کہ ہر شخص کو حکومت نہ تو ملازمت دیتی ہے نہ دے سکتی ہے تو پھر ایسے مطالبات میں الجھنے

www.taemeernews.com

الجھانے سے کیا فائدہ ہے۔ اردو پڑھیئے اور پڑھائیے۔

دوسرا اہم کام یہ ہے کہ عام لوگوں کے لیئے ان کی ضرورت روزمرہ کی ضرورتوں کے مطابق لکھوائیے۔ اخبارات و رسائل میں مضامین اور مقالے لکھوائیے اور لکھیئے۔ صرف غزل اور افسانے کے بوتے پر زبانیں چلیں گی تو لڑکھڑاتی ہوئی ہی چلیں گی۔

www.taemeernews.com

عزیز قیسی سے ایک انٹرویو

سوال :- آپ کا اصلی اور مکمّل نام ؟

جواب :- میرا اصلی اور مکمّل نام ، عزیز محمد خاں ہے ۔

سوال :- آپ کے والد ماجد کا اسم شریف اور وہ کس ملازمت وغیرہ میں تھے ؟

جواب :- میرے والد کا نام محمود خاں تھا ۔ وہ ریاست حیدرآباد کی عدالت مطالبات خفیہ بلدہ (City Small Cause Court) میں خزانہ دار تھے ۔ ریاست حیدرآباد کے انڈین یونین میں انضمام کے بعد بھی اُسی پوسٹ پر رہے اور سنہ ۱۹۶۲ء میں وظیفہ پر سبکدوش ہوئے ۔

سوال :- آپ کی تاریخ پیدائش ، ماہ و سال ؟

جواب :- میری تاریخ پیدائش یکم جولائی ہے ۔ سال سنہ ۱۹۳۱ء ۔

سوال :- آپ عزیز قیسی کس مناسبت و رعایت سے لکھتے ہیں ؟

جواب :- میں عزیز قیسی ، قیس عامری سے کسی تعلق یا رشتے کی بنا پر نہیں ہوں ۔ قیسی میرا تخلّص ہے ۔ اِس تخلّص کو اختیار کرنے میں میرا کوئی ارادہ بھی شامل نہیں ہے ۔ اِس تخلّص کے پیچھے ایک جذباتی واقعہ ہے ۔ میں شعر بہت کم عمُری سے کہتا ہوں ۔ تیسری جماعت میں تھا تب پہلی بار اُردو کی کورس کی کتاب میں " سُداما کی کہانی " کو منظوم کر دیا تھا ۔ اسوقت میرا کوئی تخلّص نہیں تھا ۔ چھٹی میں ، ایک ہم عمر دوست کے ساتھ غزلیں

www.taemeernews.com

کہنی شروع کیں۔ اس وقت تخلص عزیز رکھا۔ ہائی اسکول تک آنے تک عزیز ہی تخلص رہا۔ پھر جو پہلا تخلص بہت سوچ سمجھ کر رکھا (اپنی دانست میں) وہ برتر تھا۔ اُن دنوں اسکول کے تقریری مقابلوں کے علاوہ چھوٹے چھوٹے تعلیمی جلسوں میں بھی شرکت کرتا تھا۔ اور اقبال کے تتبع میں کہی ہوئی نظمیں سُناتا تھا۔ برتر غالباً اقبال کی شاعری (خاص طور پر خودی اور شاہین) کے اثر میں یہ تخلص رکھا ہوگا۔ پھر یوں ہُوا کہ ایک لڑکی سے بڑی دل انگیز اور "چوری چھپے" کی دوستی ہوئی۔ اُن دنوں ایک فلم "لیلیٰ مجنوں" بہت چل رہی تھی۔ اِس فلم کی کئی باتوں کا اثر اُس وقت کی میری اور اُس اللہ کی بندی کے آغازِ شباب کی جذباتیت پر پڑا۔ وہ لڑکی اُسی فلم کے زیرِ اثر، قیسی یعنی میرے قیس کہہ کر مخاطب کرنے لگی۔ اور مجھے یہ تخاطب اِتنا اچھا لگا کہ میں اپنے آپ کو عزیز قیسی کہلوانے میں خوشی محسوس کرنے لگا۔ اور پھر یہ تخلص میری عادت بن گیا۔ یہ تفصیل زندگی میں پہلی بار آپ کو لکھ رہا ہوں۔ کچھ بہت قریبی دوست، جو اس زمانے کے ہیں، یہ جانتے ہیں اور میرا خیال ہے اب تو وہ بھی بھول چکے ہوں گے، کیوں کہ مجھے تو اب اُس لڑکی کا چہرہ بھی یاد نہیں ہے۔

سوال :- آپ کی پہلی مطبوعہ تخلیق کس صنف میں تھی اور کہاں شائع ہوئی تھی؟

جواب :- میری مطبوعہ تخلیق حیدرآباد کے کسی رسالے میں شائع ہوئی ہوگی۔ اور وہ رسالہ بھی کوئی اہم رسالہ نہیں ہوگا۔ میرے پاس نہ ذہنی طور پر اس بات کا ریکارڈ ہے نہ ہی میں نے اپنے ادبی کیریر کا کوئی ریکارڈ رکھا ہے۔ ہاں کالج میں آنے کے بعد جو چیزیں چھپیں وہ کچھ کچھ یاد ہیں دارالعلوم کالج میں غالباً ۱۹۴۸ء یا ۱۹۴۹ء میں 'فکر نو' جریدے میں

www.taemeernews.com

شعر چھپے اور ایک مضمون نظیر اکبر آبادی پر چھپا۔ شعر کیا تھے، یاد نہیں۔ لیکن کوئی نظم رہی ہوگی۔ کیوں کہ ہائی اسکول میں اقبال کے اثر سے اور اُن دِنوں غزل کے خلاف۔ حالی سے لے کر جوش تک کی ایک لہر چلی تھی اُس سے میں متاثر تھا اور غزل کہنا نہیں چاہتا تھا۔

سوال:۔ کیا آپ کو ادبی ذوق ورثہ میں ملا ہے؟

جواب:۔ ادبی ذوق کیسے پیدا ہُوا، کس کے سبب ہُوا، یہ میں نہیں کہہ سکتا اس لئے کہ میرے خاندان میں سات پُشتوں تک کوئی اَدب پڑھا ہُوا بھی بُزرگ نہیں۔ ہمارا خاندان پٹھانوں کا ہے جو افغانستان سے آئے تھے اور یہاں کی جنوبی ریاستوں میں، سپاہی پیشگی کو میرے اجداد نے اختیار کیا تھا۔ اس لئے کوئی آثار میرے بچپن میں ادب اور شعر کے میرے گھر میں نہیں تھے۔ ہاں میرے والد فارسی و عربی سے کماحقہٗ آگاہ تھے۔ مکتبی تعلیم تو اُن کی بھی واجبی ہی تھی۔ وہ "گلستاں بوستاں" پڑھے ہوئے تھے۔ فارسی اشعار اور کہاوتیں ضروریات چیت میں بے تکلف استعمال کرتے تھے۔ بہت خوش لحن تھے، قرآن بُلند قرأت میں لحن سے پڑھتے تھے۔ والدہ میری اُمّی تھیں، مگر اُن کی دیال میں پڑھے ہوں گے۔ دادی اُن کی قرآن اور علوم دین، اُمرار اور عمائدین کے بچّوں کو پڑھاتی تھیں اور والدہ چونکہ کم سنی میں ہی ماں کی شفقت سے محروم ہوگئی تھیں اور اُن کے والد یعنی میرے نانا نے دوسری شادی کرلی تھی اور غالباً سوتیلی ماں کو میری والدہ کا میرے نانا کے ساتھ رہنا گوارا نہیں تھا۔ تو وہ دادی کے زیر پرورش رہیں۔ اِس لئے اُن کا "علم سماعی" فارسی کی شاعری اور داستانوں پر مبنی تھا۔ وہ تلفظ کی غلطی کے باوجود فارسی شاعری، فارسی کہاوتیں، امیر حمزہ اور عمرِ عیار کی داستان سے لے کر شہرزاد

www.taemeernews.com

اور الف لیلیٰ تک ہمیں سُنائی تھیں۔ شہادت نامہ، نور نامہ، قصائد
ازبر تھے۔ شاید اسی کا اثر تھا کہ میں پہلی جماعت سے ہی اُردو کی کتا
پہلے دن پوری پڑھ لیتا تھا اور اُس میں شامل نظمیں مجھے یاد ہو جا
تھیں۔ اس یادداشت کو جو یقیناً مجھے ورثہ میں ملی اور اس سماعی
کو جو میرے بچپن نے سمیٹا، آپ میرا ورثہ کہہ سکتے ہیں۔ اور میرا ا
ذوق اسی ورثہ کی دین ہے۔

سوال:۔ آپ نے اپنے ابتدائی کلام پر کس سے اِصلاح لی؟ اور باقا
اُستاد کون ہے؟

جواب:۔ میں اپنی شعر گوئی کو خُداداد ہی کہوں گا۔ نہ مجھے کسی نے شاعری سکھا
نہ میں نے کسی سے اصلاح لی۔ ہاں آپ چاہیں تو مجھے "تلامذ الرحما
کہہ سکتے ہیں۔ اور اگر میرے شعر کسی لائق ہیں تو وہ دین مبدا کی فیا
ہے۔ میں غالب کی طرح کہہ سکتا ہوں کہ شعر میرے ذہن میں ایسے
نہفتہ تھے جیسے فولاد میں جوہر۔ اُستاد میرا ذوق ہے، اسے "ذو
سلیم" کہہ لیں مجھے کوئی اعتراض نہیں۔

سوال:۔ ابھی تک آپ کی کتنی کتابیں، کن کن موضوعات پر شائع ہو چکی ہیں

جواب:۔ میری صرف تین کتابیں اب تک شائع ہوئی ہیں۔ "آئینہ در آئینہ"
۷۲ء میں اور "گرد باد" ۸۶ء اور ایک ناولٹ "دوسرے کنارے
تک" ۹۳ء میں (غالباً) "دوسرے کنارے تک" کو ناولٹ
طویل مختصر افسانہ کہہ سکتے ہیں۔ ویسے افسانوں کا ایک مجموعہ، نثر
کے دو مجموعے، مضامین اور تبصروں کا ایک ضخیم مجموعہ، دیگر تحریر
کا ایک شیرازہ، مرتب ہے۔ چھپنے کا امکان کم ہی ہے۔

سوال:۔ آپ ادب کے ساتھ ساتھ فلموں میں کس طرح آئے؟

www.taemeernews.com

ب :- کہانیاں سُننے، کہانیاں لکھنے کا شوق مجھے بچپن سے ہے جیسا کہ میں نے آپ کو بتایا۔ تیسری جماعت ہی میں، میں نے "سُداما کی کہانی" کو جو نثر میں لکھی تھی، منظوم کر دیا تھا۔ کہانی اور شعر اس طرح پیوست بہ ہم دگر ہیں جس طرح شعر گوئی بچپن سے ہے۔ ویسے ہی افسانہ نگاری کی کوشش بھی اوائل عمر سے میں نے کی، شعر لیکن پہلے سُنائے بھی اور چھپائے بھی۔ افسانے بہت دیر میں چھپائے (وجہ کوئی نہیں ہے) پھر اسٹیج سے ربط ضبط شروع ہُوا تو ڈرامے لکھے جو اسٹیج ہوئے، ریڈیو کے لئے پلے، منظوم ڈرامے، غنائیے لکھے۔ اسٹیج کے لئے یک بابی ڈرامے لکھے، جن میں بہ حیثیت اداکار بھی کام کیا۔ یہ پس منظر ہے جو فلم کی کہانی اور مکالمے لکھنے میں مددگار رہا۔ لیکن فلم لائن میں "اِتفاق" سے آیا، ارادے سے نہیں۔ میں نے ۱۹۵۶ء تک سرکاری مُلازمت کی۔ اپنے سیاسی عقائد کی بنا پر مُلازمت چھوڑنا پڑی۔ ۱۹۵۷ء میں تلاشِ معاش کے سلسلے میں حیدرآباد سے میں بمبئی آیا۔ میرے دوست اقبال قریشی اُنہیں دنوں بمبئی میں میوزک ڈائرکٹر بننے کی کوشش میں تھے۔ بہت بے سروسامانی کا زمانہ تھا۔ اقبال قریشی کو ۱۹۵۸ء میں میوزک ڈائرکٹر بننے کا چانس مِل چکا تھا۔ مگر میں، روٹی کی تلاش میں بمبئی ہی میں مارا مارا پھر رہا تھا۔ اُنہیں دِنوں اختر الایمان کے گھر پر ایک شعری نشست میں سرشار سیلانی سے ملاقات ہوئی جو فلستان میں مکالمہ نگار کی حیثیت سے مُلازم تھے۔ میری شاعری سے متاثر ہو کر اُنہوں نے مجھے فلستان بُلایا۔ فلستان میں اس وقت کے سیٹھ صاحب کو میں نے اپنی دو ایک نظمیں سُنائیں اور انہوں نے مجھے نغمہ نگار کی حیثیت سے مُلازم رکھ لیا۔ میں نے گیت لکھنا کیوں چھوڑا

www.taemeernews.com

یہ ایک دوسری کہانی ہے۔

سوال :۔ بحیثیت کہانی نگار، مکالمہ نگار آپ کی پہلی فلم ؟

جواب :۔ بحیثیت مکالمہ نگار میری پہلی فلم " ہم کہاں جا رہے ہیں " ہے۔ یہ فلستا نے بنائی تھی۔ جو ۱۹۶۶ء میں ریلیز ہوئی۔ دوسری دو تین فلموں پ دوسرے رائٹر کا نام تھا اور یہ کسی جبر یا استحصال کی بنا پر نہیں ک کمپنی کے طریق کار کے عین مطابق تھا جو مجھے قبول تھا۔

سوال :۔ کیا آپ نے فلموں کے منظر نامے بھی لکھے ہیں ؟

جواب :۔ جی ہاں، میں نے فلموں کے منظر نامے بھی لکھے ہیں۔

سوال :۔ آپ شاعر بھی ہیں تو کیا آپ نے فلموں کیلئے گیت بھی لکھے ہیں ؟

جواب :۔ گیت لکھنے سے ہی فلم میں داخلہ ملا تھا۔ فلستان نے مجھے نغمہ نگا کی حیثیت سے ہی مُلازم رکھا تھا۔ پہلی فلمی تخلیق ایک گیت ہی تھا لیکن فلستان کی فلم کا نہیں ایک اور فلم کا جس کا میوزک اقبال قریشی نے دیا تھا۔

سوال :۔ پہلے فلموں میں اُردو تلفظ اور مکالمے کی ادائیگی کے لئے اُردو اساتذہ رکھے جاتے تھے۔ لیکن اب ایسا کیوں نہیں ہوتا ؟

جواب :۔ فلموں میں اُردو تلفظ کی اور مکالمے کی صحیح ادائیگی کے لئے اُردو اساتذ رکھے جاتے ہیں۔ لیکن بہت کم، اور یہ اساتذہ بھی اتنے ہی تلفظ اور قواعد زبان سے واقف ہوتے ہیں جتنے کہ آج کل کے اُردو کے اساتذ ہو سکتے ہیں۔ اس لئے آپ کو فلمیں دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اب تلفظ اور قواعد اُردو کا، خُدا ہی حافظ ہے۔

سوال :۔ کیا وجہ ہے کہ فلموں کو برائے نام اُردو سرٹیفکٹ دیئے جاتے ہیں ؟

جواب :۔ اُردو کے سرٹیفکٹ فلموں کو دیئے نہیں جاتے۔ فلم ساز ہندی کے

www.taemeernews.com

سرٹیفکٹ سرکار سے مانگتے ہیں اور اُنہیں ہندی کے سرٹیفکٹ دیئے جاتے ہیں۔ جو دو چار اُردو کے سرٹیفکٹ آپ نے پردۂ سیمیں پر دیکھے ہوں گے وہ فلم سازوں کو مانگنے سے ملے ہیں۔ سرکار کو قانون کے مطابق دستوری (۱۴) زبانوں میں طلبیدہ سرٹیفکٹ دینا ہے۔ اب یہ فلم ساز کی مرضی ہے کہ وہ کس زبان میں سرٹیفکٹ مانگتا ہے۔

سوال :۔ فلم کی ترقی میں اُردو زبان کی کیا اہمیت ہے؟ اور اُس کا مستقبل؟

جواب :۔ فلم کی ترقی کیا، فلم کا وجود ہی اُردو زبان کا رہینِ منّت ہے۔ اب جو نوّے پچانوے فی صد فلمیں "ہندی" کے لیبل کے ساتھ ریلیز ہوتی ہیں، اُن میں سے نوّے پچانوے فی صد فلموں کی زبان اُردو ہی ہے۔ اس لئے فلموں کے مستقبل کو اُردو کی طرف سے ضمانت ملی ہوئی ہے۔ ہاں اُردو کے مستقبل کی کوئی ضمانت نہیں۔ لیکن اُردو بول چال کی زبان کی حیثیت سے ترقی کر رہی ہے، ترقی کرتی رہے گی اور اس کا مستقبل بہت شاندار اور لمبی عمر کا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ "مصلحتیں" اس زبان کو ہندی کہتی ہیں۔ اور مزے کی بات یہ ہے کہ اُردو والے جس زبان کو اُردو کہہ کر بڑی بڑی باتیں کرتے ہیں، ہندی والے اسی "اُردو" کو ہندی کہتے ہیں اتنی لاف زنی کرتے ہیں اب آپ جو چاہیں کہہ لیں، اردو کا ڈنکا بجاتے رہیں یا اُس کا سوگ منائیں۔

سوال :۔ کیا فلمیات سے متعلق کوئی ایسا ادارہ بھی ہے جس میں ابتدائی فلموں کے Script محفوظ ہوں؟

جواب :۔ ایسا کوئی ادارہ نہیں جس میں ابتدائی فلموں کے اسکرپٹ محفوظ ہوں اِکّا دُکّا شوقین آدمی نے ایسا کیا ہو تو اور بات ہے۔ ویسے تو ابتدائی زمانے کی Script کیا، فلمیں ہی محفوظ نہیں۔

www.taemeernews.com

سوال :- کیا آپ نے ٹی، وی کے لئے بھی لکھا ہے اور آئندہ کیا لکھ رہے ہیں ٹی، وی کے لئے ؟

جواب :- میں نے ٹی وی کے لئے لکھا ہے، وہ پروجیکٹ اُردو شاعری کے بارے میں تھا۔ ٹی، وی نے اُسے Approve بھی کیا، لیکن اس کے بنانے والے حضرات سے ایسی کوتاہیاں سرزد ہوئیں کہ مجھے پروجیکٹ چھوڑنا پڑا۔ میرے چھوڑنے کے بعد بھی، ان حضرات سے اب تک اس پروجیکٹ کی نمائش کا انتظام نہیں ہوسکا۔ میں نے ٹی وی کے لئے Script لکھتے تاریخی، نیم تاریخی، ادبی، غیر ادبی اور سماجی مسائل پر پتہ نہیں دو، درجن ان میں سے کتنے منظور کرتا ہے، کتنے بنتے ہیں اور کتنوں کو دکھایا جاتا ہے۔

سوال :- آپ کی آنے والی فلمیں ؟

جواب :- میری آنے والی فلمیں ہیں۔

۱۔ "اندرجیت" (منظر نامہ میرا ہے۔)
۲۔ "معصوم گواہ" (مکالمے میرے ہیں) اور
۳۔ "محبوب مرے محبوب" (مکالمے میرے ہیں)

سوال :- فلموں میں جو نئے مکالمہ نگار اور کہانی نگار آرہے ہیں۔ آپ اُن سے کسی طرح کا اتفاق رکھتے ہیں ؟

جواب :- فلموں میں جو نئے مکالمہ نگار اور کہانی لکھنے والے آئے ہیں، اُن سے اتفاق و نفاق کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ نہ فلم رائٹنگ پر میرا اجارہ ہے نہ کسی اور کا۔ یہ آزاد تجارتی شعبۂ زندگی ہے۔ فلم بنانے والے جسے چاہیں مکالمہ نگار اور کہانی نگار لیں اور جیسا چاہیں اُن سے لکھوائیں۔ مجھے اتفاق کرنے، نہ کرنے کا کوئی موقع ہے نہ حق ہے۔

www.taemeernews.com

علی سردار جعفری سے ایک انٹرویو

محمد خالد عابدی :۔ جعفری صاحب آپ کب اور کہاں پیدا ہوئے ؟

علی سردار جعفری :۔ میں ۲۹ نومبر ۱۹۱۳ء میں بلرام پور ضلع گونڈہ (اتر پردیش) میں پیدا ہوا۔

محمد خالد عابدی :۔ کیا وجہ ہے کہ آپ نے تخلص اختیار نہیں کیا ؟

علی سردار جعفری :۔ میری طرح اور شعراء بھی ہیں جنہوں نے تخلص اختیار نہیں کیا کیوں کہ اس کی ضرورت محسوس نہیں کی جیسے اقبالؔ اور فیضؔ۔

محمد خالد عابدی :۔ آپ کا پہلا ادبی رہنما کون ہے ؟

علی سردار جعفری :۔ میر ببر علی انیسؔ ۔

محمد خالد عابدی :۔ کیا واقعی آپ نے کسی بھی استاد سے اپنے کلام پر اصلاح نہیں لی ؟

علی سردار جعفری :۔ جی نہیں ۔ لیکن میں نے اساتذہ کا گہرا مطالعہ کیا ہے ۔ وہ سب میرے اُستاد ہیں ۔

محمد خالد عابدی :۔ آپ کس جذبے کے تحت شاعری کرتے ہیں ؟

علی سردار جعفری :۔ شاعری کے جذبے کے تحت ۔ اور کوئی جذبہ شعر کا خالق نہیں ہوتا ۔

محمد خالد عابدی :۔ شعر کہنے کے لئے بالعموم آپ کو کس طرح کا ماحول پسند ہے ؟

علی سردار جعفری :۔ میں نے ہر طرح کے ماحول میں شعر کہا ہے گھر میں ، ریل کے سفر میں جیل کی راتوں میں ۔ جب شعر نازل ہوتا ہے تو وہ ماحول کی زنجیروں کو توڑ دیتا ہے ۔

www.taemeernews.com

محمد خالد عابدی:۔ آپ کے نزدیک بہتر طریقۂ اصلاح کیا ہے؟

علی سردار جعفری:۔ بہترین اور شعر کو بار بار پڑھنا۔ اپنی ہر تخلیق کا اپنی بہترین تخلیق سے تقابل کرنا۔

محمد خالد عابدی:۔ جعفری صاحب آج کل ہندوستان میں کئی جگہ اردو اکیڈمی کا قیام عمل میں آرہا ہے۔ کیا واقعیٔ اب اردو کے لئے کچھ کام ہو سکے گا۔ آپ کا کیا خیال ہے؟

علی سردار جعفری:۔ اِس سے اردو کے لئے بہتر فضا پیدا ہو رہی ہے لیکن یہ اُردو کے مسائل کا حل نہیں ہے۔ اردو زبان کا رشتہ معاش کے ساتھ جُڑنا چاہیئے اور اُس کو ہندی ریاستوں میں دوسری سرکاری زبان کا درجہ ملنا چاہیئے۔

محمد خالد عابدی:۔ آپ ترقی پسند تحریک سے کس حد تک متاثر ہیں؟

علی سردار جعفری:۔ فکر، خیال اور عمل میں ترقی پسندی ہر عہد کا تقاضہ ہے۔ ترقی پسند ادبی تحریک جو باقاعدہ ۱۹۳۶ء میں شروع ہوئی ہے اس کے ساتھ ابتدا سے ہوں۔ وہ نظریات سے ہم آہنگ ہے۔

محمد خالد عابدی:۔ جعفری صاحب، ایک شاعر و ادیب کی سماج میں کیا اہمیت ہے؟

علی سردار جعفری:۔ وہی اہمیت ہے جو زمانے کے وجود میں اس کے ضمیر اور جمالیاتی احساس کی ہوتی ہے۔ شعراء و ادباء کے بغیر سماج ایک بد صحرائے ہجوم سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتا۔

محمد خالد عابدی:۔ جعفری صاحب، آپ نے پہلی کہانی کب لکھی تھی اور وہ کہاں شائع ہوئی

علی سردار جعفری:۔ غالباً ۱۹۳۱ء میں اور وہ غالباً "عالمگیر" لاہور میں شائع ہوئی تھی کہانی کا عنوان یاد نہیں اور کہانی بھی محفوظ نہیں ہے۔

محمد خالد عابدی:۔ پھر آپ نے کہانیاں لکھنا کیوں ترک کر دیا؟

www.taemeernews.com

سردار جعفری:۔ میں نے کئی کہانیاں لکھیں اور ایک مجموعہ "منزل" کے نام سے بھی شائع کیا۔ لیکن بعد کو یہ محسوس کیا کہ میرا مزاج شعر کیلئے زیادہ موزوں ہے۔

خالد عابدی:۔ اور پہلا ڈراما کب لکھا؟

سردار جعفری:۔ "کس کا خون ہے؟" (۱۹۴۳ء) اس کا نام تھا۔ کسی نے ہنس کر کہا "ڈرامے کا" اور مجھے یہ فقرہ اچھا لگا۔

خالد عابدی:۔ ہندی ادب میں فلم سے متعلق کافی Thesis لکھے جا رہے ہیں لیکن کیا وجہ ہے کہ اردو میں اسے معیوب سمجھا جا رہا ہے؟

سردار جعفری:۔ اردو والوں کو اپنے رویّہ میں تبدیلی کرنا چاہیئے۔ یہ اس لئے اور بھی ضروری ہے کہ فلم کی کہانی، مکالمے اور شاعری میں اردو کی دین سب سے زیادہ ہے۔

خالد عابدی:۔ کیا وجہ ہے کہ ساحر، شکیل، مجروح، کیفی اعظمی اور جاں نثار اختر کا کلام نصاب میں شامل نہیں ہے؟

سردار جعفری:۔ یہ خبر غلط ہے۔ مختلف تعلیمی اداروں کے نصاب میں مختلف چیزیں شامل ہوئی ہیں جن میں ان شعراء کا کلام بھی انتخاب کیا جاتا ہے۔

خالد عابدی:۔ جعفری صاحب، بہ حیثیت گیت کار آپ کی پہلی فلم؟

سردار جعفری:۔ "دھرتی کے لال" (۱۹۴۵ء) یہ فلم عوامی تھیٹر کی طرف سے بنی تھی اور میں نے گیت کا معاوضہ صرف پچیس ۲۵ روپے لیا تھا۔ احمد عباس ڈائرکٹر تھے اور بلراج ساہنی اس میں پہلی بار آئے تھے اور جہاں تک مجھے یاد ہے موسیقار پنڈت روی شنکر تھے جو ہمارے عوامی تھیٹر کے ایک رکن تھے۔

خالد عابدی:۔ فلم "دھرتی کے لال" میں صرف آپ ہی کے لکھے ہوئے گیت تھے یا دوسرے گیت کار بھی تھے؟

www.taemeernews.com

علی سردار جعفری:۔ غالباً پریم دھون نے بھی کچھ گیت لکھے تھے۔

محمد خالد عابدی:۔ آپ نے اور کن فلموں کے گیت لکھے؟

علی سردار جعفری:۔ "فٹ پاتھ" میں، میں نے مجروح کے ساتھ مل کر گیت لکھے تھے عباس کی فلم "آسمان محل" اور "شہر اور سپنا" میں بھی گیت لکھے "شہر اور سپنا" فلم کو صدر جمہوریہ ہند کی طرف سے سونے کا تمغہ ملا تھا

محمد خالد عابدی:۔ جعفری صاحب، فلم "عمر خیام" کس مرحلے میں ہے؟

علی سردار جعفری:۔ "خم آئے گا، صراحی آئے گی، تب جام آئے گا" ابھی دیر ہے۔

محمد خالد عابدی:۔ جعفری صاحب، فلم "عمر خیام" جو کہ آپ کی لکھی ہوئی کہانی پر بن رہی ہے "عمر خیام" کو اہلِ ایران تو 'ہیرو' مانتے ہیں لیکن ہمارے ہندوستانی فلم ساز اُسے ایک ہیرو کی حیثیت سے پیش کر رہے ہیں یا ایک شرابی کی حیثیت سے کیونکہ ہمارے ہندوستانی فلم ساز اب بھی تک تو شرابی کی حیثیت سے پیش کرتے رہے ہیں تو اس فلم نقطۂ نظر کیا ہے؟

علی سردار جعفری:۔ میں نے "عمر خیام" پر صرف ابتدائی خاکہ تیار کیا تھا اور اس شاعر، عالم اور فلسفی کی شکل میں پیش کیا تھا۔ شاید اب اس بننے کا کوئی امکان نہیں ہے۔

محمد خالد عابدی:۔ جعفری صاحب، ویسے آپ نے فلم "عمر خیام" میں کیا اور خا بات پیش کرنے کی کوشش کی ہے؟

علی سردار جعفری:۔ خیام بہت بڑا مہندس تھا۔ اس نے جو کلینڈر تیار کیا تھا وہ مش کا ایک بہت بڑا کارنامہ ہے جس کو یورپ نے نظر انداز کیا ہے کہانی میں یہ پہلو بھی تھا۔

محمد خالد عابدی:۔ جعفری صاحب، آپ نے علامہ اقبال پر جو دستاویزی فلم تیار

www.taemeernews.com

ہے اُس کی تفصیل کیا ہے؟

سردار جعفری:۔ میں نے اقبال پر جو فلم بنائی ہے وہ دستاویزی ہے۔ فلم اردو زبان میں ہے جس میں شاعر مشرق کی زندگی، زندگی، شاعری اور فلسفے تینوں کو پیش کیا گیا ہے۔ فلم رنگین ہے اور یہ فلم باہر بھی بھیجی جا رہی ہے۔

خالد عابدی:۔ اِس دستاویزی فلم کی شوٹنگ ہندوستان اور پاکستان کے کن کن علاقوں میں کی ہے؟

سردار جعفری:۔ ہندوستان میں، بمبئی، دہلی اور کشمیر اور پاکستان میں سیالکوٹ، اور لاہور میں۔

خالد عابدی:۔ اِس فلم پر آپ نے پاکستان کے لوگوں کے کیا تاثرات محسوس کیے ہیں؟

سردار جعفری:۔ پاکستان کے لوگ یہ معلوم کر کے خوش ہوئے کہ ہندوستان میں سرکاری طور پر اقبال پر دستاویزی فلم تیار کی گئی ہے۔

خالد عابدی:۔ کیا پاکستان میں بھی اقبال پر دستاویزی وغیرہ فلم تیار ہوئی ہے اور کیا اس فلم کو دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے؟

سردار جعفری:۔ پاکستان میں بھی فلم تیار ہوئی تھی۔ دسمبر ۱۹۷۶ء میں اس کا ایک حصہ میں نے لاہور ٹیلی وژن پر دیکھا تھا۔ بعد کو یہ فلم حکومتِ پاکستان نے واپس لے لی۔ اب اقبال پر ایک فلم ہے۔ ہندوستان کی فلم۔

خالد عابدی:۔ Location دیکھنے کے بعد آپ نے فلم کا اسکرپٹ تیار کیا ہے یا پہلے سے تیار شدہ Scribt پر فلم شوٹ کی ہے؟

سردار جعفری:۔ اِس فلم کا موضوع اقبال کی زندگی، شاعری اور فلسفہ ہے۔ اقبال سے متعلق Location کا مجھے علم تھا۔ Scribt پہلے تیار کی گئی پھر شوٹنگ کی گئی۔

خالد عابدی:۔ کیا آپ کی اس فلم کو حکومت پاکستان کا کوئی تعاون ملا ہے؟

www.taemeernews.com

علی سردار جعفری:۔ حکومتِ پاکستان نے پورا تعاون کیا ہے ۔ پہلے فلم کا اسکرپٹ منظ
اس کے بعد پاکستان میں شوٹنگ کی اجازت ملی۔ حکومت نے اپ
فوٹو گرافر ہم کو شوٹنگ کے لئے دیا اور دوسرے طریقوں سے بھی
کی لیکن کوئی مالی تعاون شامل نہیں ہے ۔

محمد خالد عابدی:۔ تو کیا یہ فلم پاکستان میں بھی دکھائی جائے گی ؟

علی سردار جعفری:۔ اس فلم کا ایک پرنٹ ہمارے وزیرِ خارجہ باجپئی صاحب نے فر
۱۹۷۸ء میں حکومتِ پاکستان کو تحفتاً دیا تھا لیکن وہاں یہ فلم ابھی ت
نمائش کے لئے پیش نہیں کی گئی ہے ۔

محمد خالد عابدی:۔ آیے۔ آر۔ سلوٹے نے اپنے انگریزی مضمون۔
"Kistan's Films — We have letter Scripts"
میں لکھا ہے کہ علامہ اقبال پر دستاویزی فلم چودہ ۱۴ زبانوں میں بنا
جائے گی ۔ کیا یہ اطلاع صحیح ہے؟ تو فلم کی کومینٹری کی زبانیں ب
دی جائیں گی یا ہر زبان میں فلم از سرِ نو (نئے اسکرپٹ پر) تیار
جائے گی ؟

علی سردار جعفری:۔ فلم اردو زبان میں بنائی گئی ہے ۔ اس کا ترجمہ انگریزی، بنگالی
آسامی، اُڑیا، مراٹھی، گجراتی، تامل، تلگو، ملیالم، اور کنڑ زبانو
میں کیا گیا ہے ۔ اب فلم ان سب زبانوں میں دکھائی جائے گی۔

محمد خالد عابدی:۔ آپ کی درخواست اور کوشش پر حکومت نے یہ دستاویزی فلم بنا
کی ضرورت محسوس کی یا حکومت ہند کے ادارے نے آپ کو پابند کیا

علی سردار جعفری:۔ اس فلم کو بنانے کا فیصلہ میری ہی درخواست پر کیا گیا تھا اور یہ فیصلہ
اندر کمار گجرال صاحب کے زمانۂ وزارت میں ہوا تھا۔ جنتا حکومت
نے اُس فیصلے کو برقرار رکھا ۔

www.taemeernews.com

الدعابدی:۔ تو اِس طرح کی دستاویزی فلموں سے عوام کے کیا تاثرات ہیں؟

سردار جعفری:۔ عوام نے یہ فلم ابھی تک نہیں دیکھی ہے۔ ۲۵ر اگست ۷۸ء سے یہ فلم سارے ملک میں دکھائی جائے گی۔ ویسے بہت سے لوگوں نے فلم دیکھی ہے اور بے حد پسند کی۔

الدعابدی:۔ کچھ فلم تقسیم کاروں اور فلم صحافیوں کا کہنا ہے منشی پریم چند کی کہانی پر مبنی فلم "شطرنج کے کھلاڑی" کی ناکامیابی کی واحد وجہ یہ ہے کہ اس میں طویل انگریزی مکالمے اور ادق اردو مکالمے ہیں؟ کیا آپ اس امر سے اتفاق کرتے ہیں؟

سردار جعفری:۔ میں نے یہ فلم ابھی تک نہیں دیکھی ہے۔ اس لئے رائے نہیں دے سکتا۔ ہندوستان سے اس فلم کو بہت داد ملی ہے۔ تفریحی فلمیں بنا بنا کر عوام کا ذوق خراب کر دیا گیا ہے۔ اس لئے تقسیم کار اس فلم میں دلچسپی نہیں رکھتے۔ یہ سنجیدہ فلم ہے۔

الدعابدی:۔ کیا وجہ ہے کہ اردو ناولوں پر فلم نہیں بنتے۔ یا پروڈیوسر توجہ نہیں دیتے؟

سردار جعفری:۔ ہمارے یہاں فلم صرف تفریح کا ذریعہ ہے اس لئے عام طور سے غیر فطری اور فراری قسم کی کہانیاں لکھی جاتی ہیں۔ کوئی سر پھرا اگر پریم چند کے "گئودان" اور "شطرنج کے کھلاڑی" پر فلم بناتا ہے تو ناکام ہو جاتا ہے۔

الدعابدی:۔ کیا وجہ ہے کہ فلموں کو اردو سرٹیفکٹ کم ملتے ہیں اور اردو سرٹیفکٹ فلموں کو کن بنیادی پر دیا جاتا ہے؟

سردار جعفری:۔ فلم بنانے والے اپنی فلم کے لئے جس زبان کا مطالبہ کرتے ہیں سرٹیفکٹ اس زبان کا دیا جاتا ہے۔ ہمارے فلم ساز اردو زبان

www.taemeernews.com

استعمال کرتے ہیں اور ہندی کا سرٹیفکٹ مانگتے ہیں۔ لیکن میری فلم "اقبال" کا سرٹیفکٹ اردو ہے۔

محمد خالد عابدی:۔ فرض کیجئے کسی اردو فلم کو لسانی تعصب کی بنا پر (یا جو سیاست فلم انڈسٹری میں ہو) اردو سرٹیفکٹ نہیں دیا گیا تو اس سے فلم پر کیا اثر پڑتا ہے؟

علی سردار جعفری:۔ فلمیں تو اردو زبان کی وجہ سے چلتی ہیں۔ سارٹیفکیٹ پر زبان کا لکھا ہونے سے کوئی خاص اثر نہیں پڑتا۔

محمد خالد عابدی:۔ فلموں کو جو ہندی / ہندوستانی / اردو سارٹیفکیٹ دیئے جاتے ہیں وہ کن امور کو پیشِ نظر رکھ کر دیئے جاتے ہیں؟

علی سردار جعفری:۔ پروڈوسر اپنی درخواست میں جس زبان کا نام لکھتا ہے اُسکو وہ سارٹیفکیٹ دیا جاتا ہے۔

محمد خالد عابدی:۔ جعفری صاحب، فلمی دنیا میں کس طرح کے ادیب شاعر کامیاب ہوتے ہیں؟

علی سردار جعفری:۔ جن کی قسمت جاگ اُٹھے۔ یہ ایک بہت بڑا جوا ہے۔

محمد خالد عابدی:۔ جعفری صاحب، آخری ڈیڑھ سوال اور کہ کیا آپ اِس کُلیہ سے اتفاق کرتے ہیں کہ "جب شراب اندر جاتی ہے تو ذہانت باہر آتی ہے؟

علی سردار جعفری:۔ یہ کُلیہ صحیح نہیں ہے۔ ذہانت کو باہر آنے کے لئے شراب کی مہمیز کی ضرورت نہیں ہوتی۔

محمد خالد عابدی:۔ آپکی شخصیت اور فن پر کس ریسرچ اسکالر نے پی، ایچ، ڈی کا مقالہ کیا ہے۔ وہ مقالہ کس یونیورسٹی کے لئے تھا۔ اور کیا وہ شائع بھی ہوا؟

علی سردار جعفری:۔ مقالہ نگار کا نام داؤد کشمیری ہے۔ مقالہ ناقص ہے لیکن اُن کو بمبئی یونیورسٹی سے ڈگری مل گئی ہے۔ مقالہ ابھی تک کہیں شائع نہیں ہوا ہے۔

www.taemeernews.com

ڈاکٹر عنوان چشتی سے ایک انٹرویو

ڈاکٹر خالد عابدی:۔ عنوان چشتی صاحب، آپ کب اور کہاں پیدا ہوئے؟

عنوان چشتی:۔ میری تاریخ پیدائش ۵ فروری ۱۹۳۷ء اور آبائی وطن قصبہ منگلور ضلع سہارنپور (یو۔پی) ہے۔

ڈاکٹر خالد عابدی:۔ آپ کی ادبی زندگی کا آغاز کب ہوا؟

عنوان چشتی:۔ میں بچپن ہی سے لکھتا ہوں۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں نے ۱۹۴۸ء میں ہولناک فسادات سے متاثر ہو کر تک بندی شروع کی تھی۔ لیکن باقاعدہ شعر گوئی ۱۹۵۰ء سے شروع کی ہے۔ ۱۹۵۱ء میں میری پہلی غزل روزنامہ "ملاپ" دہلی اور پھر روزنامہ "نئی دنیا" دہلی میں شائع ہوئی تھی۔

ڈاکٹر خالد عابدی:۔ آپ کا پہلا ادبی رہنما کون تھا؟

عنوان چشتی:۔ میرے والد ماجد پیرزادہ شاہ انوار الحسن صاحب سجادہ نشین درگاہ حضرت شاہ عثمان چشتیؒ میرے پہلے ادبی رہنما ہیں موصوف زبردست عالم ہیں ۔ نجوم، رمل، جفر کے علاوہ عروض، عربی اور فارسی پر دسترس ہے۔ آپ کے بعد جناب نکہت علی ادیب صدیقی منگلوری سے استفادہ کیا۔ پھر ان دونوں بزرگوں کے مشورہ سے میں ۱۹۵۱ء میں باقاعدہ صاحب سخن حضرت ابرا حسنی گنوری کے حلقۂ تلامذہ میں شامل ہوگیا۔

www.taemeernews.com

محمد خالد عابدی :۔ آپ نے عنوان چشتی تخلص کس مناسبت سے اختیار کیا ؟

عنوان چشتی :۔ میرا اصل نام افتخار الحسن ہے۔ مجھے نئے تخلص کا اشتیاق تھا۔ اس لئے میں نے نئے تخلص کی تلاش میں کافی محنت صرف کی۔ مجھے لفظ "ع" پسند آیا۔ اسے میں نے تخلص کے طور پر اپنا لیا۔ چشتی میری نسبت ہے۔ اس طرح ادبی نام عنوان چشتی ہے۔ ۱۹۵۱ء سے عنوان چشتی کے نام سے لکھتا ہوں۔

محمد خالد عابدی :۔ کیا آپ نے عنوان چشتی سے پہلے بھی کوئی تخلص اختیار کیا تھا

عنوان چشتی :۔ میرے پیش نگاہ بہت سے نام بطور تخلص رہے لیکن عنوان چشتی ادبی نام اختیار کرنے سے پہلے کوئی باقاعدہ تخلص اختیار نہیں کیا تھا

محمد خالد عابدی :۔ کیا آپ کے اسلاف میں شعراء و ادباء گذرے ہیں ؟

عنوان چشتی :۔ جی ہاں ! میرے اسلاف میں جاگیرداری کے علاوہ تصوف، علم و شاعری کا ذوق رہا ہے۔ میرے والد حضرت انوار الحسن چشتی منگلوری بہت اچھے شاعر ہیں۔ میرے دادا حضرت نور منگلوری بھی شاعر تھے۔ یہ روایت اوپر تک چلی گئی ہے۔

محمد خالد عابدی :۔ آپ شاعری کی طرف کیوں مائل ہوئے ؟

عنوان چشتی :۔ میں نے پہلے بھی لکھا ہے کہ ۱۹۴۸ء کے خوں ریز فسادات نے میرے سوز احساس پر تازیانہ لگایا تھا اور میں نے بچپن ہی میں اس کے ردِ عمل کے طور پر تک بندی کی تھی۔ اس کے بعد میرے شعری محرکات کا دائرہ وسیع ہوتا گیا۔ زندگی کی ہر ہر حرکت اور ہر جذبہ مجھے شعر گوئی پر مائل کر سکتا ہے۔

محمد خالد عابدی :۔ کیا شاعری کی تحریک آپ کو بچپن سے ملی ہے ؟

عنوان چشتی :۔ جی ہاں شاعری کی تحریک بچپن سے ہی ملی ہے ؟ میں نے پہلے

www.taemeernews.com

باقاعدہ شعر ۱۹۴۸ء میں کہا تھا۔ جب میں پانچویں کلاس میں پڑھتا تھا۔
باقاعدہ شاعری ۱۹۵۰ء میں شروع کی اس وقت میں ساتویں کلاس میں
زیرِ تعلیم تھا۔

خالد عابدی:۔ آپ شعر کس طرح کہتے ہیں ؟

ان چشتی :۔ ہر شاعر کی شعر گوئی کی عادت جداگانہ ہوتی ہے ۔ فرمائشی سہروں
رخصتیوں اور نظموں کو نظر انداز کرتے ہوئے جب تک ایک شدید
لہر مجھے اپنی گرفت میں نہ لے میں شعر نہیں کہتا۔ عام طور پر فکرِ سخن
رات کو سب کاموں سے فارغ ہو کر کرتا ہوں ۔ تخلیق شعر کے لمحوں
میں میرا شعور بڑی حد تک محو ہو جاتا ہے میں چاروں طرف سے غافل
ہو جاتا ہوں ۔

خالد عابدی:۔ آپ ذہنی آسودگی کے لئے شعر کہتے ہیں یا بطورِ شوق ؟

ان چشتی :۔ شوق اور ذہنی آسودگی میں ضد نہیں۔ شعر گوئی کا ملکہ مجھے ورثہ میں
ملا ہے یہ میری سرشت میں شامل ہے اس لئے شعر کی تخلیق سے
مجھے ذہنی آسودگی بھی ملتی ہے اور یہ میرا شوق، محبوب مشغلہ میری
ضرورت اور میری شخصیت کا اظہار سب کچھ ہے ۔

خالد عابدی:۔ کیا آپ فنِ عروض سے بھی واقف ہیں اور یہ فن آپ نے کس سے
سیکھا ہے ؟

ان چشتی :۔ میں عروض ماہر ہونے کا دعویٰ تو نہیں کرتا لیکن اس فن کو بے حد
محنت سے پڑھا۔ حضرت ابرؔ احسنی گنوری سے بعض نکتے سیکھے لیکن
اردو اور فارسی کی مستند کتابوں سے اس فن کے اسرار و رموز
سمجھنے کی کوشش کی ہے ۔ میں ہندی چھترشاستر انگریزی عروض
(Prosady) اور دنیا کی بعض بڑی زبانوں چینی اور جاپانی عروض

www.taemeernews.com

کی مبادیات سے بھی واقف ہوں۔ میری کتابوں اور میرے مضامین
اُن سب کی جھلک ملتی ہے۔

محمد خالد عابدی:۔ آپ نے اپنے ابتدائی کلام پر کس سے اصلاح لی تھی؟

عنوان چشتی:۔ میں نے اپنے ابتدائی کلام پر اپنے والد حضرت انوار منگلوری
حضرت ادیب صدیقی مرحوم سے اصلاح لی۔ یعنی ۱۹۴۸ء سے ۱۹۵۱ء
تک ان دونوں بزرگوں سے استفادہ کیا۔ ۱۹۵۱ء کے بعد
حضرت ابر احسنی کا شاگرد ہو گیا اور ۱۹۵۳ء میں فارغ الاصلاح

محمد خالد عابدی:۔ آپ کے استاد محترم کا طریقۂ اصلاح کیا تھا؟ کیا وہ طریقہ آپ کو پ
تھا یعنی آپ اس سے مطمئن تھے؟

عنوان چشتی:۔ میرے والد حضرت انوار منگلوری اور حضرت ادیب صدیقی مرحوم میر
ابتدائی کلام سن کر صرف میری ہمت افزائی کرتے تھے اور دو
کہنے کی تاکید فرماتے تھے۔ ۱۹۵۰ء اور ۱۹۵۱ء میں جب میر
غزلیں باقاعدہ بحریں ہونے لگیں تو ابر احسنی صاحب سے بذر
خط و کتابت اصلاح لینی شروع کی۔ حضرت ابر احسنی میری غز
پر اصلاح فرما کر سامنے توجیہہ اصلاح بھی لکھتے تھے۔ مجھے ا
طریقہ کار سے بہت فائدہ پہونچا۔

محمد خالد عابدی:۔ آپ کے نزدیک بہترین طریقۂ اصلاح کیا ہے؟

عنوان چشتی:۔ استاد کا کام شاگرد کو غزل یا نظم لکھ کر دینا نہیں بلکہ شاگرد کے کل
کے فن عروض، لسانی اور ہیئتی نقائص دور کرنا ہے اور اس
ذوقِ شعری کی صحیح تربیت کرنا ہے۔ میرے نزدیک بہترین طری
اصلاح یہی ہے کہ شاگرد کے کلام سے داخلی خارجی سخن
اس طرح دور کرے کہ شاگرد کا کلام اپنی جگہ باقی رہے اور اس

www.taemeernews.com

اصلاح کی توجیہہ زبانی یا تحریری طور پر شاگرد کو بتادی جائے۔

الدعابدی :۔ آپ کے تلامذہ . . . . . ؟

ن چشتی :۔ میں یونیورسٹی میں پڑھاتا ہوں۔ گذشتہ ۲۲ برس میں ہزاروں ذہنوں میں علم کا چراغ روشن کیا۔ جہاں تک تلامذۂ شاعری کا تعلق ہے میں نے بہت سے لوگوں کی ذہنی تربیت کی بعض لوگ اس وقت کافی مقبول و مشہور ہیں۔ لیکن میں باقاعدہ طور پر شاگرد سازی نہیں کرتا پھر بھی پروفیسر تنویر چشتی، رشید افغانی، اور مولانا لطیفی کیلاش پوری خود کو میرا شاگرد کہنے پر مصر ہیں۔

الدعابدی :۔ آپ نے اصلاح میں اپنے اساتذہ کا اتباع کیا یا اپنا کوئی منفرد طریقہ وضع کیا ہے ؟

ن چشتی :۔ میں نے بنیادی طور پر اپنے اساتذہ کرام حضرت انوار منگلوری، حضرت ادب منگلوری حضرت ابرار حسنی کے طریقۂ اصلاح کو اپنایا ہے لیکن اس میں توسیع بھی کی ہے۔ اصلاح کے ساتھ میں ذہنی تربیت، مطالعہ، نئے علوم و فنون سے واقفیت پر، تجربوں پر زیادہ زور دیتا ہوں۔

الدعابدی :۔ کیا آپ اپنی کسی پسندیدہ تخلیق کی شانِ نزول کے بارے میں کچھ بتانا پسند فرمائیں گے ؟

ان چشتی :۔ میں نے شاعروں کے ساتھ تنقید اور تحقیق کے میدان میں بھی خدمات انجام دی ہیں۔ چین نے ہندوستان پر حملہ کیا تو میں نے نظم "تاج محل" لکھی اس طرح بہت سی نظمیں سماجی، تہذیبی اور روحانی ردعمل کا نتیجہ ہیں۔ غزلوں کے اشعار بھی کسی رنگین یا سنگین واقعے یا حادثے کی یادگار ہیں۔ کبھی کبھی شدید فوری ردِ عمل

www.taemeernews.com

ہوتا ہے اور شعر یا نظم ہو جاتی ہے اور کبھی کبھی وہ تجربہ تحت الشعور
میں ڈوب جاتا ہے اور بعد میں شعر کی صورت میں ابھرتا ہے۔

محمد خالد عابدی:۔ خود آپ کی نگاہ میں آپ کی شاعری کے انفرادی عناصر و خصوصیات
کیا ہیں؟

عنوان چشتی:۔ یہ سوال بہت مشکل ہے۔ ہر شخص اپنے بارے میں ایک نوع کی خوش
یا غلط فہمی میں مبتلا ہے۔ میں صرف اتنا ہی عرض کر سکتا ہوں کہ میں
شاعری، لسانی، فنی اور عروضی تقاضوں کے احترام کے ساتھ تخلیقی
فکری، جذباتی اور جمالیاتی تقاضوں کا خیال رکھتا ہوں۔ میری
شاعری میری تنقیدی اور تخلیقی کاوشوں کے نیچے دب گئی لیکن یہ
اچھی شاعری کے قارئین کو مایوس نہیں کرتی۔

محمد خالد عابدی:۔ آپ کے نزدیک گیت کی جامع اور مستند تعریف کیا ہے؟

عنوان چشتی:۔ گیت غنائی اور داخلی شاعری کے دائرے میں شامل ہے۔ اردو
میں گیتوں کا سرمایہ کم ہے۔ اب تک اس کی ہیئت کی کوئی جامع
تعریف نہیں ملتی میں نے اپنے مضامین میں گیت کی تعریف اس
طرح لکھی ہے کہ گیت ایک ایسی غنائی اور داخلی شعری تخلیق ہے جس
میں ایجاز و اختصار، جذبے کی شدت اور وحدت ہو زبان جمالیاتی
ہو اور بول چال کی زبان کے عناصر پر مشتمل ہو۔ گیت میں ایک بند میں
ٹیک کی پنکتی سے باہم مقفیٰ ہو۔ اچھا گیت حسّی، جذباتی اور نفسیاتی
کیفیت کا حامل ہوتا ہے۔

محمد خالد عابدی:۔ کیا آپ فلمی گیتوں کو بھی گیت مانتے ہیں؟

عنوان چشتی:۔ فلموں میں اگرچہ سچویشن کے مطابق گیت لکھے جاتے ہیں اور متعین
دھنوں پر ڈھالے جاتے ہیں پھر بھی اگر ان میں گیت کی داخلی

www.taemeernews.com

خارجی خصوصیات ہوں تو میں انہیں گیت مانوں گا۔

خالد عابدی:۔ ایک بہترین ادبی گیت میں کیا خوبیاں ہونی چاہیئے؟

ان چشتی:۔ گیت کی داخلی خصوصیات میں جذبے کی وحدت اور شدت، ارتکاز خلوص، تخیلی، جذباتی اور نفسیاتی کیفیت کی بھرپور عکاسی شامل ہے خارجی خصوصیات میں تخلیقی اور جمالیاتی زبان جو بول چال کی زبان اور لوک گیتوں کی زبان کے عناصر پر مشتمل ہو گیت مختصر ہو اور اس میں ٹیک کی پنکتی اور اس سے باہم مقفیٰ ایک اور مصرعہ ہو۔ اس سلسلے میں میری کتاب " اردو شاعری میں جدیدیت کی روایت " پڑھی جاسکتی ہے۔

خالد عابدی:۔ اور فلمی گیت میں .....؟

ان چشتی:۔ فلمی گیتوں میں وہ تمام خوبیاں ہوں جو ادبی گیتوں میں ہوتی ہیں البتہ فلمی گیتوں میں سچویشن کا خیال رکھنا اور موسیقی کی دھنوں کا لحاظ رکھنا بھی ضروری ہے۔

خالد عابدی:۔ گیت میں آہنگ کی کیا اہمیت ہے؟

ان چشتی:۔ آہنگ شاعری کی جان ہے۔ داخلی اور خارجی دو طرح کا ہوتا ہے۔ داخلی آہنگ جذبہ اور خیال کا آہنگ ہوتا ہے۔ جو لفظ ہی کی طرح تخلیقی تجربوں سے وابستہ ہوتا ہے لیکن اس کا اظہار خارجی طور پر زبان اور بحور کے آہنگ کی صورت میں ہوتا ہے۔ خارجی آہنگ میں حروف، الفاظ، تراکیب اور صنعتوں کا آہنگ شامل ہے جس کو لسانی آہنگ کہتے ہیں۔ اس کے ساتھ باقاعدہ عروضی آہنگ بھی ہوتا ہے جو گیت کے خیال اور کیفیت کے عین مطابق ہوتا ہے اردو کے گیتوں میں ہندی چھندوں کا اور اردو عروض میں لوک دھنوں کا

www.taemeernews.com

آہنگ ملتا ہے۔

محمد خالد عابدی:۔ کیا یہ الزام درست ہے کہ آج کے فلمی گیتوں نے ادبی شاعری کو م
کر دیا ہے؟

عنوان چشتی:۔ فلمی شاعری اور غیر فلمی شاعری میں مقصد اور طریق کار کا فرق ہے
فلمی شاعری ایک پیشہ ہے جو شاعر کو فلمی ضرورتوں کے مطابق شعر
پر مجبور کرتا ہے لیکن بعض فلمی شاعروں مثلاً ساحر، جاں نثار اخت
شکیل اور مجروح نے فلمی گیتوں میں بھی اعلیٰ شاعری کے معیار کو
رکھنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن بہت سے شاعر صرف سچویشن کو
کچھ سمجھ کر گیت لکھتے ہیں اور ادب فن اور شاعری کے تقاضوں
نظر انداز کر دیتے ہیں وہ یقیناً شاعری کے ساتھ مذاق کرتے ہیں۔

محمد خالد عابدی:۔ کیا آپ میں فلمی گیت لکھنے کی Mental aptitude ہے؟ اگر
نہیں ہے تو فلمی گیت نگاری کے لئے کس طرح کا شاعر درکار ہے؟

عنوان چشتی:۔ پتہ نہیں کیوں میرے دل میں فلمی گیت لکھنے کا ذوق نہیں ہے
علمی کام کرنے کی شدید آرزو رکھتا ہوں۔ ہر شخص کو ہر کام نہیں کرنا چاہ
اسے یہ دیکھنا چاہیئے کہ وہ کس کام کے لئے زیادہ موزوں ہے ویسے
مجھے یقین ہے کہ اگر میں فلمی گیت کی طرف رجوع کروں تو یقیناً ا
کے تقاضوں کو پورا کر سکتا ہوں لیکن بقول غالب طبیعت ادھر نہیں
سیدہ عنوان میری شریک حیات ہیں۔ وہ آج کل گیت لکھ ر
ہیں۔ اردو کے فلمی رسائل میں ان کے گیت چھپتے ہیں انہیں فلم وا
نے اپنی فلموں میں گیت لکھنے کے لئے کہا ہے۔ فلمی گیت لکھنے ک
لئے شاعری، زبان، موسیقی اور فلم کی جملہ ضروریات سے واقف
ہونا ضروری ہے۔

www.taemeernews.com

خالد عابدی:۔ آپ کے نزدیک ترقی پسند ادبی تحریک کی جامع و مستند تعریف کیا ہے؟

ان چشتی:۔ اردو ادب و شعر نے ہر دور کے سیاسی، سماجی، اور تہذیبی اثرات قبول کیے ہیں۔ ترقی پسند تحریک ۱۹۳۵ء کے آس پاس کے ہندوستانی معاشرے کی ایک سیاسی اور سماجی تحریک تھی جو ادب و شعر کے میدان میں ترقی پسند تحریک کہلائی۔ اس تحریک نے مقصدیت، رجائیت خوش آئند مستقبل قدروں کے اثبات اور جدوجہد پر زور دیا۔ شاعری میں وضاحت ترسیل پر اصرار کیا اور اس سے زندگی کا رشتہ استوار کیا۔ اگرچہ یہ تحریک بھی دوسری تحریکوں کی طرح افراط و تفریط کا شکار ہے۔ لیکن یہ اردو دنیا کی سب سے طاقتور تحریک ہے جس نے ادب و شعر کو بہت متاثر کیا ہے اور بڑی خدمات انجام دی ہیں۔

خالد عابدی:۔ ترقی پسند ادبی تحریک کس مقصد کے تحت معرضِ وجود میں آئی؟

ان چشتی:۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ترقی پسند تحریک صرف کمیونسٹوں نے اپنے مقاصد کے حصول کے لئے شروع کی تھی۔ اس لئے ترقی پسند تحریک کو سراسر سیاسی تحریک کہا جاتا ہے۔ اس میں جزوی صداقت ہے۔ ترقی پسند تحریک اپنے دور کے سیاسی، سماجی، تہذیبی اور ادبی رد اور ردِ عمل کے طور پر وجود میں آئی۔ یہ اور بات ہے کہ اس کی قیادت بعض روشن خیال سیاستداں ادیبوں نے کی۔

خالد عابدی:۔ کیا وجہ ہے کہ ترقی پسند ادبی تحریک علمی طور پر کامیاب نہ ہو سکی؟

ان چشتی:۔ یہ غلط ہے کہ ترقی پسند ادبی تحریک نے اس دور کے شاعروں اور ادیبوں کے طرزِ فکر اور انداز پیش کش کو متاثر کیا۔ شاعری، افسانہ، ناول یا تنقید کے میدان میں ایسے بہت سے چراغ روشن ہیں جو ترقی پسند تحریک کی دین ہے۔

www.taemeernews.com

محمد خالد عابدی:۔ اردو ادب میں مکتوباتی ادب کی کیا اہمیت ہے؟

عنوان چشتی:۔ ہر زبان کے ادب میں مکتوباتی ادب کی اہمیت ہے۔ مکتوبات لکھنے والے کی شخصیت اور اس کے عہد کی سچی دستاویز ہوتے ہیں۔ مکتوب نگار کے علم و فضل، نفسیات، ردعمل کے اسلوب، نجی زندگی کے نشیب و فراز کا اشاریہ ہوتے ہیں اور ان سے غیر شعوری طور پر اس دور کے رجحانات، اشخاص واقعات کا پتہ چلتا ہے۔ اگر ان میں ادبیت اور اسلوب کا حق بھی ہو تو یہ سونے پر سہاگہ کا کام کرتا ہے۔

محمد خالد عابدی:۔ ابھی تک جو مکتوباتی ادب پیش کیا گیا ہے کیا آپ اس سے مطمئن ہیں؟

عنوان چشتی:۔ اردو میں مکتوباتی ادب کا خاصا وقیع ذخیرہ ہے اس پر تحقیقی کام بھی ہوا ہے۔ لیکن ابھی تک ہر ایک فنکار کے مکتوبات شائع نہیں ہوئے ہیں اس لئے ان مکاتیب کے امکانات کو تلاش کرنے کی شدید ضرورت ہے۔

محمد خالد عابدی:۔ مکتوباتی ادب کو مزید بہتر بنانے کے لئے آپکی کیا صلاح و تجاویز ہیں؟

عنوان چشتی:۔ اس دور میں ہر فنکار یہ جانتا ہے کہ خطوط شائع ہو جاتے ہیں۔ اس لئے بعض ادیب شعوری طور پر ایسے خطوط لکھتے ہیں جن کا مقصد اشاعت ہوتا ہے اس لئے ان میں سچ کی کمی اور تکلف کی فراوانی ہوتی ہے۔ میرے خیال میں ادیبوں کے ایسے خطوط شائع کئے جائیں جن میں کوئی نیا نکتہ، واقعہ یا کسی چیز کی وضاحت کریں یا وہ لکھنے والے کی شخصیت سے کوئی پردہ اٹھائیں۔

محمد خالد عابدی:۔ کسی بھی ادب میں انٹرویو کی کیا اہمیت ہے؟

عنوان چشتی:۔ انٹرویو کی اہمیت واضح ہے۔ انٹرویو سے ادیب کے بعض خیالات کی وضاحت ہوتی ہے۔ اس کے نجی ردِ عمل کا پتہ چلتا ہے اور اس کے بارے میں بہت سے گفتنی اور ناگفتنی باتیں منظر عام پر

www.taemeernews.com

آجاتی ہیں لیکن یہ اس وقت ممکن ہے جب سوالات تیکھے اور دانشمندانہ
ہوں ورنہ انٹرویو کھتونی بن کر رہ جاتا ہے۔

لد عابدی :۔ انٹرویو کے سلسلے کو مزید بہتر بنانے کے لئے آپ کا کیا مشورہ اور تجاویز ہیں؟

ن چشتی :۔ میرے مشورے حسب ذیل ہیں۔
انٹرویو میں رسمی سوال نہ پوچھے جائیں بلکہ ایسے سوال پوچھے جائیں جو
اس کی شخصیت ، فن اور اس کے نظریۂ حیات کے اُن گوشوں کو سامنے
لائیں جو اب تک منظر عام پر نہ آئے ہوں۔

خالد عابدی :۔ آجکل جو مشاعرے منعقد ہو رہے ہیں اُنکے بارے میں آپکی کیا رائے ہے؟

ن چشتی :۔ یہ مشاعرے دو طرح کے ہیں (۱) عوامی مشاعرے (۲) خاص محفلیں۔
عوامی مشاعروں میں عوام اور اسٹیج کی ضرورت کو پیش نگاہ رکھنا پڑتا
ہے اور ادبی محفلوں میں شاعروں کے فکر وفن پر خاص توجہ ہوتی ہے
دونوں کی اپنی افادیت ہے۔

خالد عابدی :۔ مشاعروں کو مزید مقبول، کامیاب اور دلچسپ بنانے کیلئے آپکی کیا تجاویز ہیں؟

ن چشتی :۔ مشاعرے خاصے کامیاب دلچسپ اور مقبول ہیں صرف " ہوٹنگ "
کی نفی کرنے سے مشاعرہ کامیاب ہی کامیاب ہے۔

خالد عابدی :۔ اردو ادب میں " مشاعرہ " کی کیا اہمیت ہے ؟

ن چشتی :۔ مشاعرہ کی زبردست اہمیت ہے ۔ زبان کی ترویج و اشاعت ہوتی
ہے ۔ شاعری کا ذوق پیدا ہوتا ہے ۔ سخن فہمی کے دروازے کھلتے
ہیں ۔ زبان اور شاعری گھر سے بازار تک اور عوام تک پہنچتی ہے ۔

خالد عابدی :۔ کیا آپ اس امر سے اتفاق کرتے ہیں کہ فلسفہ معمر کرتا ہے اور شاعری
نوجوانی و توانائی بخشتی ہے ؟

ن چشتی :۔ میں اس قسم کے ذہنی مفروضوں سے اتفاق نہیں کرتا ایسا ہوتا تو فلسفہ

www.taemeernews.com

کا ہر طالب علم بوڑھا اور ہر بوڑھا شاعر نوجوان ہوتا۔ اگر اس کا مط
یہ ہے کہ فلسفہ ذہنی سنجیدگی اور شاعری خوش دِلی عطا کرتی ہے تو
بات کسی حد تک صحیح ہو سکتی ہے۔ میرے خیال میں شاعری کو فلسف
سے اور فلسفہ کو شاعری سے بیر نہیں۔ شاعر کی شخصیت کو تخلیق ا
فلسفہ دونوں نکھارتی ہے۔

محمد خالد عابدی:۔ ایک ماہر نفسیات اور ایک ذہین شاعر کے مشاہدات میں کیا بنیادی فرق
عنوان چشتی:۔ ماہر نفسیات انسان کے ذہن، جذبات تخیل اور پورے ذہنی اور تخلیق
عمل کا مطالعہ کرتا ہے۔ ادب کے محرکات تلاش کرتا ہے شخصیت
نہاں خانوں میں جھانکتا ہے لیکن شاعر زندگی کے تجربوں کو جمالیا
انداز میں پیش کرتا ہے۔ اس میں نفسیاتی کیفیات، فکر اور فلسفہ
ساری جہتیں شامل ہیں۔

محمد خالد عابدی:۔ کیا آپ بھی ادبی مناقشوں اور چشمک کے شکار ہوئے ہیں؟
عنوان چشتی:۔ ہر شاعر و ادیب جو آگے بڑھا ہے اس کو چشمکوں بلکہ سازشوں کا شکا
ہونا پڑا ہے۔ لیکن میں ان جھمیلوں سے گریز کرتا ہوں دوستوں کو یا
رکھتا ہوں۔ حاسدوں کو بھول جاتا ہوں۔ میرا مزاج اور مشرب صلح کل ہے
اس لئے میں چشمکوں کا شکار تو ہوا لیکن ان سے مغلوب نہیں ہوا۔

محمد خالد عابدی:۔ کیا یہ دعویٰ درست ہے کہ اردو زبان کے بغیر فلموں کی مقبولیت او
کامیابی مشکوک ہے؟
عنوان چشتی:۔ اس میں شک نہیں کہ فلموں نے اردو کی مقبولیت میں زبردست اضا
کیا ہے لیکن اردو کی مقبولیت کے اور بھی اسباب ہیں۔

www.taemeernews.com

فخرِ فلمیات کِدار شرما سے ایک انٹرویو

اللہ تعالیٰ نے یوں تو ہر شخص میں کوئی نہ کوئی خوبی پیدا کی ہے لیکن ذی شعور ذی فہم اشخاص ان خوبیوں میں مزید محنت اور کوشش و جد و جہد سے اپنی شخصیت کا پرکشش بنا لیتے ہیں کہ وہ قدرت کا ایک نمونہ اور شاہکار معلوم ہونے لگتے ہیں۔ ان خوش قسمت لوگوں میں سے ایک کدار شرما بھی ہیں۔

کدار شرما محض ایک شخص کا نام نہیں ہے بلکہ یہ مختصر نام ایک انسانیت، ایک ... اور ایک ادارے کا بھرپور تعارف ہے۔ کدار شرما کسی صلے کی پروا کیے بغیر ... کی خدمت اور ہر قسم کی مدد کرتے رہے ہیں۔ یہاں ہُما شُما کا شمار نہیں بلکہ ایک فہرست ہے جنہوں نے کدار شرما سے اکتساب کیا ہے، استفادہ کیا ہے۔

فلمی دنیا کی وہ عظیم شخصیات جن میں بڑے بڑے ہیرو، ہیروئن، ہدایت کاران، ... یقاران، مصنفین اور گیت کاران ایسے ہیں جنہیں اگر سچ بولنے اور اعتراف کرنے کی توفیق ہو تو وہ کدار شرما کے ممنون و احسان ہیں اور وہ اس شکریئے اور احساس کی ... بدولت ہی فلمی دنیا کے افق پر درخشاں و تابندہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے کدار شرما کو بیک وقت کئی خوبیاں ودلیعت فرمائی ہیں۔ وہ کامیاب ہدایت کار و فلم ساز ہیں، یادگار فلمی گیتوں کے خالق ہیں، کئی کامیاب فلموں کے مصنف و مکالمہ نگار ہیں۔ بیشتر فلموں کے اداکار ہیں اور اس سے قطع نظر ان میں سب سے بڑا وصف یہ ہے کہ وہ جب کسی شخص میں اپنے معیار کی صلاحیت محسوس کر لیتے ہیں

www.taemeernews.com

تو اسے بڑے سے بڑا موقع دینے میں کسی طرح کی دیر و دریغ نہیں کرتے ہیں۔ فلمی د
کے ہر شعبے میں ان کی دریافت، آج فلم کی کامیابی کی ضامن ہی نہیں وہ پائدار ستون بھی

کدار شرما — امرتسر کے باشندے ہیں۔ وہ ۲ر اگست ۱۹۰۷ء میں
امرتسر میں پیدا ہوئے۔ انگریزی ادب میں ایم۔اے کیا۔ سابق صدر جمہوریہ ہند گی
ذیل سنگھ ان کے ہم جماعت رہے ہیں۔ حسرت امرتسری تخلص کے تحت شاع
بھی کی ہے۔ "پنچھی" کے نام سے اردو میں ایک شعری مجموعہ بھی شائع ہو
اس مجموعے کے دیباچہ نگار آرزو لکھنوی مرحوم تھے۔ اور اس مجموعے کی فروخت
کی ذمے داری آج کے مشہور و معروف فلمساز و ہدایت کار بی۔آر چوپڑہ نے اٹھائی

کدار شرما نے اپنا فلمی کیریر کلکتہ سے شروع کیا۔ کلکتہ میں قیام کے دورا
ٹیگور سے ملاقات ہوئی۔ لوگ ٹیگور سے ملاقات کرنے پر فخر کرتے ہیں لیکن یہ ایک
تاریخی حقیقت ہے کہ ٹیگور نے آپ کو اپنے پاس بٹھا کر عزت دی۔ انہوں نے ا
ایک کویتا کا پنجابی میں کدار شرما سے ترجمہ کرایا۔ ٹیگور، کدار شرما کی بے پناہ صلاح
سے بے حد متاثر ہوئے تھے۔

کدار شرما مشہور آرٹ ڈائریکٹر ہمت رائے شرما کے بڑے بھائی ہیں او
فلم "ہماری یاد آئے گی" کے ہیرو اشوک شرما کے والد ہیں۔

کدار شرما کا ایک اور بڑا وصف ان کا ایک بہترین انسان ہونا بھی ہے
اور شاید اس وصف پر فرشتے بھی رشک کرتے ہوں گے۔ اس عظیم فنکار کدار
سے میرا ایک انٹرویو :-

محمد خالد عابدی :- آپ کی ادبی زندگی کا آغاز کب اور کس طرح ہوا؟

کدار شرما :- میری ادبی زندگی کا آغاز اس وقت ہوا جب میں کالج میں پڑھتا
بچپن ہی سے مجھے علم ادب سے بے حد لگاؤ رہا ہے۔ تھیٹر سے
بھی مجھے بے حد دلچسپی رہی ہے۔ اُن دنوں پنڈت بیتاب او

www.taemeernews.com

آغا حشر کاشمیری کے ڈراموں سے بے حد متاثر ہوتا تھا۔ کالج کے زمانے
میں، میں نے کچھ ڈرامے بھی لکھے اور اِنعامات بھی حاصل کیے۔

خالد عابدی:۔ آپ نے اپنے ابتدائی کلام پر کس سے اصلاح لی تھی؟ اور باقاعدہ
استاد کون تھا؟

کدار شرما:۔ میں نے اپنے ابتدائی کلام پر کسی سے اصلاح نہیں لی۔ ابھی تک
میں اپنے کلام کو خود ہی پرکھتا ہوں۔ میرا ضمیر ہی میرا استاد ہے۔

خالد عابدی:۔ کیا آپ نے افسانے بھی لکھے ہیں؟

کدار شرما:۔ جب میں نیو تھیٹر میں کام کرتا تھا۔ اُن دنوں میں نے اردو افسانوں
کی ایک کتاب لکھی تھی جس کا نام تھا "کھلونے ٹوٹے ہوئے" جو آج
تک شائع نہیں ہوئی۔ پہلا ڈرامہ پنجابی زبان میں کالج کے زمانے
میں لکھا تھا جو بے حد کامیاب رہا۔

خالد عابدی:۔ ابھی تک اردو زبان میں آپ کی کن موضوعات پر کتابیں شائع ہو چکی ہیں؟

کدار شرما:۔ اردو زبان میں ابھی تک میری صرف ایک ہی کتاب شائع ہوئی ہے
جس کا نام تھا "پنچھی" یہ گیتوں کا مجموعہ تھا۔ اس میں بیشتر گیت
ایسے تھے جو مختلف فلموں میں آئے۔ دیباچہ آرزو لکھنوی کا تھا۔

خالد عابدی:۔ کِدار شرما صاحب، آپ نے فلمی دنیا میں ایک طویل عرصہ گذارا ہے۔
آپ کے اپنے تجربات اور مشاہدات بھی ہیں۔ بالخصوص فلموں کی
ترقی میں اردو زبان کی کیا اہمیت ہے؟

کدار شرما:۔ فلمی لائن میں واقعی میں نے ایک طویل عرصہ گذارا ہے۔ اس لائن
کے بارے میں میرا خیال ہے کہ یہ مختلف فنون لطیفہ کا ایک خوبصورت
مرقع ہے۔ اِس انڈسٹری میں وہی شخص زیادہ دیر تک ٹِک سکتا
ہے جس کے اندر کچھ دم ہوتا ہے، جو ماہر فن ہوتا ہے حالانکہ تقدیر کا

www.taemeernews.com

بھی اِس میں کافی دخل ہے۔ ورنہ کئی آئے، کئی گئے۔ فلم کی کامیابی
میں خصوصاً فلم لائن کی ترقی میں ' اُردو زبان کو بہت اہمیت
حاصل ہے۔ مکالمے اُردو زبان میں لکھے گئے ہوں تو زیادہ بہتر ہے
مگر مکالمے مؤثر اور جاندار ہونے چاہیئے۔ اور اُن میں اردو الفاظ کا
استعمال بہت ضروری ہے۔

محمد خالد عابدی :۔ سنسر بورڈ سے فلم کے لئے لینگویج سرٹیفکیٹ کس طرح حاصل کیا
ہوتا ہے۔ ابھی تک کن کن فلموں کو اردو سرٹیفکیٹ ملے ہیں ؟

کِدار شرما :۔ سنسر سرٹیفکیٹ حاصل کرنے کے لئے درخواست میں لنگویج کے
کالم میں اُس زبان کا نام لکھنا پڑتا ہے جس زبان میں فلم تیار کی گئی
ہے۔ کون سی فلم کس زبان میں تیار کی گئی ہے یہ تو اس فلم کا پروڈیوسر
ہی بتا سکتا ہے۔ مجھے تو صرف اپنی فلموں کے بارے میں معلوم ہے

محمد خالد عابدی :۔ کیا آپ کی سبھی فلموں کو اُردو سرٹیفکیٹ ملے ہیں ؟

کِدار شرما :۔ میری سبھی فلموں کو اُردو سرٹیفکیٹ نہیں ملے۔ مثال کے طور پر فلم
" چترلیکھا " ، " وِش کنیا " اور " جوگن " وغیرہ۔ اِن فلموں کی زبان
ہندی تھی۔ فلم کی بیک گراؤنڈ اور ماحول کے مطابق اُس فلم کی زبان
بھی ہونی چاہیئے۔ جس طرح دھارمک فلموں یا پرانی اتہاسک فلموں
جیسے " اشوک " ، " چندر گپت " ، " وکرمادتیہ " میں فارسی یا عربی
الفاظ شوبھا نہیں دیتے اُسی طرح فارسی یا عربی ماحول فلم میں ہندی
کے کٹھن شبد کانوں کو ناگوار گزرتے ہیں تاہم ہندی برج بھاشا
فارسی کے " عام فہم " الفاظ اگر لکھے جائیں تو کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ
سنسکرت، اردو اور فارسی کا آپس میں گہرا رشتہ ہے بلکہ برج بھاشا
اور فارسی کے اختلاط سے جو زبان بنی وہی مخلوط زبان اُردو کہلائی

www.taemeernews.com

اُردو زبان خیالات کی نازکی، تراکیب کی پختگی و زورِ کلام کے لحاظ سے سب زبانوں سے کہیں آگے ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اُردو زبان کی خدمت اور نشو و ارتقار کا فلم بھی ایک اہم ذریعہ ہے۔ مکالمے لکھتے وقت ایسی زبان لکھی جائے جو با محاورہ ہونے کے ساتھ ساتھ فصیح بھی ہو۔ جس سے ادب العالیہ کا ذوق بڑھے۔ صحتِ زبان کے اصول و ضوابط کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اور اردو ادب کی عظمت برقرار رکھتے ہوئے میں نے آج تک جتنی بھی فلمیں لکھیں یا بنائی ہیں وہ دوسری فلموں سے بالکل مختلف ہیں اور یہ تفوق اہلِ نظر، اہل ذوق اور نقادِ زبان کے علاوہ اردو زبان اور اردو علم و ادب سے شغف رکھنے والے حضرات نے میری فلمیں ہمیشہ پسند فرمائی ہیں۔

www.taemeernews.com

کوثرؔ چاند پوری سے ایک انٹرویو

محمد خالد عابدی:- جناب کوثرؔ چاند پوری صاحب آپ کب اور کہاں پیدا ہوئے ؟

کوثر چاند پوری:- میں ۸ ، اگست ۱۹۰۴ء کو چاند پور ضلع بجنور (یو.پی) میں پیدا ہوا۔

محمد خالد عابدی:- کیا کوثرؔ چاند پوری ہی آپ کا اصلی اور قلمی نام ہے ؟

کوثر چاند پوری:- کوثر نام کا ایک جزو ہے ۔ اصلی نام علی کوثر ہے کوثر چاند پوری کو قلمی نا[م] سمجھیے ۔

محمد خالد عابدی:- آپ کا ادبی سفر کب شروع ہوا اور آپ کا پہلا ادبی رہنما کون ہے ؟

کوثر چاند پوری:- ۱۹۲۴ء سے ادبی سفر شروع ہوا تھا ۔ ۱۹۲۶ء سے باقاعدہ لکھنا شروع کی[ا]
میرا ادبی رہنما میرا ذوق ہے ۔ والد مرحوم حکیم علی مظفر صاحب اپ[نے]
خطوط کی نقل کرایا کرتے تھے ۔ یہ خطوط اُن کے احباب کے نام ہو[ا]
کرتے تھے اور ادب و اخلاق کی بنیاد پر لکھے جاتے تھے ان سے
میرے ادبی ذوق کو تحریک ہوئی ۔

محمد خالد عابدی:- کیا دیگر افسانہ نگاروں کی طرح آپ نے بھی شاعری سے ادبی زند[گی] کا آغاز کیا ؟

کوثر چاند پوری:- جی ہاں ۔

محمد خالد عابدی:- تو آپ کی پہلی غزل یا نظم کے چند شعر اگر یاد ہوں تو عنایت فرمائیں

کوثر چاند پوری:- غزل کے اشعار سے

www.taemeernews.com

اِن کی ہر بات کہنا ہے بجا اور درست
کوثر اس طور سے آپ سے نبھانا ہے مجھے

فلسفہ یہ دیکھ کر یوروپ کا حیراں ہو گئے
قلب ماہیت ہوئی بندر سے انساں ہو گئے

ازل ہی میں جیا اس کی خودداری کا ساماں تھا
کہ اپنی عقل و دانش پر بہت مغرور انساں تھا

نہیں معلوم الفت کیا ہے لیکن یہ سمجھتا ہوں
نگاہیں ان سے ملتی ہیں تو دل ہاتھوں اچھلتا ہے

خالدعابدی:۔ آپ نے اپنے ابتدائی کلام پر کس سے اصلاح لی تھی؟

چاندپوری:۔ اصلاح صرف نظموں پر غزلوں پر بہت تھوڑے دنوں لی ہے۔ پہلے اپنے دوست مولانا محمد زکریا مائلؔ سے جو بھوپال ہی کے رہنے والے تھے پھر مولانا جمیلؔ احمد سہسوانی (شاعر دربار بھوپال) سے آخر میں چند ماہ علامہ سیمابؔ اکبرآبادی سے۔

خالدعابدی:۔ پھر آپ نے شاعری کیوں ترک کر دی؟

چاندپوری:۔ شاعری کیوں ترک کر دی؟ اس سوال کا جواب (تفصیلی) آپ کو میرے مضمون "غبار کارواں" میں مل جائے گا جو میری کتاب "دانش و بینش" میں شامل ہے۔

خالدعابدی:۔ شاعری میں آپ کیا تخلص کرتے تھے؟

چاندپوری:۔ کوثری شروع میں پھر کوثر۔

خالدعابدی:۔ کیا یہ ادبی ذوق آپ کو ورثے میں ملا ہے؟

www.taemeernews.com

کوثر چاندپوری:۔ میرے والد مرحوم شاعر بھی تھے اور نثر نگار بھی اس اعتبار سے کہ جا سکتا ہے کہ ادب کا ذوق مجھے ورثے میں ملا ہے۔

محمد خالد عابدی:۔ آپ کے والد کیا تخلص کرتے تھے اور وہ کس کے شاگرد تھے؟

کوثر چاندپوری:۔ والد مرحوم حکیم تخلص کرتے تھے۔ ان کے تلمذ کا حال مجھے نہیں معلوم

محمد خالد عابدی:۔ کیا آپ کے والد ماجد کا کوئی دیوان، کلیات یا انتخاب وغیرہ شائع ہوا تھا؟

کوثر چاندپوری:۔ والد مرحوم کا قلمی انتخاب کلام قصائد اور نعت پر مشتمل ہے غیر مطبوعہ حالت میں ہے۔ تحریک خلافت کے دور میں بہت سے کتابچے تیغ کمال وغیرہ شائع ہوتے تھے بعض حکومت نے ضبط کر لیے تھے

محمد خالد عابدی:۔ آپ بالخصوص بھوپال کے کس شاعر سے متاثر ہیں اور کیوں؟

کوثر چاندپوری:۔ بھوپال کے متعدد شاعروں سے متاثر ہوں نام لینا اس وقت مناسب نہیں ویسے مختلف جلسوں کی صدارتی تقریروں میں نام کے ساتھ ذکر کر چکا ہوں۔ ندیم اور افکار کے پرانے نمبروں میں وہ تقریریں ملیں گی۔ اس کے علاوہ حضرت حامد سعید خاں حامد بھوپالی اور منیر بھوپالی پر مقالات بھی لکھے ہیں۔ حامد صاحب پر مقالہ صبا حیدر آباد میں چھپا تھا۔ منیر صاحب والا مقالہ قلمکار حیدر آباد میں ان کی تصویر کے ساتھ چھپا تھا یہ رسالے غالباً سیفیہ کالج میں دستیاب ہو جائیں گے۔ وہاں کی لائبریری قوی دستوی صاحب نے نہایت سلیقے سے مرتب کیا ہے۔ حمیدیہ کالج میں بھی شاید ہوں۔

محمد خالد عابدی:۔ آپ کی پہلی تخلیق کس صنف میں تھی اور وہ کہاں شائع ہوئی تھی

کوثر چاندپوری:۔ پہلی نثری تخلیق ایک افسانہ ہی کو سمجھتا ہوں جو گداز محبت کے نام سے امرتسر کے ایک رسالے میں چھپا تھا۔ پہلی قسط چھپنے کے بعد

www.taemeernews.com

وہ رسالہ بند ہوگیا تھا۔

خالد عابدی:۔ آپ کی اس پہلی تخلیق کی اشاعت کے بعد آپ کے عزیز و اقارب، احباب، قارئین، مدیران اور خود آپ کے کیا تاثرات تھے؟

چاندپوری:۔ والد مرحوم نے بے حد حوصلہ افزائی کی احباب میں مولوی محمد زکریا مائل اور حکیم عبدالقادر سبھی نے گداز محبت کو کافی پسند کیا اور میرے دل و دماغ میں عزم کی لہریں دوڑنے لگیں۔

خالد عابدی:۔ آپ کیوں لکھتے ہیں اور کیوں کر لکھتے ہیں؟

چاندپوری:۔ مشاہدات اور ذاتی تجربات کے تاثرات تخلیق کا کرب پیدا کرتے ہیں اور جب تک ان کو قلمبند نہیں کر لیتا ذہنی سکون نہیں ملتا۔ بس لکھنے بیٹھ جاتا ہوں خیالات اور افکار میں تلاطم پیدا ہوتا ہے اور لکھتا رہتا ہوں۔ افسانہ کبھی ایک نشست میں اور کبھی دو نشستوں میں مکمل ہو جاتا ہے۔ مسودے کو صاف کرتے وقت اس میں کافی ترمیم ہو جاتی ہے۔

خالد عابدی:۔ کیا یہ دعویٰ درست ہے کہ افسانہ ادب کی تمام اصناف پر چھایا ہوا ہے؟

چاندپوری:۔ افسانے میں تمام اصناف زیادہ سے زیادہ کامیابی اور تفصیل کے ساتھ حیات انسانی کی عکاسی ہوتی ہے اسی لئے کہا جا سکتا ہے کہ دوسری اصناف سے زیادہ افسانے میں دلچسپی لی جاتی ہے۔

خالد عابدی:۔ ایک اچھے افسانہ نگار کی کیا ذمہ داریاں ہیں؟

چاندپوری:۔ عوامی جذبات اور احساسات کی ترسیل معاشرے کے مسائل ترجمانی ہنگامی ضرورت کی عکاسی، سماج کی خرابیوں کی اصلاح خالص ادبی ڈھنگ سے، مظلوموں اور روندے ہوئے انسانوں سے ہمدردی، انسانی فلاح و بہبود کے مختلف پہلوؤں پر ادبی انداز سے

www.taemeernews.com

انسانوی تخلیقات کا پیش کرنا عالم گیر مساوات اور برادری کے جذ
اُبھارنا وغیرہ۔

محمد خالد عابدی:۔ کیا مقصدیت سے افسانہ کا وحدت تاثر ختم ہو جاتا ہے؟

کوثر چاندپوری:۔ ہرگز نہیں۔ لیکن مقصدیت میں نعرے بازی کی شکل میں نہیں ہو
چاہیئے۔ تخلیق اور مقصد میں پھول اور اس کی خوشبو والی بات
ہونی چاہیئے۔

محمد خالد عابدی:۔ افسانے میں نقطۂ عروج کا کیا تصوّر ہے اور افسانہ میں اس کی کیا
اہمیت ہے؟

کوثر چاندپوری:۔ جس مقام پر واقعات کی ترتیب پورے تاثرات کے ساتھ تمام ہو
ہے وہی افسانہ کا نقطۂ عروج ہے اس سے افسانے میں تاثر پیدا
ہوتا ہے اور قاری چونک پڑتا ہے۔

محمد خالد عابدی:۔ افسانے میں مقامی رنگ کی کیا اہمیت ہے کیا آپ نے بھی مقامی
رنگ اختیار کیا ہے؟

کوثر چاندپوری:۔ افسانے میں مقامی رنگ آنا بالکل فطری ہے۔ افسانہ نگار گرد و پیش
ہی کے حالات سے زیادہ متاثر ہوتا ہے اور ان کے اظہار میں اس
کے ذاتی تجربات کی پوری جھلک ہے۔ وہ مشاہدات میں ذاتی تجربات
کی آمیزش کر کے اپنے تاثرات کو بہت گہرا کر دیتا ہے۔ میں نے
"لال گھاٹی" اور یہ "مونچھیں" میں بھوپال کے مناظر پیش کئے ہیں
اور اپنے ناولٹ "عشق نہ دیکھے" میں چاندپور کے ماحول کا واقعاتی
رنگ میں نقشہ کھینچا ہے اور افسانوں میں بھی بھوپال اور چاند پور
کی فضا ملے گی۔

محمد خالد عابدی:۔ کیا واقعی موضوع کی تلاش افسانہ نگار کے لئے ایک مشکل مسئلہ ہے

www.taemeernews.com

اور آپ کس طرح موضوع تلاش کرتے ہیں؟

ڈاچاندپوری:۔ بعض اوقات موضوع کی تلاش میں مشکلیں ضرور پیش آتی ہیں لیکن اکثر افسانے کی ہیئت اور واقعات کی رو میں بہہ کر موضوع خود بخود آجاتے ہیں۔ کبھی ایک موضوع پر سوچ کر افسانہ لکھتا ہوں اور تکمیل کے بعد اسے بدل بھی دیتا ہوں۔ میں موضوع تلاش کرنے کے کوئی خاص اصول بیان نہیں کرسکتا۔

محمد خالد عابدی:۔ اور آپ اپنے افسانوں کے عنوانات کس طرح قائم کرتے ہیں؟

ڈاچاندپوری:۔ اکثر یہ ہوتا ہے کہ افسانے کو بار بار پڑھ کر عنوان قائم کرلیتا ہوں۔

محمد خالد عابدی:۔ افسانہ قارئین و سامعین کے لئے کس طرح دلچسپی کا موجب بنتا ہے؟

ڈاچاندپوری:۔ قاری اور سامع کو حقیقی زندگی اور اس کی صداقتوں کے اظہار میں محو اپنی ذات نظر آتی ہے اس لئے وہ اس میں دلچسپی لیتا ہے؟

محمد خالد عابدی:۔ آپ افسانے کے لئے کس اسلوب کو ترجیح دیتے ہیں اور کیوں؟

ڈاچاندپوری:۔ اسلوب کا مسئلہ بہت خاص ہے۔ میری رائے میں موضوع آپ اپنا اسلوب بنا لیتا ہے۔ اسلوب بہت سے ہیں کسی ایک کو ترجیح نہیں دی جاسکتی۔

محمد خالد عابدی:۔ آپ نے اپنے افسانوں میں کیا نئے تجربات پیش کئے ہیں؟

ڈاچاندپوری:۔ عوامی زندگی اور طرز حیات کے اکثر نئے تجربات میرے افسانوں میں ظاہر ہوئے۔ "میرا پیشہ" اور "زندگی نام ہے" ہر دوسرے افسانوں میں نئے تجربات کا بیان ہوا ہے۔

محمد خالد عابدی:۔ کیا اردو افسانے سے ہندی کہانی بہت آگے ہے؟

ڈاچاندپوری:۔ میری رائے میں ہرگز ایسا نہیں ہے۔

محمد خالد عابدی:۔ آپ کن اردو افسانہ نگاروں سے متاثر ہیں اور کیوں؟

www.taemeernews.com

کوثر چاندپوری:۔ پریم چند کا تاثر گہرا ہے۔ وہ دیہاتی زندگی اور مظلوم انسانوں کی تکالیف کا اظہار سچائی اور سادگی سے کرتے تھے۔ ایک زمانہ میں نیاز فتحپوری اور مجنوں گورکھپوری کو بھی پسند کرتا رہا ہوں کرشن چند پر میں نے اپنے تاثرات ایک مضمون میں قلم بند کیے ہیں۔ سعادت حسن منٹو کو میں بہت کامیاب فنکار سمجھتا ہوں اور احمد ندیم قاسمی کے افسانوں کو بھی پسند کرتا ہوں۔

محمد خالد عابدی:۔ کیا وجہ ہے کہ جدید افسانے کو لوگ اس دلچسپی سے نہیں پڑھتے جیسا کہ روایتی افسانہ پڑھا جاتا ہے؟

کوثر چاندپوری:۔ جدید افسانے سے اگر آپ کی مراد علامتی افسانہ ہے تو ظاہر ہے کہ علامات و استعارات کا سمجھ لینا ہر شخص کے بس کی بات نہیں، اسکے علاوہ جدّت پرست حضرات تبلیغ و ترسیل کے زیادہ قائل نہیں۔

محمد خالد عابدی:۔ کوثر صاحب ادب میں عصری آگہی سے کیا مراد لی جاتی ہے؟

کوثر چاندپوری:۔ اس سلسلے میں لوگوں کے خیالات ذرا مختلف ہیں۔ میں عصری آگہی سے وقت کے مطالبات اور معاشرے کی ضروریات کو محسوس کر کے ان کی ترجمانی کو ہی عصری آگہی سے تعبیر کرتا ہوں۔

محمد خالد عابدی:۔ کیا آپ نے ڈرامے بھی لکھے ہیں؟ اور یہ ڈرامے کہاں شائع ہوئے؟

کوثر چاندپوری:۔ جی ہاں چند ڈرامے لکھے ہیں۔ چند مزاحیہ ڈرامے "منشی جی" وغیرہ بھوپال ریڈیو سے نشر ہوئے۔ ایک ڈراما "منزل کتنی دور" پٹنہ کے "صبح نو" میں شائع ہوا تھا۔ تاریخ وغیرہ یاد نہیں۔

محمد خالد عابدی:۔ کیا وجہ ہے کہ آپ نے ڈراما لکھنا ترک کر دیا؟

کوثر چاندپوری:۔ فطری رجحان افسانے ہی کی طرف تھا۔

محمد خالد عابدی:۔ کیا یہ دعویٰ درست ہے کہ اردو زبان کے بغیر فلموں کی مقبولیت

www.taemeernews.com

اکور کامیابی مشکوک ہے ؟

کوثر چاندپوری :۔ میرے خیال میں درست ہے ۔

محمد خالد عابدی :۔ کوثر صاحب کیا وجہ ہے کہ اردو ناولوں پر فلم نہیں بنتے ؟

کوثر چاندپوری :۔ کوئی پروڈیوسر ہی بتا سکتا ہے ۔ ویسے اردو افسانوں پر فلمیں ضرور بنی ہیں.

محمد خالد عابدی :۔ آپ نے بھی تو ایک فلم " ساحل " کی کہانی لکھی تھی ۔ کیا یہ فلم ریلیز ہوئی تھی؟

کوثر چاندپوری :۔ اشعر ملیح آبادی مرحوم ایڈیٹر " ساحل " بھساولی کے کہنے پر کہانی لکھی تھی اور انہیں ہی بھیج دی تھی ۔ فلم نہیں بن سکی ان کے انتقال کے باعث اس کی تکمیل نہ ہو سکی ۔ اس کہانی کا پھر پتہ نہ چلا اشعر صاحب کی بہن سے بھی معلوم کیا اور ان کے شریک کار سے بھی ۔ وہ کہانی میرے پاس اب نہیں ہے اس کے علاوہ کلکتہ کے ایک پروڈیوسر کا طویل خط انگریزی بھوپال کے زمانہ قیام میں آیا تھا ۔

انہوں نے بہت دن پہلے چھپی ہوئی میری ایک کہانی کو فلمانے کا اشتیاق ظاہر کیا تھا ۔ یہ کہانی تیج دیکلی دہلی میں چھپی تھی پروڈیوسر صاحب نے بہت سے اردو رسائل کا مطالعہ کرنے کے بعد میری کہانی کو پسند کر کے اسے فلمانے کا فیصلہ کیا تھا ۔ خط میں کافی تفصیلات تھیں کہانی آواگون پر تھی عنوان اب یاد نہیں ۔ میں نے تفصیلی جواب دے دیا تھا ۔ پھر کوئی خط پروڈیوسر صاحب کے پاس سے نہیں آیا بعض احباب کا خیال ہے انہوں نے اسے بنگلہ زبان میں فلمایا ۔ معلوم نہیں کس حد تک یہ خیال صحیح ہے ۔

محمد خالد عابدی :۔ کیا اشعر ملیح آبادی پروڈیوسر وغیرہ تھے جن کے اسرار پر آپ نے فلم " ساحل " کی کہانی لکھی تھی ؟

کوثر چاندپوری :۔ اشعر ملیح آبادی " ساحل " بھساول کے مدیر تھے فلم کے لئے کسی

www.taemeernews.com

پروڈیوسر سے بات کرلی تھی۔

محمد خالد عابدی:۔ آپ کی ادارت میں شائع ہونے والے جریدہ "جادہ" کے بند ہونے کیا اسباب تھے؟

کوثر چاندپوری:۔ "جادہ" پاکستان کے بہت سے ریلوے اسٹیشنوں پر جاتا تھا اُسی آمدنی مصارف کتابت وطباعت پوری ہوتے تھے۔ آخر میں پانچ چھ ماہ تک رسالہ پاکستان جاتا رہا قیمت کہیں سے نہیں آئی۔ اچانک اطلاع ملی پارسل ایکسائز ڈپارٹمنٹ میں پڑے ہوئے ہیں لائسنس نہیں لیا تھا اس اطلاع سے حوصلوں کو دھکا لگا اور یہ پرچہ لکھا رکھا رہا چھپ نہیں اُسے۔ "جادہ" ہندو پاک میں کافی مقبول تھا اچھے قلم کاروں تعاون حاصل تھا خود کفیل بھی ہو چکا تھا۔

محمد خالد عابدی:۔ "جادہ" کے علاوہ آپ نے کیا اور بھی دوسرے جرائد نکالے تھے؟

کوثر چاندپوری:۔ "جادہ" کے علاوہ ایک پندرہ روزہ "طبی دنیا" اخبار نکالا تھا بعض وجوہ سے عبدالمجید صاحب کا نام بطور مدیر درج کیا جاتا تھا اس کے دو ایک نمبر بہت ہنگامہ خیز تھے۔

محمد خالد عابدی:۔ آپ کی ایسی کوئی تصنیف، تخلیق یا ترجمہ وغیرہ جو چھپنے کے باوجود نظر پر نہ آسکی ہو؟ میرا مطلب ہے وہ تصنیف جو کسی حادثہ کا شکار ہو گ ہو یا ضبط وغیرہ کرلی گئی ہو؟

کوثر چاندپوری:۔ انسانوں کے متعدد مجموعے زیر ترتیب ہیں۔ چند مسودے انوار احم پریس سے تقسیم کے ہنگامے میں ضائع ہو گئے طبی تراجم اطباحث العلائیہ کی دو جلدیں لاہور رسالہ "الطب" میں پڑی ہوئی ہیں ایک مسودہ بیاض کوثر کافی ضخیم تھا وہ "الحکیم" کے دفتر میں رہ گیا تقسیم کے بعد پتہ نہیں چل سکا ضبط کوئی مسودہ نہیں ہوا۔ توڑ دو زنج

www.taemeernews.com

ناول ضرور بھوپال میں ضبط ہو جاتا لیکن علی گڑھ بھیج چکا تھا اس لیئے بچ گیا اس میں بھوپال کے جاگیردارانہ ماحول پر بڑے گہرے طنز ہیں۔

خالد عابدی:۔ ایک آخری سوال، کیا وجہ ہے کہ بھوپال میں اردو افسانہ پر زیادہ توجہ نہیں دی گئی؟

ترچاندپوری:۔ بھوپال کے فنکاروں کی توجہ غزل پر مبذول رہی بعد میں تحقیق و تنقید کا ذوق ابھرا غالباً اسی لیئے افسانہ پر لوگ متوجہ نہیں ہوئے میں نے بھوپال ہی میں افسانہ نویسی شروع کی۔

www.taemeernews.com

ڈاکٹر گیان چند جین سے ایک انٹرویو

محمد خالد عابدی:۔ آپ نے ابتدائی درجات میں بعدۂ اسکول کالج میں جن اساتذہ
اُردو زبان و ادب پڑھا وہ کیا طریق تھے اور ان طریقوں کو کیا آ
نے اپنے زمانۂ درس و تدریس میں اختیار کیا؟

ڈاکٹر گیان چند جین:۔ میں نے ابتدائی درجات سے انٹرمیڈیٹ تک اساتذہ کے
تدریسی طریقوں کو دیکھا انہیں اپنی تدریس میں اختیار کرنے کا سو
ہی نہیں کیونکہ میں نے ان جماعتوں کو پڑھایا ہی نہیں۔ یونیورسٹ
جماعتوں میں میرے اساتذہ تدریس کے زیادہ ایام ٹیکسٹ کی کتا
پڑھوانے میں گذارتے تھے۔ یہ کتاب بلا استثنار ہمیشہ میں پڑھتا
اُستاد صاحب کو جہاں کچھ بتانا ہوتا، مجھے روک کر بتا دیتے
صدر شعبہ ضامن علی صاحب نے کبھی کوئی لیکچر دیا ہی نہیں، صر
الفاظ کے معنی بتانے پر اکتفا کی۔ اعجاز حسین صاحب ایک کتا
کو ختم کرنے یا شروع کرنے سے قبل ایک دن لیکچر دیتے تھے ا
بس۔ میں نے اپنی تدریس میں ٹیکسٹ بہت کم پڑھائی ہے کیو
اس کا وقت ہی نہ ہوتا تھا۔ مشکل یا اہم اجزار کو میں خود پڑھ
ان پر تبصرہ کر دیتا تھا۔ ان کے علاوہ میں تدریسی ایام کا بہت
بڑا حصہ لیکچر دینے میں صرف کرتا تھا۔ تدریسی زندگی کے ابتدا

www.taemeernews.com

برسوں میں نوٹ لکھائے، بعد میں اصولاً نوٹ نویسی ترک کر دی۔

عابدی :۔ آپ نے شاعری بھی کی اور غافلؔ تخلص فرمایا ہے کیا اس سلسلے میں آپ نے تلمذ بھی اختیار کیا ہے؟

رجین :۔ ہاں میں نے ضمناً شاعری کی ہے، غافل تخلص تھا جسے بعد میں ترک کر دیا۔ کسی کا تلمذ اختیار نہیں کیا۔ ایک مجموعہ کچے بول کے عنوان سے شائع کر چکا ہوں بعد میں بھی تھوڑا بہت کہا ہے۔ پچھلے دو تین دن میں ایک شعر کہا ہے۔

کیا مستقبل مجھے تو حال بھی ملتا نہیں
اپنے ماضی کے کھنڈر میں گھومتا رہتا ہوں میں

عابدی :۔ آپ نے شعر گوئی شوقیہ کی ہے یا مکتب، اسکول، کالج کے ساتھیوں کی معیت میں شعر کہنے لگے؟

ٹرجین :۔ ساتویں آٹھویں جماعت سے دسویں گیارہویں جماعت تک میں بیت بازی کا ماہر تھا۔ اسی کے سلسلے میں مشکل اور شاذ حروف مثلاً ث، ض پر ختم ہونے والے اشعار کہے۔ بعد میں شعر گوئی پر چل نکلا۔ زمانۂ طالب علمی میں بہت کہا لیکن اسے شائع نہیں کیا۔ بعد میں تقریباً ۱۹ سال تک کچھ نہیں کہا۔ ۱۹۶۷ء کے بعد سے پھر شاعری شروع کی لیکن بہت کم کہتا ہوں۔

عابدی :۔ ناقدین اور مبصرین سے قطع نظر خود آپ کی نگاہ میں آپ کی شاعری کے انفرادی عناصر کیا ہیں؟

ٹرجین :۔ میری شاعری کے کوئی انفرادی عناصر نہیں۔ یہ بہت معمولی شاعری ہے جس پر کسی کو توجہ نہیں کرنی چاہیئے۔ بطور شاعر میری حیثیت صفر ہے۔

www.taemeernews.com

خالدعابدی :۔ آپ ہندوستان کے مختلف شہروں میں اردو استاد کی حیثیت سے رہے ہیں، بالخصوص بھوپال کے بارے میں آپ کے تاثرات جاننا چاہوں گا کہ یہاں کے طلبار وطالبات کا شعور و ذوق کس طور پر آپ محسوس کرتے ہیں ؟

ڈاکٹر جین :۔ بھوپال کے طلبار کے معیار اوسط درجہ کا تھا لیکن ان میں چند طلبہ بہت قابل تھے اور انہوں نے دنیائے اردو میں اپنا نام کیا ہے۔

خالدعابدی :۔ اور اب جب کہ بھوپال سے رخصت ہوئے ایک زمانہ ہوا۔ اب وقتاً فوقتاً اہل بھوپال کی جو تحریریں آپ کے مطالعے مشاہدے میں آتی ہیں، سابقہ معیار کے مقابلہ میں اُن کی کیا حیثیت متعین فرماتے ہیں

ڈاکٹر جین :۔ میرے قیام بھوپال کے زمانے میں اہل بھوپال کی جو تحریریں تھیں اُن کے مقابلے میں موجودہ اہالیانِ بھوپال کی تحریروں کا معیار بدرجہ زیادہ بلند ہے۔

خالدعابدی :۔ میں ذاتی طور پر محسوس کرتا ہوں کہ جب بھی مشاہیر کرام بھوپال آئے انہوں نے اہل بھوپال کی توصیف فرمائی (بھوپال آکر مجھے اپنے چھوٹے قد کا احساس ہوتا ہے۔ ظ۔ انصاری) لیکن جب جائزے شائع ہوتے ہیں اور اس انداز کا جو کام ہوتا ہے اُن میں بھوپال کو وہ مقام / نمائندگی نہیں ملتی جس کے وہ مستحق ہیں۔ آپ کی بیباک رائے / تاثرات کیا ہیں ؟

ڈاکٹر جین :۔ بھوپال کے نظم ونثر لکھنے والوں کی معیار بندی کرنا بڑا مشکل کام ہے، مخدوش بھی ہے۔ لیکن میں گہرائی میں نہ جاکر موٹے طور پر بیان کرتا ہوں اور سچ سچ بیان کروں گا۔ شاعری کے میدان میں بھوپال بہت ممتاز نہیں۔ وہاں کے بہترین شاعر اختر سعید خاں اور

www.taemeernews.com

ابو محمد سحر ہیں اختر صاحب کے بھائی اظہر سعید خاں بھی اچھے شاعر تھے لیکن وہ پاکستان چلے گئے۔ ہاں تاج بھوپالی بہت بلند شاعر تھے، شاید اختر سعید خاں سے بھی بہتر۔ میں بھوپال کے موجودہ نوجوان شاعروں سے واقف نہیں۔

ابراہیم یوسف اچھے ڈراما نگار اور ڈرامے کے محقق اور نقاد ہیں۔ اخلاق اثر بھی ڈرامے کی مختلف اصناف کے اچھے محقق و نقاد ہیں۔ شفیقہ فرحت ہندو پاک کے مزاح نگاروں میں بلند مقام رکھتی ہیں۔ کئی حضرات نے بھوپال میں رہ کر بہت اچھا تحقیقی کام کیا۔ سب کے ابوالآباء ڈاکٹر ابو محمد سحر ہیں۔ عبدالقوی دسنوی بھی اچھے محقق ہیں۔ حنیف احمد نقوی، ڈاکٹر عبدالودود، یونس حسنی، خلیل احمد مشیر، مختار شمیم، کشور سلطان وغیرہ نے بہت اچھے مقالے لکھے۔ ڈاکٹر سلیم حامد رضوی نے بھوپال کے بارے میں بہت مواد پیش کیا لیکن ان کی تحقیق کا معیار بلند نہیں۔ مجھے دوسروں کے نام اور کام یاد نہیں آرہے، ابو محمد سحر، عبدالقوی دسنوی، اخلاق اثر، ابراہیم یوسف اور شفیقہ فرحت کے ہوتے ہوئے بھوپال کو اردو کے اہم مراکز میں کیوں نہ شمار کیا جائے۔ بہرحال موجودہ لکھنؤ سے تو کسی طرح کم نہیں، ہاں دہلی، بمبئی اور حیدرآباد کی برابری نہیں کرسکتا۔

خالد عابدی :۔ جین صاحب کیا وجہ ہے کہ ہندوستان میں اُردو انٹرویو نگاری کی طرف برائے نام توجہ ہے؟ اور کیا آپ اسے بطور صنف تسلیم کرتے ہیں، آپ کس انٹرویو کو فنی طور پر مکمل تسلیم کرتے ہیں؟

ڈاکٹر جین :۔ مجھے معلوم نہیں ہندوستان میں انٹرویو نگاری کی طرف توجہ کیوں کم ہے اور پاکستان میں کیوں زیادہ ہے۔ تھوڑی جھجک کے ساتھ میں

www.taemeernews.com

اسے ایک صنف کہہ سکتا ہوں۔ میں نے اپنی کتاب "ادبی اصناف" میں اسے ایک صنف مانا ہے (گاندھی نگر گجرات ۱۹۸۹ء ص ۱۴۰) مراسلتی انٹرویو اس کی بہت عاجز اور نیاز مند شکل ہے۔ اصل انٹرویو دوبدو ہی ہوتا ہے۔ اس کی بہتر شکل ریڈیو یا ٹی وی میں سامنے آسکتی ہے۔ لیکن ہندوستان میں ریڈیو اور ٹی وی میں اردو کے پروگرام شاذ ہیں اور جو ہوتے بھی ہیں وہ بہت کم مدت کے ہوتے ہیں۔ بہتر انٹرویو وہ ہے جس میں کئی افراد ایک شخص کا انٹرویو لیں اور اسے ٹیپ پر ریکارڈ کیا جائے بعد میں اسی کو کاغذ پر منتقل کر دیا جائے۔ مراسلتی انٹرویو میں باہمی ردّ عمل نہیں ہو سکتا پھر یہ کہ تحریر میں آدمی سوچ سمجھ کر احتیاط سے جواب دیتا ہے جب کہ برجستہ بالمشافہ ملاقات میں خود دل کی بات زبان پر آجاتی ہے۔

خالد عابدی :۔ اردو رسم الخط اکثر بحث کا موضوع رہا ہے۔ اس سلسلے میں آپ کے موقف میں کیا ترمیم و تنسیخ ہوئی ہے؟

ڈاکٹر جین :۔ اردو رسم الخط کے بارے میں کیا کہوں میں نے کبھی اس موضوع پر جم کر نہیں لکھا۔ بہر حال صرف اتنا کہوں گا کہ اردو کو اپنا رسم الخط نہیں بدلنا چاہیئے۔ کیا آپ مشہور نقاد حسن عسکری کے اس مشاہدے سے واقف ہیں۔

"اردو رسم الخط ملت ابراہیم حنیف کا پرچم ہے بلکہ یہ رسم الخط تو موذن ہے جو ہر وقت لا الٰہ الا اللہ پکارتا رہتا ہے، غازی ہے جو اللہ اکبر کے نعروں سے تعینات فوجوں کو غارت کر کے واحدیت اور احدیت کا اقتدار قائم کرتا ہے۔"

خالد عابدی :۔ جین صاحب، گستاخی معاف، آج اردو پڑھنے میں غیر مسلم حضرات

www.taemeernews.com

کی عدم دلچسپی پائی جاتی ہے کیا اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اُردو سے روزی روٹی کا مسئلہ حل نہیں ہوتا ہے؟

اکٹرجین:۔ آپ بہت جھگڑے کا سوال پوچھ رہے ہیں۔ اردو پڑھنے میں غیر مسلم حضرات ہی کیوں مسلمانوں کی بھی کتنی دلچسپی ہے۔ آج نوجوان مسلمانوں کو دیکھئے وہ اردو سے آشنا نہیں، ہندی کے اخبار اور رسالے پڑھتے ہیں۔ ہندوؤں کا اُردو سے تعلق بہت اختلافی موضوع ہے۔ آپ نے اُردو تحریک کے مسلمان سالاروں سے یہ شکوہ سُنا ہوگا کہ حکومت نے اُردو کو ختم کر کے مسلمانوں کو اُن کی تہذیب سے بیگانہ کر دیا ہے۔ آپ کو یہ امور معلوم ہونے چاہئیں۔

(الف) مسلمان عمائد کا ایک شاندار کارواں ہے جو اردو کو صرف مسلمانوں کی زبان قرار دیتا ہے مثلاً انشار، حالی، محمود شیرانی، مولوی عبدالحق، ہاشمی فرید آبادی وغیرہ۔ آپ کو مولوی عبدالحق کا نام سن کر حیرت ہوئی ہوگی۔ انہوں نے ۱۹۵۹ء میں اسلامیہ کالج لاہور کی بزم فروغ اُردو کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

"اردو کو آپ معمولی زبان نہ سمجھیں اس میں ہماری ثقافت، مذہب اور قومی روایات کا سرمایہ محفوظ ہے۔ بقیہ وہ سب زبانیں جو مسلمانوں کی کہی جاتی ہیں بُت پرستوں اور کافروں کی بنائی ہوئی ہیں۔ یہ اصل اسلامی زبان ہے اور ہمارے بزرگوں کی بدولت وجود میں آئی۔"

(رسالہ الشجاع کراچی، عبدالحق نمبر اگست ۵۹ء ص ۱۴)

۱۵ فروری ۱۹۶۱ء کو غالب برسی کے موقع پر مولوی صاحب نے کہا:

"پاکستان کو نہ جناح نے بنایا نہ اقبال نے بلکہ اردو نے پاکستان کو

www.taemeernews.com

بنایا۔ ہندؤں اور مسلمانوں میں اختلاف کی اصلی وجہ اردو زبان تھی۔ سارا دو قومی نظریہ اور سارے ایسے اختلافات صرف اردو کی وجہ سے تھے، اس لیئے پاکستان پر اُردو کا بڑا احسان ہے۔"

(قومی زبان کراچی بابت ۱۶ر فروری ۱۹۶۱ء ص ۲۱)

انجمن ترقی اردو پاکستان نے ۱۹۷۶ء میں ڈاکٹر معین الدین عقیل کا تحقیقی مقالہ" جنگِ آزادی میں اُردو کا حصّہ" شائع کیا۔ انجمن کے جنرل سکریٹری جمیل الدین عالی اس کے مختصر مقدمے میں کہتے ہیں۔

" انہوں نے انجمن ترقی اردو اور مولوی عبدالحق کی ان تاریخ ساز سرگرمیوں پر بہت ہی مختصر انداز میں تبصرہ کیا ہے جو ہماری جنگ آزادی اور بطورِ خاص تقسیم ہند کے سلسلے میں کوئی مورّخ نظر انداز نہیں کر سکتا۔ ہمارے لیئے تحریکِ آزادی آخری تجزیئے میں کیا ہے؟ قیام پاکستان، اور قیام پاکستان کے لیئے انجمن اور مولوی صاحب نے جن عظیم مشکلات میں طاقتور عناصر کے خلاف اُردو سے جس طرح کام لیا ہے، اس کی کہانی بھی تفصیلی طور پر اس کتاب کی زینت بنتی تو اس کی افادیت میں بڑا اضافہ ہوتا۔"

غیر منقسم ہندوستان کی انجمن ترقی اُردو میں ہاشمی فریدآبادی ایک اہم رکن تھے اور مولوی عبدالحق کے دست راست تھے۔ انہوں نے قومی زبان کراچی بابت یکم ۱۶ر جولائی ۱۹۶۱ء میں ایک مضمون " اردو زبان کی حقیقت " کے عنوان سے لکھا۔ اس کی ابتدا میں انہوں نے تین مضرت رساں اور غلط نظریات کا ذکر کیا ہے جن میں سے تیسرا نظریہ ہے۔

" اردو، ہندو اور مسلمانوں کی مشترکہ زبان ہے، دونوں قوموں

www.taemeernews.com

نے اسے بنایا اور ہندوستان کے مختلف حصّوں میں پھیلا دیا" (ص ۳۴)
اس سلسلے میں اعتراف اور انکشاف کرتے ہیں۔

" ایک خاص بات یاد رکھنے کے لائق یہ ہے کہ ہندوستان کے مختلف صوبوں میں، مگر صرف مسلمانوں میں اس نئی مخلوط زبان کا رواج پایا جاتا ہے۔ اس میں کسی ہندو شاعر یا نثر نگار کا نام نہیں آتا" (ص ۳۷) اسے بلاشبہ ہندوستان کے مسلمانوں ہی نے تیار کیا..... واقعۃً اُردو ہندوستان کے سبھی مسلمانوں کی کوشش کا نتیجہ اور سب کی مشترکہ زبان ہے"۔ (ص ۳۸)

"کاتب الحروف کا خاندان تین صدی سے نواح دہلی کا باشندہ ہے لیکن وہاں کے دیسی کسان، مالی، امیر، ہندوؤں کی اصلی بولی نہ بول سکتا تھا نہ پوری طرح سمجھ سکتا تھا۔ اسی طرح خاص شہر دہلی کے ہندو، راج مزدور، بنیئے اگرچہ ہماری اُردو بولتے سمجھتے تھے مگر اُن کی گھریلو بولی بہت مختلف اور مُسلم اردو سے جداگانہ چیز تھی"۔ (ص ۳۸)

لکھنؤ کے لیے لکھتے ہیں کہ وہاں کی مقامی بولی اودھی یا پوربی ہندی اہل اردو کے لیے ناقابل فہم ہوتی ہے۔" لہٰذا سندھی اور پشتو اردو سے اتنی بعید نہیں جتنی نواح لکھنؤ فیض آباد کے ہندوؤں کی دیسی بولیاں مغائرت رکھتی ہیں" (ص ۳۸)

(ب) میرے علم کی حد تک کسی ہندو ادیب کی زبان کو مستند نہیں تسلیم کیا گیا۔ دیا شنکر نسیم، سرشار، آنند نرائن ملّا اور فراق کی زبان پر اعتراض کیے گئے۔ اِنشاؔ دریائے لطافت میں لکھتے ہیں محاورۂ اُردو عبارت از گویائیِ اہلِ اسلام است"

www.taemeernews.com

"برصاحب تمیزاں پوشیدہ نیست کہ ہندواں سلیقہ دررفتار وگفتار
خوراک وپوشاک از مسلماناں یادگرفتہ اند۔ درہیچ مقام قول دفع
اینہاں باعث اعتبار نمی تواند شد"

(دریائے لطافت دردانۂ دوم ص ۹)

حالیؔ نے فرہنگ آصفیہ پر ریویو کرتے ہوئے ۱۸۸۷ء میں لکھا
اردو ڈکشنری لکھنے کے لیے دو نہایت ضروری شرطیں ہیں ایک
یہ کہ وہ دہلی کا باشندہ ہو۔" دوسری شرط یہ ہے کہ ڈکشنری لکھنے وا
شریف مسلمان ہو کیونکہ خود دہلی میں بھی نصیح اُردو صرف مسلمانو
ہی کی زبان سمجھی جاتی ہے۔ ہندوؤں کی سوشل حالت اُردوئے معل
کو ان کی مادری زبان نہیں ہونے دیتی (مضامینِ حالیؔ ص ۱۵۸)

مجھے یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ ہندوؤں میں عورتیں اُردو نہیں پڑھتی تھیں
آج اردو کے جتنے مشہور ہندو ادیب ہیں شاید ہی کسی کی ماں نے
اُردو پڑھی ہو۔ یعنی اُردو ان کی مادری زبان نہیں، اکتسابی لہجہ ہے
واضح ہو کہ میرے نزدیک اُردو اور ہندی دو زبانیں نہیں، ایک ہی ہیں

(ج) اُردو کے متعدد بڑے قلمکار مسلم لیگ سے وابستہ رہے ہیں۔ ان
بھی بڑی تعداد افتراقیوں اور علیحدگی پسندوں کی ہے۔ اردو
پڑھنے والے ہندوؤں سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ ان سب کی تعریف
کریں اور ہندو رہنماؤں مثلاً مہاتما گاندھی، گووند بلبھ پنت، لا
لاجپت رائے، مدن موہن مالویہ، پرشوتم داس ٹنڈن، سمپورنانند
وغیرہ کو متعصب قرار دیں حالانکہ دل سے کوئی ہندو جنگِ آزادی کے
ہندو لیڈروں سے پرخاش نہیں رکھتا۔ اردو کی تحریروں میں مہاتما
گاندھی کی جس طرح تحقیر کی جاتی ہے، اس سے کوئی ہندو خوش

www.taemeernews.com

نہیں ہوسکتا۔ انجمن ترقی اُردو کی پنجاہ سالہ تاریخ میں مہاتما گاندھی کو ساحر وارھا کہا گیا ہے۔ میں اقبال کو اردو کا سب سے بڑا شاعر مانتا ہوں۔ دیکھیے، وہ مہاتما گاندھی کا کس لہجہ میں ذکر کرتے ہیں :۔

" ایک تقریب کا قصہ سنایا جس پر وائسرائے کے علاوہ ہندوستان کی ریاستوں کے فرمانروا اور دیگر اکابر کا جمّ غفیر تھا کہنے لگے "جس وقت مہاتما گاندھی اس مجمع میں داخل ہوا تو قریباً سب لوگ اس کی تعظیم کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ جس کے سامنے سے گذرتا وہی احتراماً اٹھ کھڑا ہوتا، مگر جب میرے پاس سے گذرا تو میں بدستور اپنی جگہ پر بیٹھا رہا۔ دعوت کے بعد وائسرائے نے مجھے تنہائی میں کہا کہ میں آپ سے ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں بشرطیکہ آپ کسی سے اس کا ذکر نہ کریں۔ میں نے کہا کہیئے، کہنے لگے کہ تقریب پر مہاتما گاندھی کی تعظیم کے لئے سب لوگ اُٹھ کھڑے ہوئے یہاں تک کہ میں نے سر شفیع کو بھی اُٹھتے ہوئے دیکھا، مگر آپ اپنی جگہ پر بدستور قائم رہے۔ اس کا کیا مطلب؟ فرمایا' ایک دو سیکنڈ تو میں خاموش رہا مگر پھر مجھے دفعتہً جواب سوجھا اور میں نے کہا " غالباً آپ کو معلوم نہیں کہ اس ملک میں کئی مسلمان ایسے ہیں جن کے باپ دادا ہندو تھے۔ ان میں سے اکثر و بیشتر اپنے آبا و اجداد کی صفات سے متصف ہیں، الحمدللہ میں ان میں سے نہیں ہوں۔ (سید الطاف حسین : مضمون چند ملاقاتیں۔ مشمولہ ملفوظاتِ اقبال، مرتبہ محمود نظامی۔ نراین دت سہگل اینڈ سنز تاجرانِ کتب لاہور ص ۱۷۶)

(د) اُردو ادب میں جا بجا ہندو مذہب اور ہندو معاشرت کی تضحیک و تحقیر کی جاتی ہے اقبال نے اپنے ملفوظات و مکاتیب میں جگہ جگہ

www.taemeernews.com

ہندوؤں کی تحقیر کی ہے زہرا گلا ہے اُردو داستان بوستانِ خیا
میں شِوجی، پاروتی جی، وشنو اور برہما پر وہ سب دشنام کی ہے
کٹر ہندوؤں کو پتا چل جائے تو کتاب کی ضبطی کی مہم چلا دیں۔
یہ نورالانوار جلد ہفتم ص ۱۳۷ پر ہے دیکھئے میری کتاب اردو کی نث
داستانیں، لکھنؤ ۱۹۸۷ء ص ۶۷ - ۸۶۶۸ -

مندرجہ بالا بیانات کی بنا پر دیکھئے کہ اگر ہندو اُردو کو چھ
رہے ہیں تو اس کا شکوہ کیوں ؟ اس حقیقت سے چشم پوشی بے کا
ہے کہ اُردو کا تہذیبی پس منظر اسلامی ہے اور ہندی کا ہندوا
یہی وجہ تو ہے کہ اردو سے دُور ہونے کی وجہ سے مسلمان اپنی
تہذیب سے بچھڑنے کی فریاد کر رہے ہیں اور وہ درست کہتے ہیں

خالدعابدی:۔ بیشتر اُردو داں (بالخصوص اُردو پروفیسران) اُردو میڈیم سے
مخالف ہیں؟ آپ کی ذاتی رائے ہی کیا مفید رائے ہے؟

ڈاکٹر جین:۔ غالباً آپ کا مطلب اعلیٰ تعلیم کے لئے اُردو میڈیم سے ہے۔ میں
سوال نمبر ۱ کا تفصیلی جواب دینے سے تھک گیا ہوں۔ میڈیم کے
سلسلے میں صرف یہ کہوں گا کہ میری رائے وہی ہے جو گجرال کمیٹی
رپورٹ ہے جس کا میں رکن تھا۔ رپورٹ میں دیکھ لیجئے۔

خالدعابدی:۔ اخباروں کی سرخیوں میں اکثر شائع ہو رہا ہے کہ اردو یونیورسٹی قا
ہو رہی ہے، کیا اس کے قیام سے اُردو زبان کی ترویج و بقا ممکن

ڈاکٹر جین:۔ اُردو یونیورسٹی سے اُردو کی ترویج میں خفیف سی مدد ضرور ملے
لیکن کوئی غیر معمولی تقویت ملنے کی اُمید نہیں۔ یونیورسٹی قائم ہو
کام کرنے لگے تو صحیح اندازہ ہوگا۔

خالدعابدی:۔ جین صاحب اکثر یہ سوال کیا جاتا ہے کہ ہندوستان میں اُردو

www.taemeernews.com

مستقبل روشن ہے / تاریک ہے کیا آپ کا جواب تلخ و سخت ہے؟

ڈاکٹر جین:۔ ہندوستان میں اردو کا مستقبل روشن نہیں معلوم ہوتا لیکن بول چال میں اردو کا لہجہ ضرور باقی و جاری رہے گا۔

خالد عابدی:۔ جین صاحب اُردو ادب کے دامن میں بہت کچھ ہے لیکن آپ کس چیز کی کمی محسوس کرتے ہیں اور یہ کمی آپ ہندوستان میں محسوس کرتے ہیں یا تمام اُردو دنیا میں؟

ڈاکٹر جین:۔ میں اُردو ادب میں کوئی کمی محسوس نہیں کرتا۔ دراصل ہمارا زمانہ سائنس ٹکنالوجی کا ہے اس دور میں ہر ادب پر پیغمبری وقت پڑا ہے، افادیت ٹکنالوجی کے حصے میں آئی ہے لوگ ادب کو محض تفریح کی چیز سمجھنے لگے ہیں۔

www.taemeernews.com

مخمور سعیدی سے ایک انٹرویو

محمد خالد عابدی :۔ آپ کا اصل نام کیا ہے ؟

مخمور سعیدی :۔ سُلطان محمد خاں ۔

محمد خالد عابدی :۔ آپ کب اور کہاں پیدا ہوئے ؟

مخمور سعیدی :۔ دسمبر ۱۹۳۸ء ۔ ٹونک (راجستھان)

محمد خالد عابدی :۔ آپ کی ادبی زندگی کا آغاز کب اور کس طرح ہوا ؟

مخمور سعیدی :۔ ۱۹۴۸ء میں ٹونک کے ایک مقامی مشاعرے میں شرکت ۔

محمد خالد عابدی :۔ آپ کا پہلا ادبی رہ نُما کون ہے ؟

مخمور سعیدی :۔ والد مرحوم ، صاحبزادہ احمد خاں نازش ۔

محمد خالد عابدی :۔ آپ نے مخمور سعیدی تخلص کس مناسبت سے اختیار کیا ہے ۔ کیا اِس تخلص سے پہلے بھی آپ نے کوئی اور تخلص کیا تھا ؟

مخمور سعیدی :۔ مخمور تخلص اپنی پسند سے اختیار کیا ۔ سعیدی ، بسمل سعیدی صاحب سے نسبت تلمذ کی بنا پر لکھتا ہوں ۔ پہلا تخلص ناظم رکھا تھا ۔

محمد خالد عابدی :۔ کیا آپ کے اسلاف اور بزرگوں میں شعراء و ادباء رہے ہیں ؟

مخمور سعیدی :۔ میرے والد ، میرے چچا ، میرے پھوپھا اور میرے دادا صاحب ، سب شاعر تھے ۔

محمد خالد عابدی :۔ آپ شاعری ہی کی طرف کیوں مائل ہوئے ۔ کیا بچپن ہی سے آپکو شاعری

www.taemeernews.com

سے دلچسپی تھی ؟

مخمور سعیدی :۔ بچپن ہی سے شاعری سے دلچسپی رہی۔

محمد خالد عابدی :۔ آپ نے پہلا شعر / پہلی غزل کب اور کس عمر میں کہی تھی اور کیا اُس پر اصلاح بھی ہوئی تھی ؟

مخمور سعیدی :۔ پہلا شعر حمدیہ تھا۔ جو اَب یاد نہیں۔ اس پر کسی سے اصلاح نہیں لی تھی۔ صرف والدہ صاحبہ کو سُنایا تھا۔ اس وقت نو دس سال کی عمر رہی ہوگی۔

محمد خالد عابدی :۔ آپ نے ابتدا میں اپنا کلام کس کو دِکھایا تھا اور باقاعدہ اُستاد کون تھا؟

مخمور سعیدی :۔ ابتدا میں اپنا کلام جوہر ٹونکی صاحب کو دکھاتا رہا۔ پھر والد صاحب کے کہنے پر بسمل سعیدی صاحب کی شاگردی اختیار کی۔

محمد خالد عابدی :۔ آپ کے اساتذہ کا طریقۂ اصلاح کیا تھا۔ کیا وہ طریقہ آپ کو پسند تھا، آپ مطمئن تھے ؟

مخمور سعیدی :۔ جوہر صاحب اور بسمل صاحب دونوں کا طریقۂ اصلاح یہ تھا کہ شعر میں کوئی سُقم یا کمی ہوتی تو اُس کی طرف متوجہ کرتے اور پھر چاہتے کہ میں خود ہی اُسے درست کروں۔ کبھی کبھی، کچھ لفظ بھی بدل دیا کرتے تھے یا شعر کو حذف کر دیا کرتے تھے۔ مجھے یہ طریقہ اب غور کرتا ہوں تو بہت مفید محسوس ہوتا ہے۔

محمد خالد عابدی :۔ آپ نے اپنے شاگردوں کے کلام پر اصلاح میں اپنے اساتذہ کا اتباع کیا ہے یا اپنا کوئی منفرد طریقہ اختیار کیا ہے ؟

مخمور سعیدی :۔ میں نے زیادہ شاگرد نہیں بنائے۔ کچھ لوگوں کو مشورہ ضرور دیتا رہا ہوں اور کچھ کے کلام پر اِصلاح بھی کی ہے لیکن میں انہیں باقاعدہ شاگرد نہیں کہتا

محمد خالد عابدی :۔ ویسے آپ کے نزدیک بہترین طریقۂ اصلاح کیا ہے ؟

مخمور سعیدی :۔ میرے نزدیک بہترین طریقۂ اصلاح یہ ہے کہ شاگرد کو اعتماد میں لیا۔

www.taemeernews.com

جائے اور افہام و تفہیم کے ذریعہ اس کے ذہن و ذوق کی تربیت کیجائے۔

محمد خالد عابدی :۔ مخمور صاحب ! کیا آپ فن عروض سے بھی واقف ہیں اور یہ فن آپ نے کس سے سیکھا ہے ؟

مخمور سعیدی :۔ عروض سے تھوڑی بہت شناسائی رکھتا ہوں ۔ ابتداء میں ایک فارسی کتاب حدائق البلاغت ، والد صاحب سے پڑھی تھی ۔ پھر کچھ کتابوں کا مطالعہ اپنے طور پر کیا ۔

محمد خالد عابدی :۔ آپ شعر کس طرح کہتے ہیں ؟

مخمور سعیدی :۔ شعر کہنے کے لیے مجھے کوئی خاص ماحول درکار نہیں ہوتا ۔ اگر موڈ بن جائے تو میں راستہ چلتے ہوئے بھی شعر کہہ لیتا ہوں ۔ میری ایک نظم جو تاج محل پر ہے ، میں نے حالتِ خواب میں کہی ہے ۔

محمد خالد عابدی :۔ آپ ذہنی آسودگی کے لیے شعر کہتے ہیں یا بطور شوق ، عادتاً ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ "

مخمور سعیدی :۔ شعر گوئی میرا ایک شوق ہے اور کسی بھی شوق کی تکمیل ذہنی آسودگی کا سبب بنتی ہے اس لیے شعر کہہ کر مجھے بھی ذہنی آسودگی کا احساس ہوتا ہے ۔

محمد خالد عابدی :۔ خود آپ کی نگاہ میں آپ کی شاعری کے انفرادی عناصر و خصوصیات کیا ہیں ؟

مخمور سعیدی :۔ اس کے بارے میں کئی بار کئی جگہ لکھ چکا ہوں ، زحمت نہ ہو تو آپ میری کتاب " آتے جاتے لمحوں کی صدا " پیش لفظ پر ایک نظر ڈال لیں ۔

محمد خالد عابدی :۔ کیا آپ اس امر سے اتفاق کرتے ہیں کہ فلسفہ معمر کرتا ہے اور شاعری نوجوانی و توانائی بخشتی ہے ؟

مخمور سعیدی :۔ فلسفہ کا ردِ عمل انسانی ذہن پر کیا ہوتا ہے اس کا مجھے تجربہ نہیں ، شاعری ضرور دل و دماغ کو توانائی اور تابندگی بخشتی ہے ۔

محمد خالد عابدی :۔ ایک ماہر نفسیات اور ایک ذہین شاعر کے مشاہدات میں کیا بنیادی

www.taemeernews.com

فرق ہوتا ہے ؟

نور سعیدی :۔ ماہر نفسیات اُصولوں کے دائرے میں رہ کر زندگی کو دیکھتا ہے جبکہ شاعر زندگی کا راست مشاہدہ کرتا ہے۔ ماہر نفسیات زندگی کے عوامل کی توضیح کرسکتا ہے جبکہ شاعر اُن کی باز آفرینی پر قادر ہے۔

محمد خالد عابدی :۔ کیا آپ بھی ادبی مناقشوں اور ادبی چشمک کے شکار ہوئے ہیں ؟

نور سعیدی :۔ میرے ساتھ کئی طرح کے تعصبات روا رکھے گئے ہیں لیکن میں نے انہیں کبھی کوئی اہمیت نہیں دی۔ مناقشوں اور چشمکوں سے میں طبعاً گریز کرتا ہوں۔

محمد خالد عابدی :۔ کسی بھی زبان و ادب میں بالخصوص اُردو میں انٹرویو کی کیا اہمیت ہے؟

نور سعیدی :۔ انٹرویو کی اہمیت دیگر زبانوں کے علاوہ اُردو میں بھی تسلیم کی جاچکی ہے۔ انٹرویو کے ذریعہ کسی شاعر یا ادیب کی شخصیت سامنے آسکتی ہے۔ اور اُس کے فن کے مطالعے میں معاون ہوسکتی ہے۔

محمد خالد عابدی :۔ انٹرویو کے سلسلے کو مزید بہتر بنانے کیلئے آپ کی کیا تجاویز اور مشورے ہیں؟

نور سعیدی :۔ انٹرویو کرنے والا اگر اُس کی شخصیت کے بارے میں جس سے انٹرویو کیا جا رہا ہے پہلے ہی سے کچھ معلومات رکھتا ہو تو وہ بہتر طور پر انٹرویو کرسکتا ہے اور زیادہ مُفید معلومات اپنے پڑھنے والے کیلئے حاصل کرسکتا ہے۔

محمد خالد عابدی :۔ ابھی تک جو مکتوباتی ادب سامنے آیا ہے کیا آپ اس سے مطمئن ہیں ؟

نور سعیدی :۔ مکتوباتی ادب کی اہمیت بھی یہی ہے کہ وہ مکتوب نگار کی شخصیت کے ایسے پہلو سامنے لاسکتا ہے جہاں تک دوسرے ذرائع سے رسائی ممکن نہیں۔ اگر غالب کے خطوط ہم تک نہیں پہونچتے تو صرف اُنکی شاعری کے مطالعے سے ہم ان کی رنگا رنگ شخصیت سے اتنا بھرپور تعاون حاصل نہیں کرسکتے۔

محمد خالد عابدی :۔ آج کل جو مشاعرے منعقد ہو رہے ہیں اُن کے بارے میں آپکے کیا تاثرات ہیں؟

نور سعیدی :۔ آج کل کے مشاعروں میں تفریحی عنصر زیادہ شامل ہوگیا ہے اور ان

www.taemeernews.com

کا ادبی پہلو بڑی حد تک پس پُشت جا پڑا ہے لیکن زبان کی ترویج و توسیع
کے سلسلے میں مشاعرے آج بھی ایک مؤثر رول ادا کر رہے ہیں۔

محمد خالد عابدی :۔ آپ نے مختلف رسائل کی ادارت فرمائی ہے۔ قدرے اُسکی تفصیل جاننا چاہونگا

مخمور سعیدی :۔ میں سب سے پہلے ماہنامہ "تحریک" کے ادارتی عملے میں شامل ہُوا تھا۔
پھر میں نے "روبی" "بیسویں صدی" "فلمی ستارے" وغیرہ میں بھی کام کیا ــــ
"گلفشاں" کے نام سے اپنا رسالہ بھی نکالا لیکن وہ ایک سال جاری رہ کر بند
ہوگیا۔ "نگار" (دہلی) کے ادارتی عملے میں رہا۔ اور ہفت روزہ" ہماری زبان"
میں بھی کام کیا۔ آجکل اردو اکادمی دہلی کے دو ماہناموں "ایوانِ اردو" اور
"اُمنگ" کا معاون مدیر ہوں۔

محمد خالد عابدی :۔ آپ کی ابھی تک کی مطبوعات کیا ہیں اور وہ کب اور کس ادارے سے شائع
ہوئی ہیں؟

مخمور سعیدی :۔ اب تک میری پندرہ کتابیں شائع ہوئی ہیں جن میں آٹھ شعری مجموعہ ہیں
باقی کتابیں نثر کی ہیں۔ یہ سب کتابیں مختلف اشاعتی اداروں سے شائع
ہوئی ہیں جن میں زیادہ تر ادارے دہلی کے ہیں اور تین چار ادارے کراچی
کے ہیں۔ میری سبھی طبع زاد تصانیف پر مختلف اُردو اکادمیوں نے
انعامات دیئے ہیں، اُن میں سے چند کے نام یہ ہیں :۔

۱۔ گفتنی ۲۔ سیہ برسفید ۳۔ آواز کا جسم ۴۔ واحد متکلم
۵۔ آتے جاتے لمحوں کی صدا ۶۔ بانس کے جنگلوں سے گزرتی ہوا

یہ سب شعری مجموعے ہیں

۷۔ بازدید (مضامین کا مجموعہ) ۸۔ ساحر لدھیانوی کا ایک مطالعہ

www.taemeernews.com

میکشؔ اکبرآبادی سے ایک انٹرویو

محمد خالد عابدی :۔ میکشؔ صاحب ! آپ کا سلسلۂ نسب کیا ہے ؟

میکشؔ صاحب :۔ سیّد محمد علی شاہ خلف سیّد اصغر علی شاہ صاحب اصغر خلف سیّد مظفر علی شاہ الٰہی مصنّف جواہر غیبی خلف سیّد منوّر علی شاہ صاحب خلف سیّد امجد علی شاہ صاحب اصغر۔ اصغر صاحب کا سلسلۂ نسب ۲۸ واسطوں سے امام جعفر صادق علیہ السلام تک پہونچتا ہے جو حضرت امام حسین علیہ السلام کے نبیرے اور چھٹے امام ہیں۔

محمد خالد عابدی :۔ اور آپ کا اصلی نام کیا ہے۔ ؟

میکشؔ صاحب :۔ سید محمد علی شاہ۔

محمد خالد عابدی :۔ میکشؔ صاحب آپ کب اور کہاں پیدا ہوئے ؟

میکشؔ صاحب :۔ سنہ ۱۹۰۲ء آگرہ۔ محلہ میوہ کٹرہ میں جو تقریباً پونے دو سو سال سے میرا آبائی مکان ہے۔

محمد خالد عابدی :۔ کیا آپ کو ادبی ذوق ورثے میں ملا ہے۔ ؟

میکشؔ صاحب :۔ جی ہاں۔ میرے والدؒ اُردو فارسی میں شعر فرماتے تھے۔ چچا صاحب اُردو میں، جدِ محترم فارسی میں اور جدِ سوم سید امجد علی شاہ فارسی اُردو میں جن کا دیوان اُردو فارسی سنہ ۱۲۶۶ھ میں طبع ہو چکا ہے۔

محمد خالد عابدی :۔ آپ نے میکشؔ تخلص کس مناسبت سے اختیار کیا ہے ؟

www.taemeernews.com

میکش صاحب:۔ نوعمری میں کئی تخلص رکھے۔ چاہتا یہ تھا کہ تخلص ایسا ہو جو کسی اور کا نہ ہو۔ ایک دوست نے "میکش" تجویز کیا اور میں نے قبول کر لیا۔ اس کے علاوہ میرے اس شعر سے اس کا جواز تلاش کیا جا سکتا ہے

ظاہر خراب اور آباد وطن ✽ معصوم دل اور آنکھیں شرابی

میرا چہرہ اور میری آنکھیں اتنی سرخ رہتی تھیں کہ لوگ شبہ کرتے تھے

محمد خالد عابدی:۔ آپ کی ادبی زندگی کا آغاز کب ہوا اور آپ کا ادبی رہنما کون ہے؟

میکش صاحب:۔ اتنی کم عمری میں کہ میں زمانے کا تعین نہیں کر سکتا۔ ادبی رہنما کوئی نہیں

محمد خالد عابدی:۔ کیا آپ نے نثر بھی لکھی ہے؟

میکش صاحب:۔ جی ہاں "نغمۂ اسلام" پہلی تصنیف ۱۹۲۴ء میں شائع ہوئی۔ پھر "نقد اقبال" اور "مسائل تصوف" "غوث الاعظم" وغیرہ طبع ہوئیں رسائل میں بھی مختلف موضوعات پر مضامین لکھتا رہا۔

محمد خالد عابدی:۔ آپ کے حلقۂ تلامذہ میں کن شعرار کی شمولیت ہے؟

میکش صاحب:۔ میرے بہت سے احباب ہیں۔ جنہیں مشورہ (صلاح نہ کہ اصلاح) دیتا رہتا ہوں۔ کچھ لوگ شاید ایسے ہوں جنہیں اس کا اظہار گوارا نہ ہو اور بعض مجھ سے نسبت قائم رکھنے میں مسرت محسوس کرتے ہیں۔

محمد خالد عابدی:۔ آپ نے شاگردوں کی اصلاح کے لئے اپنے استاد کا اتباع کیا ہے یا اپنا طریقۂ اصلاح منفرد رکھا ہے؟

میکش صاحب:۔ ایک خود ساختہ آدمی سے اتباع کی توقع نہیں کی جا سکتی۔

محمد خالد عابدی:۔ آپ کی پہلی غزل کا اگر کوئی شعر ہو تو عنایت فرمائیں؟

میکش صاحب:۔ بہت کم عمری میں شعر کہنا شروع کیا تھا اس لئے کوئی شعر یاد نہیں اتنا ضرور یاد ہے کہ ایک شعر موزوں ہو گیا تھا جس کی ردیف یا نبی مصطفیٰؐ یا نبی مصطفیٰؐ تھی۔

www.taemeernews.com

خالد عابدی:۔ آپ ذہنی آسودگی کے لئے شعر کہتے ہیں یا بہ طور شوق ؟

ش صاحب:۔ نہ ذہنی آسودگی کے نہ بہ طور شوق نہ کوشش سے بس جب شعر ہوتے ہیں تو ہو جاتے ہیں۔ وقت بے وقت، موقع بے موقع، اذیت و کرب کی حالت میں بھی۔

خالد عابدی:۔ خود آپ کی نگاہ میں آپ کی شاعری کے انفرادی عناصر خصوصیات کیا ہیں ؟

ش صاحب:۔ اس کا جواب ناقدین بہتر دے سکیں گے۔

خالد عابدی:۔ کیا آپ اپنی کسی تخلیق کی شان نزول کے بارے میں بتانا پسند کریں گے ؟

ش صاحب:۔ میری شاعری کا بیشتر حصّہ " شانِ نزول " ہی سے متعلق ہے۔ البتہ غزلوں میں ایسا ہوتا ہے کہ دو ایک شعر کسی سے واقعے یا کیفیت سے متاثر ہو کر کہے اور پھر دو چار شعر اور ہو گئے۔ یہی وجہ ہے کہ میری غزلیں طویل نہیں اکثر دو چار شعروں سے زیادہ نہیں ہیں۔ اسی وجہ سے طرح پر غزل کہنا نہیں چاہتا۔ کبھی مجبوری ہو تو اور بات ہے۔

خالد عابدی:۔ کیا آپ اس سے اتفاق کرتے ہیں کہ فلسفہ معمّر کرتا ہے اور شاعری نوجوانی و توانائی بخشتی ہے ؟

ش صاحب:۔ تقریباً اتفاق ہے۔

خالد عابدی:۔ ایک ماہر نفسیات اور ایک ذہین شاعر کے مشاہدات و احساسات میں کیا بنیادی فرق ہوتا ہے ؟

ش صاحب:۔ عموماً شاعر کا نقطۂ نظر جذباتی ہوتا ہے۔ وہ حُسن کو دیکھتا ہے اُس سے متاثر ہوتا ہے۔ اور مسرّت حاصل کرتا ہے۔ اور خیر کی تلاش میں رہتا ہے اور خیر کی ترغیب دیتا ہے۔ جبکہ ماہر نفسیات کا نقطہ سائنسی ہوتا ہے۔ اُس کو خیر و شر اور حُسن و قبح سے کوئی وابستگی نہیں ہوتی

www.taemeernews.com

وہ محقق ہے خالق نہیں ہے۔ بخلاف شاعر اور فن کے۔

محمد خالد عابدی:۔ کسی ادب میں انٹرویو کی کیا اہمیت ہے؟

میکش صاحب:۔ ادیب کے نقطۂ نظر کو سمجھنے کے لئے اور اس پر تنقیدی نظر ڈالنے کیلئے انٹرویو ضروری چیز ہے۔

محمد خالد عابدی:۔ انٹرویو کے سلسلے کو مزید بہتر بنانے کے لئے آپ کا کیا مشورہ اور تجاویز ہیں

میکش صاحب:۔ انٹرویو کو بہتر بنانے کے لئے میرا مشورہ یہ ہے کہ ادیب صداقت وخلوص سے کام لے اور اس کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ ادیب کو یہ یقین دلا دیا جائے کہ یہ انٹرویو شائع نہیں کیا جائے گا۔

محمد خالد عابدی:۔ اُردو میں مکتوباتی ادب کی کیا اہمیت ہے؟

میکش صاحب:۔ مکتوباتی ادب بہت اہم چیز ہے۔ اس سے ادیب کے بہت سے ایسے گوشے نمایاں ہوجاتے ہیں جو اور کسی طرح دشوار ہیں اس میں بھی ضروری چیز یہ ہیکہ وہ مکتوبات شائع کرنے کیلئے نہ لکھے گئے ہوں۔

محمد خالد عابدی:۔ ابھی تک جو مکتوباتی ادب پیش کیا گیا ہے کیا آپ اُس سے مطمئن ہیں؟

میکش صاحب:۔ بہ استثنائے بعض مکتوبات کا زیادہ حصہ تصنع اور تکلف سے لکھا گیا ہے

محمد خالد عابدی:۔ مکتوباتی ادب کو مزید بہتر بنانے کے لئے آپکی کیا صلاح وتجاویز ہیں؟

میکش صاحب:۔ جو مشورہ انٹرویو کے لئے ہے۔

محمد خالد عابدی:۔ کیا یہ دعویٰ درست ہے کہ اُردو زبان کے بغیر کسی فلم کی مقبولیت کا سیاق مشکوک ہے؟

میکش صاحب:۔ میں اس دعوے کو درست سمجھتا ہوں۔ مگر ذمہ داری کے ساتھ اس کا جواب فلمی لائن والے دے سکتے ہیں۔

www.taemeernews.com

ندؔا فاضلی سے ایک انٹرویو

محمد خالد عابدی :۔ ندؔا صاحب ! آپ کی تاریخ و جائے پیدائش کیا ہے؟

ندؔا فاضلی :۔ دہلی ۔ ۱۲ر اکتوبر ۱۹۳۸ء

محمد خالد عابدی :۔ کیا شاعری آپ کو ورثے میں ملی ہے ؟

ندؔا فاضلی :۔ میرے والد دعاؔ ڈبائیوی ، نوحؔ ناروی کے شاگرد تھے ۔ اُن کے دو شعری مجموعے "تاثیر دعاؔ" اور "تصویر دعاؔ" کے نام سے شائع ہوئے تھے ۔

محمد خالد عابدی :۔ آپ نے اپنے ابتدائی کلام پر کس سے اصلاح لی تھی اور باقاعدہ استاد کون تھا ؟

ندؔا فاضلی :۔ کسی سے نہیں ۔

محمد خالد عابدی :۔ آپ کی پہلی تخلیق کس صنف میں تھی اور وہ کب اور کہاں شائع ہوئی ؟

ندؔا فاضلی :۔ پہلی تخلیق نظم تھی ۔ جو سریتا کے اُردو ایڈیشن میں شائع ہوئی تھی ۔ اس کے آخری دو مصرعے یوں تھے ۔

سائے کو چھونا سائے کو کھونا ہے
سُندرتا کا پیار جنم کا رونا ہے

محمد خالد عابدی :۔ آپ نے اپنا تخلص (ندؔا فاضلی) کس مناسبت سے اختیار کیا تھا۔ کیا اس تخلص سے پہلے بھی آپ نے کوئی اور تخلص کیا تھا ؟

ندؔا فاضلی :۔ فاضلی ، خاندانی سرنیم ہے ۔ یہ ہی پہلا اور آخری تخلص ہے ۔

www.taemeernews.com

محمد خالد عابدی:۔ آپ ادب سے فلموں میں کس طرح چلے آئے۔ آپ فلموں میں شوقیہ گیت لکھ رہے ہیں یا ضرورتاً؟

ندا فاضلی:۔ فلموں میں بقول شاد عظیم آبادی، میں خود آیا نہیں لایا گیا ہوں۔ کمال امروہی نے جاں نثار اختر کی وفات کے بعد مجھے گیت لکھنے کے لئے بُلا لیا۔ راجندر سنگھ کے ایک چیف اسسٹنٹ نے انہیں دنوں میری کتاب "ملاقات" پڑھ کر مجھ سے فلم "سویکار" میں (جسے سدھیندر رائے ڈائرکٹ کی تھی۔)

محمد خالد عابدی:۔ آپ نے پہلی بار کس فلم میں گیت لکھے تھے۔ کیا آپ اس فلم میں تنہا گیت کار تھے یا ساتھ میں اور کوئی بھی گیت کار تھا۔ آپ کی اس پہلی فلم میں آپ کے کتنے گیت تھے اور اُن کے مکھڑے کیا تھے؟

ندا فاضلی:۔ پہلی بار جس فلم میں گیت لکھے تھے اُس کا نام 'شاید' تھا۔ اس میں میرے ساتھ دوسرے لکھنے والے وٹھل بھائی پٹیل تھے۔ گیتوں کے مکھڑے یوں تھے۔

۱۔ خوشبو ہوں میں پھول نہیں ہوں
جو مرجھاؤں گا۔
جب جب موسم لہرائے گا
میں آجاؤں گا۔

۲۔ دن بھر دھوپ کا پربت کاٹا
شام کو پینے نکلے ہم
جن گلیوں میں موت چھپی تھی
اُن میں جینے نکلے ہم

محمد خالد عابدی:۔ آپ نے اپنی پہلی فلم میں جو گیت (غزل، نظم) لکھے تھے وہ

www.taemeernews.com

سے تفویض قلم ہو چکے تھے یا فلم میں سچوئشن کے مطابق وہ گیت لکھے گئے تھے ؟

ندا فاضلی:۔ گیت عام طور پر میوزک ڈائرکٹر کے ساتھ ہی لکھا جاتا ہے۔ دی ہوئی سچوئشن کے مطابق ہی گیت لکھے جاتے ہیں۔

محمد خالد عابدی:۔ فلموں میں گیت لکھنے کے لئے ضروری ہے کہ شاعر، موسیقی سے بھی واقفیت رکھتا ہو۔ کیا آپ اس امر سے اتفاق فرماتے ہیں، تو کیا محترم نے بھی موسیقی وغیرہ کی تعلیم حاصل کی ہے ؟

ندا فاضلی:۔ گیتوں کے لئے طرزوں کے اور ان کی واقفیت ضروری ہے۔ میں نے موسیقی کی تعلیم تو حاصل نہیں کی۔ لیکن ساز، آواز کے آتار چڑھاؤ سے ضرور واقف ہوں۔

محمد خالد عابدی:۔ کیا آپ کی وہ تخلیقات بھی فلموں میں آگئی ہیں جو کہ آپ نے فلموں کے لئے نہیں لکھی تھیں۔ اُن کی کچھ تفصیل۔

ندا فاضلی:۔ پہلے سے لکھی ہوئی کوئی تخلیق پورے طور پر فلموں میں نہیں آئی۔ فلم 'آپ تو ایسے نہ تھے' میں تو اس طرح میری زندگی میں شامل ہے، گیت کی پہلی چار لائن میری ایک نظم دُعا کی میں باقی کا گیت مجھے طرز اور سچوئشن کے مطابق لکھنا پڑا۔ اسی طرح فلم 'آہستہ آہستہ' میں میری کتاب "مور ناچ" میں شامل ایک غزل سے

کبھی کسی کو مکمل جہاں نہیں ملتا
کہیں زمیں کہیں آسماں نہیں ملتا

کو کچھ مصرعوں کی تبدیلی کے ساتھ ہی لیا گیا تھا۔ مثلاً اس میں ایک انترہ یوں ہے۔

ترے جہاں میں ایسا نہیں کہ پیار نہ ہو
جہاں اُمید ہو اُس کی وہاں نہیں ملتا

www.taemeernews.com

کتاب 'میورناچ' میں یہ شعر ایسے ہے ؎

تمام شہر میں ایسا نہیں خلوص نہ ہو
جہاں اُمید ہو اس کی وہاں نہیں ملتا

محمد خالد عابدی :۔ آپ نے گیت اور فلمی گیت کی کیا تعریف متعین فرمائی ہے ؟

نرآ فاضلی :۔ میں نے اس سلسلے میں ماہنامہ آج کل کے 'قلم نمبر' میں ایک تفصیلی مضمون لکھا تھا۔

محمد خالد عابدی :۔ عام طور پر موسیقار مدن موہن اور موسیقار روی کے حوالے سے کہا جاتا ہے کہ اُنہوں نے جن فلموں میں غزلیں استعمال کی ہیں تو وہ غزلیں غزل کے شاعر سے ہی لکھوائی ہیں۔ کیا آپ کو اِن دونوں موسیقاروں کے ساتھ اس سلسلے کا کوئی تجربہ وغیرہ ہے ؟

نرآ فاضلی :۔ مدن موہن اور موسیقار روی کے ساتھ میں نے کام نہیں کیا۔

محمد خالد عابدی :۔ آپ نے ابھی تک کُل کتنی فلموں کے گیت لکھے ہیں ؟

نرآ فاضلی :۔ فہرست تیار کرنا مشکل ہے۔ کچھ فلموں کے نام یوں ہیں۔ رضیہ سلطان، شاید، بیوی اور بیوی، آہستہ آہستہ، کنواری بہو، امیر آدمی غریب آدمی، چور پولس، آپ تو ایسے نہ تھے، جانِ وفا، ایک نیا رشتہ، عادت سے مجبور، سویکار کیا میں نے، لُبنیٰ، ناخدا وغیرہ۔

محمد خالد عابدی :۔ کیا آپ اپنے کسی فلمی گیت کی شانِ نزول کے بارے میں بتا سکتے ہیں ؟

نرآ فاضلی :۔ فلمی گیتوں کی شان نزول کیا ہو سکتی ہے۔ یہ ایک میکانکی عمل ہے جو ساز اور آواز کے ساتھ شعوری طور پر چلتا ہے۔

محمد خالد عابدی :۔ کیا ایسے بھی موسیقار ہیں جن کے ساتھ آپ گیت لکھنے کا اشتیاق رکھتے ہیں ؟

نرآ فاضلی :۔ مجھے موسیقاروں کے ساتھ لکھنے کا اشتیاق نہیں رہا۔ اکثر تو موسیقاروں ہی نے میرے ساتھ لکھنے کی خواہش ظاہر کی۔

www.taemeernews.com

محمد خالد عابدی:۔ عام طور پر فلموں میں اس طرح کی روایت ملتی ہے کہ کسی فلم کو دو ڈائرکٹروں نے ملکر پوری کی، پہلے موسیقار کے علاوہ دوسرے موسیقار کو لیکر فلم مکمل ہوئی دوسرے ہیرو کو لیکر فلم کی تکمیل ہوئی۔ کیا گیت کاروں کے ساتھ اس طرح کا کوئی اتفاق ہُوا ہے؟

ندا فاضلی:۔ بارہا ایک فلم میں دو یا تین گیت کار ہوتے ہیں۔ میں نے بھی ایسی فلموں میں لکھا ہے۔

محمد خالد عابدی:۔ فلمی گیت کاروں کے یہاں یہ روایت بھی ملتی ہے کہ اُنہوں نے اپنے فلمی گیتوں کے مجموعے بھی شائع کئے ہیں جیسے کدار شرما کا مجموعہ "پنچھی" ساحر لدھیانوی کا مجموعہ "گاتا جائے بنجارہ" شکیل بدایونی کے مجموعے "دھرتی کو آکاش پکارے" اور "کہیں دیپ جلے کہیں دل" حسرت جے پوری کا مجموعہ "چشم بددور" اور کیفی اعظمی کا مجموعہ "میری آواز سنو" (دیوناگری رسم الخط میں)۔ کیا آپ اس سلسلے کو پسند فرماتے ہیں اور مستقبل میں کیا آپ بھی فلموں کے گیتوں کا کوئی مجموعہ پیش کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں؟

ندا فاضلی:۔ ابھی تو مجھے اپنے شعری مجموعے شائع کرنے سے فرصت نہیں۔ جب ان سے فراغت حاصل ہوگا تو فلمی گیتوں کو شائع کرنے کی سوچوں گا۔

محمد خالد عابدی:۔ راجہ مہدی علی خاں، ساحر، شکیل اور جاں نثار اختر جیسے اچھے (اُردو کے) فلمی گیت کار رحلت فرما گئے، کیا فلمی دنیا ان کی اس کمی کو محسوس کرتی ہے اور اُس نے کیا اِزالہ کیا ہے؟

ندا فاضلی:۔ شاعر اپنی جگہ اہم ہوتا ہے۔ لیکن یہ چلتی پھرتی دُنیا ہے کسی کا سوگ یا کمی بہت دن تک محسوس نہیں ہوتی۔ ایک جاتا ہے ایک آتا ہے۔ یہ ہی زندگی ہے۔

www.taemeernews.com

واؔمق جونپوری سے ایک انٹرویو

عابدی :۔ آپ کب اور کہاں پیدا ہوئے ؟

واؔمق :۔ آپ کے اِس سوال پر ہنسی بھی آرہی ہے اور اُلجھن بھی لاحق ہے۔ کیونکہ برسوں سے اِس سوال کا جواب دیتا چلا آرہا ہوں مگر ابھی تک تذکروں کے کم نسخے ایسے نظر سے گذرے ہیں جن میں میری تاریخ ولادت صحیح درج ہو بیشتر عمر کم دکھائی گئی ہے۔ اُس کو تذکرہ نویسوں یا کاتبوں کے حُسنِ ظن کے علاوہ اور کیا کہا جائے۔ تو کیا آپ وعدہ کرتے ہیں کہ آپ کے تذکرہ میں میری وہی عمر دکھائی جائے گی جو میں بتلاؤں گا۔ بزرگوں کا کہنا ہے کہ میں ۲۳ فروری ۱۹۱۰ء کو ضلع جونپور کے ایک دیہات اور اپنے وطن کجگاؤں میں پیدا ہوا۔ اور میری زندگی کا یہ عظیم ترین حادثہ ہے کیونکہ از آں دم تا ایندم چین کا سانس لینا نصیب نہیں ہوا۔

عابدی :۔ آپ کی ادبی زندگی کا آغاز کب ہوا ؟

واؔمق :۔ ادبی زندگی کے آغاز سے پہلے ادب حاصل کرنا پڑتا ہے۔ وسعتِ نظر کے لئے جس قدر ممکن ہو مختلف علوم کا مطالعہ کرنا پڑتا ہے۔ اچھا ادب تخلیق کرنے کے لئے بالغ نظری اور فنی شعور رکھنا ضروری ہے۔ ان سب لوازم کے ساتھ دوسری زبانوں کے ادب کا براہِ راست یا بالواسطہ وجدان ضروری ہے۔ چنانچہ تحصیل علم کے بعد میں نے اوائل ۱۹۴۰ء میں اپنی

www.taemeernews.com

ادبی زندگی کا آغاز کیا میں اُس وقت فیض آباد میں وکالت کرتا تھا۔

عابدی:۔ آپ نے وامق تخلص کس مناسبت سے اختیار کیا، یا اس تخلص پر کسی کا اصرار تھا؟

وامق :۔ وامق تخلص اختیار کرنے کی وجہ بھی دلچسپ ہے۔ مجھ کو ہمیشہ بُرا لگا کہ کسی کا شعر کسی دوسرے شاعر کے نام سے منسوب ہو جائے۔ یا ایک ہی تخلص کے کئی شعراء ہوں اور یہی بات اکثر مغالطوں کا سبب بنتی تخلص کا مطلب یہی تو ہوتا ہے کہ شاعر کو اور اس کے شعر کو لوگ اسی کے نام سے پہچانیں۔ ممیز ہونے کے لئے تخلص میں انفرادیت ضرور ہونا چاہیئے۔

وہ آیا بزم میں اتنا تو میر نے دیکھا
پھر اسکے بعد چراغوں میں روشنی نہ رہی

یہ شعر میر تقی میر کے نام سے مشہور ہے درآنحالیکہ ان کا نہیں ہے۔

سرفروشی کی تمنّا اب ہمارے دل میں ہے
دیکھنا ہے زور کتنا بازوئے قاتل میں ہے

پٹنہ کے ایک بزرگ شاعر بسمل عظیم آبادی کی ایک غزل کا یہ مطلع ہے، جو رام پرشاد بسمل کے نام سے منسوب ہو گیا ہے۔ بہار کے ایک مشاعرہ میں ایک صاحب نے بسمل الہ آبادی کا تعارف کراتے ہوئے ان کی طرف یہ شعر منسوب کر دیا۔ صاحبِ نظر حضرات زیرِ لب مسکرا رہے تھے اور جھلا تالیاں بجا رہے تھے چنانچہ عمومیت سے دُور میں نے وامق تخلص اختیار کیا۔ اس پر کسی دوسرے کو اصرار نہ تھا۔

عابدی:۔ از آغاز تا حال آپ کا تخلص وامق ہی رہا یا اس میں کبھی تبدیلی بھی کی؟

وامق :۔ میرے تخلص میں کبھی کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ البتہ میں نے چند ہلکی پھلکی

www.taemeernews.com

چلتی ہوئی نظمیں اور گیت Pseudonym کے ساتھ ضرور لکھے ہیں مگر میں اِس نام کو بتلانا نہیں چاہتا۔

عابدی :۔ آپ اکتسابی شاعر ہیں یا وہبی ؟

وامق :۔ بھئی عابدی صاحب آپ کا یہ سوال تو بے حد دلچسپ اور بحث طلب ہے اس موضوع پر تو ایک بڑی سی کتاب لکھی جا سکتی ہے اور لمبی چوڑی تقریریں کی جا سکتی ہیں۔ یہ کہ میں وہبی شاعر ہوں یا اکتسابی اس کا جواب تو کوئی نقاد ہی دے سکتا ہے البتہ اس مسئلہ پر میں اصولی بحث ضرور کر سکتا ہوں۔ بڑا شاعر نہ تو سو فی صدی وہبی ہوتا ہے اور نہ ہی بالکل اکتسابی۔ شاعر کو بنیادی طور پر وہبی ہونا چاہیئے۔ یعنی اس نے شعری مزاج پایا ہو طبع موزوں اور حسِّ لطیف کا مالک ہو کسی بات کو نظم کرنے کی اس میں پیدائشی صلاحیت ہو۔ یعنی بدرجہ اتم قوتِ ناظمہ ہو۔ جس میں جتنی زیادہ قوتِ ناظمہ ہوگی اتنا ہی دوسرے لوازم کے ساتھ اس میں بڑے شاعر بننے کے امکانات ہوں گے۔ شاعر کی اکتسابی شخصیت بھی اتنی ہی اہم ہوتی ہے جتنی کہ وہبی۔ مختلف علوم اور World Literature سے واقفیت۔ شاعری کے نکات، اپنی زبان پر قدرت، فنون کو برتنے کا طریقہ یعنی اسلوب وغیرہ وغیرہ (پہلے اکتساب تلمذ کے ذریعہ ہوتا تھا مگر اب استادوں کی جگہ کتابوں نے لے لی ہے۔)

مضمون آفرینی اور خیال آرائی کے پہیئے وہبی اور اکتسابی دو پٹریوں پر ساتھ ساتھ دوڑتے ہیں اور ان پہیوں کو زبان و بیان کا دھرا جوڑے رکھتا ہے۔ تنہا وہبی صلاحیت بہت دور تک ادب کا ساتھ نہیں دے سکتی۔ اور اس کی اعلیٰ قدروں تک پہونچنے سے قاصر رہتی ہے۔ کسی ایک پٹری کو ہٹا دیجیے تو دوسرا پہیا بھی پٹری سے اتر جائے گا ــــ

www.taemeernews.com

ناموزوں، سپاٹ اور ابلاغ اور پابندیوں سے بے نیاز شاعری پٹڑیوں سے اترے ہوئے پہیوں کے زمرہ میں آتی ہے۔

عابدی :۔ کیا آپ کے بزرگوں میں کوئی شاعر و ادیب گذرا ہے؟

وامق :۔ میری والدہ کے نانا میر ابو محمد صاحب مرحوم بہت اچھے شاعر تھے۔ اور میرے والد مرحوم محمد مصطفیٰ صاحب بھی شوقیہ اشعار کہتے تھے اور بہت اچھا کہتے تھے۔ مگر انہوں نے اپنی اس صلاحیت کو کبھی کوئی اہمیت نہیں دی۔ شعر پر بڑی اچھی نظر رکھتے تھے۔ میر کو شاعری کا دل اور غالب کو شاعری کا دماغ کہتے تھے۔

عابدی :۔ آپ نے شاعری ہی کیوں پسند کی، نثر بھی اختیار کی جا سکتی تھی؟

وامق آپ نے یہ کیوں فرض کر لیا کہ میں نے صرف شاعری کو اپنا فن بنایا۔ میری نظر میں نثر کی بھی بڑی اہمیت ہے اور میں نے بڑی تعداد میں چھوٹے بڑے ادبی تحقیقی اور تاثراتی مضامین لکھے ہیں جو بیشتر شائع ہو چکے ہیں۔ اگر ان کو جمع کرنے اور نظر ثانی کرنے کا موقع ملا اور طبیعت حاضر رہی تو کبھی نہ کبھی وہ سب کتابی شکل میں آجائیں گے۔ فی الحال تو میں اپنے مختصر سوانح حیات کے ساتھ اپنے تاثرات اور مختلف خیالات پریشاں کو قلمبند کرنے کی سعیٔ لاحاصل میں لگا ہوا ہوں۔

عابدی :۔ آپ فکر سخن کس طرح کرتے ہیں؟

وامق :۔ پھر وہی ٹیڑھا سوال، جس کا مزاج ادبی کم اور صحافتی زیادہ ہے جس سے یہ ترشح ہوتا ہے کہ آپ سوال کچھ کر رہے ہیں اور آپ کا مافی الضمیر مقصد کچھ اور ہے۔ یعنی "کجا می نماید کجا می زند"۔ آپ مجھ میں کیا ڈھونڈھ رہے ہیں اور مجھ سے کیا اگلوانا چاہتے ہیں۔ تو سنیئے میں شعر بہت کم کہتا ہوں۔ کبھی مدتوں نہیں کہتا۔ اور جب کہنے پر طبیعت آتی ہے تو

www.taemeernews.com

کہتا ہی چلا جاتا ہوں۔ میں شعر برائے شعر گوئی نہیں کہتا یا عادتاً نہیں کہتا۔ جب کوئی بات محرکِ شعر بنتی ہے تو مدتوں ذہن میں چلتی رہتی ہے، رینگتی رہتی ہے، کروٹیں لیتی ہیں۔ دوڑتی ہے، مختلف صورتیں اختیار کرتی ہے اور جب اس کا ہیولا باقاعدہ مجسم ہوجاتا ہے تو اس کے لئے جامہ تلاش کرتا ہوں۔ مناسب ہیئت (فارم) کا تعین کرکے شعر کہنا شروع کرتا ہوں اور بڑی تیزی کے ساتھ نظم کر ڈالتا ہوں کہ کہیں تسلسل یا موڈ کا تار نہ ٹوٹ جائے۔ اور تب اس کے خدوخال اور نقش ونگار درست کرتا ہوں۔ نظم کے مصرعے اور غزل کے اشعار کبھی ڈھلے ڈھلائے زبان پر آجاتے ہیں اور کبھی ان کو ڈھالنا پڑتا ہے۔ مگر اس نتیجہ پر پہونچا ہوں کہ ڈھلے ڈھلائے مصرعوں اور اشعار میں وہ معنوی اور فکری بلندی یا گہرائی نہیں ہوتی جو ڈھلے ہوئے اشعار میں ہوتی ہے۔ میں ردیف قافیہ کے ساتھ جمناسٹک کرنے کو بچکانہ شاعری اور شعور کی ناپختگی سمجھتا ہوں۔

عابدی:۔ آپکی زندگی کا کوئی ایسا اہم المیہ جس نے آپکی شاعری پر غیر معمولی اثر ڈالا ہو؟

وامق :۔ میری زندگی بظاہر بڑی سپاٹ مگر دراصل نہایت ناہموار رہی ہے۔ گردن توڑ دینے والے نشیب وفراز کا میرے مضبوط قوت ارادی نے ہمیشہ مردانہ وار اور باوقار طور پر مقابلہ کیا۔ ایسے مواقع زندگی میں مصنوعی Glamour پیدا کرنے میں بہت معین ثابت ہوتے ہیں۔ مگر میں نے کبھی سستی شہرت اور سرپرستانہ ہمدردی کا سہارا نہیں لیا۔ کوئی خاص المیہ میری شاعری کا محرک نہیں بنتا۔ حد سے بڑھی ہوئی انانیت میری زندگی کا سب سے بڑا المیہ ہے۔

بجز شاعری کے میری خودسری، تنک مزاجی، ہنگامہ پسندی حسن پرستی اور ناانصافی کے خلاف جذبۂ بغاوت کے اظہار کا اور کوئی ذریعہ نہ تھا

www.taemeernews.com

اور میری شاعری کی یہی اساس ہے۔ میرے دو شعر سنیئے ؎

ان سے سمجھوتے پہ دل مائل نہیں
ہم ادھوری بات کے قائل نہیں

٭ ٭ ٭

آہن نہیں کہ چاہیئے جب موڑ دیجئے
شیشہ ہوں مڑ تو سکتا نہیں توڑ دیجئے

غالباً ان دو شعروں سے آپ پر واضح ہو گیا ہوگا کہ شاعری کو میں نے "کتھارسس" کا ذریعہ کیوں بنایا۔

…دی :۔ کیا آپ فنِ عروض سے بھی واقف ہیں۔ کیا عروض ہر شاعر کے لئے جاننا ضروری ؟ اور آپ نے فنِ عروض کس سے سیکھا ؟

…لق :۔ یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ فنِ عروض کا میں عالم ہوں، البتہ اس قدر ضرور واقف ہوں کہ شعر کی تقطیع کرسکتا ہوں (اپنے شعر کی کبھی تقطیع نہیں کی) یہ بھی مانتا ہوں کہ شعر کو عروض کے بنیادی حدود کے باہر نہ ہونا چاہیئے۔ اور اس کے آگے عروض اور زبان کے بندھے ٹکے اصولوں کو بقدرِ ضرورت نظرانداز کر دینے میں کوئی رکاوٹ محسوس نہیں کرتا۔ مثلاً تعقید۔ اخفا، شکست ناروا وغیرہ کو عیب جانتا ہوں مگر ناگزیر ہو جانے پر اختیار کرتا ہوں کیوں کہ فن کا تخلیقی عمل عروض کے ثانوی قواعد کا پابند ہو کر پوری طرح کامیاب نہیں ہو سکتا۔ زبان و بیان کی پابندیاں بھی اسی لپیٹ میں آجاتی ہیں۔ تخلیقِ فن میں اجتہاد کی وہی اہمیت ہے جو کھانے میں نمک کی۔ انگریزی ادب کے عظیم ترین شاعر شیکسپیر کے یہاں لاتعداد Poetic Licence کی مثالیں ملتی ہیں۔ شروع میں تو اس لئے کہ اس کو عظیم ادب پیش کرنا تھا اور عظیم ہو جانے کے بعد اس لئے کہ جو وہ

www.taemeernews.com

کہتا ہے وہنی ٹھیک ہے۔ یوں بھی بالعموم انگریزی شاعری میں عروض
بڑی چھوٹ ہے اور یہی وجہ ہے کہ انگریزی شاعری میں تنوع بہت
میں نے عروض کتابوں سے حاصل کیا ہے۔

عابدی :۔ آپ نے اپنے ابتدائی کلام پر کس سے اصلاح لی تھی ؟

وامق :۔ شاعری میں میرا کوئی استاد نہیں ہے میں اپنے کلام پر خود اصلا
کرتا ہوں پھر بھی مجھ کو علم ہے کہ میرے کلام میں خامیاں رہ جاتی ہیں جن
کی وجہ لاعلمی نہیں بلکہ ذہن پر ایک " غنّاطہ " سا رہتا ہے جس کو ایک
طرح کی بے خیالی روکھ لیجئے اور اسی رو میں وہ خامیاں توجہ کا مرکز نہیں
بن پاتیں۔ جب سنبھلتا ہوں اور نظر پڑتی ہے تو اس کا ازالہ کرتا ہوں۔

عابدی :۔ آپ کے استادگرامی کا طریقۂ اصلاح کیا تھا اور کیا آپ اس سے مطمئن تھے

وامق :۔ میں اس سوال کا جواب ضمناً پہلے دے چکا ہوں اس لئے اب سوال کی
ضرورت باقی نہیں رہتی۔ البتہ اس قدر کہنا ضروری ہے کہ ابتدائی باغیا
دور میں کسی استاد اور اب اس اجتہادی دور میں اصلاح کی کون جرأت
کر سکتا ہے۔

عابدی :۔ آپ کے نزدیک " اصلاح " کا صحیح طریقہ کیا ہے ؟

وامق :۔ میں شاعر ہوں ایک تخلیقی فنکار ہوں۔ نہ کسی کا شاگرد ہوں نہ استاد
اگر کسی نے اپنے شعر پر اصلاح چاہی تو تبادلۂ خیال کے ذریعہ شعر
اس کے پیروں پر کھڑا کر دیتا ہوں یا اس کو خارج از بحث قرار دے
دیتا ہوں سچ پوچھئے تو نہ اصلاح کا کوئی اصول ہے اور نہ دوسرے
لئے شعر کی اصلاح ممکن ہے (میں مکھی پر مکھی رکھنے والی شاعری کا ذ
نہیں کر رہا ہوں) شعر ایک وجدانی کیفیت کا نام ہے جس میں اصلا
یا ردو بدل کسی استاد کے بس کا بات نہیں۔ استاد کا قلم لگ جانے

www.taemeernews.com

بعد شعر میں شاعر کی شخصیت مجروح ہو جاتی ہے۔ شعر میں زبان و بیان اور عروض کی بنیادی غلطیاں نہ رہنے پائیں۔ شعر میں فنی منطق کا فقدان نہ باقی رہے۔ شعر میں خیال پوری طرح آجائے اس کے آگے کسی استاد کو قدم بڑھانے کا حق نہیں۔

بدی :- آپ کے حلقۂ تلامذہ میں کن شعراء کی شمولیت ہے؟

ق :- محض میری ادبی استعداد، میری فنی سوجھ بوجھ اور میرا حسِّ لطیف میرے استاد ہیں۔

بدی :- آج اردو شاعری میں جو نئے تجربات کئے جا رہے ہیں اس کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

ق :- بڑی دیر کے بعد آپ نے میرے مذاق کا سوال کیا ہے۔ میں شاعری میں تجربات اور نئی راہوں کے تجسس کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں تجربات کے سلسلے میں تجربدی شعراء کا اقدام قابل توجہ تو رہا مگر افسوس کہ انہوں نے اتنی طویل مدت میں بھی ادب میں کوئی قابل ذکر اضافہ نہ کیا۔ طفلانہ ضد، بے راہ روی اور حد سے بڑھی ہوئی مزاجیت کے نمونے ضرور ملتے ہیں۔ ادب کی تاریخ میں جدید نظم کا گوشہ بالکل اجاڑ نظر آتا ہے۔ زبان کا لہجہ آج بدلا ہوا ہے۔ زبان کا لہجہ ہر نصف صدی میں بدل جاتا ہے اور آج کی غزل اس تغیر سے بہت متاثر ہوئی ہے۔ بس فرق یہ ہے کہ جدید شعراء کو غزلوں میں اپنی شکل پہچان نہیں ملتی اور دوسرے لوگ سنگ و آہن کے تصادم، شہر کے شور و شغب اور زندگی کی تیز رفتاری سے الجھ کر رہ گئے ہیں۔ اور یہ کیفیت بے سبب نہیں ہے۔ دونوں مکتب ہائے فکر میں، یاسیت پائی جاتی ہے۔ مگر جدیدیوں کی یاسیت مصنوعی اور مستعار معلوم ہوتی ہے۔ سہل انگاری کو

www.taemeernews.com

اگر تجریدی شعرا ترک کر دیں تو ان کی تعداد میں نمایاں کمی آجائے گی جو باقی رہیں گے وہ بہتر ادب پیدا کر سکیں گے۔ اس تحریک میں دو کمزوری یہ ہے کہ وہ اب تک نہ کوئی نقاد پیدا کر سکی ہے اور نہ ان کوئی اصول تنقید وضع ہو سکا ہے۔ اس تحریک کی ساری اساس اشتہ بازی اور دشنام طرازی پر قائم ہے اور اس طرح کوئی بڑا ادب پیدا نہیں ہوتا۔ جدیدیت ایک بین الاقوامی تحریک ہے (بجواب فرانس یورپ کے دوسرے ممالک میں کافی Expose ہو چکی ہے) ہمارے بہت کم نوجوانوں کو یہ معلوم ہے کہ اس تحریک کے پیچھے C.I.A. کا بڑا ہاتھ رہا ہے۔ علی گڈھ میں جدید ادب کی جو کانفرنس ہوئی تھی اس کے مشاہدین کو اس امر کے متعدد ثبوت ملے کہ یہ عوام دشمن تحریک ہے۔ جو زندگی کو بیزاری سکھانے، انسان کو ناکارہ بنانے اور فن کی سحر کاری کو خواب آوری میں تبدیل کرنے کے لئے چلائی جا رہی ہے چند لوگ تو اس میں دیدہ و دانستہ ذاتی مفاد کے لئے شریک ہوئے، کچھ سستی شہرت حاصل کرنے کی غرض سے کچھ ترقی پسند تحریک اپنے لئے خاطر خواہ نام نمود کے راستے مسدود دیکھ کر اور زیادہ تر ادب میں کھلی چھوٹ پا کر اس میں شامل ہو گئے یہ ایک غیر مبتذل اتحاد تھا جس نے ادب اور زندگی کو خطرہ میں ڈال رکھا ہے۔

عابدی :۔ آپ اپنی شاعری کے ذریعہ قوم، سماج اور ادب کو کیا پیغام دینا چاہتے ہیں؟

وامق :۔ میں نے اپنی شاعری میں براہ راست یا نعرہ کے ذریعہ کوئی پیغام نہیں دیا۔ رہا میرے خیالات اور نظریات کا پروپیگنڈہ تو وہ میں نے شعر کی حدود میں رہ کر ضرور کیا ہے۔ یاد رہے کہ ہر ادب پر پروپیگنڈہ

www.taemeernews.com

ہے مگر عظیم ادب پہلے خوبصورت ہوتا ہے اور تب پروپیگنڈا ۔ اور ان دو عناصر کا صحیح امتزاج اس کو آفاقیت بخشتا ہے۔ آفاقیت وہیں ملتی ہے جہاں مقصدیت افادیت اور حسن ہو۔ مثنوی مولانا روم ۔۔۔ کالیداس کی شکنتلا ملٹن کی فردوسِ گمشدہ اور ڈانٹے کا جہنم وغیرہ کو عظیم ادب بنانے والے یہی عناصر ہیں۔

میری شاعری کی روحِ رواں میرے مارکسی نظریات ہیں۔ ظالم سے نفرت، مظلوم سے ہمدردی، انسان دوستی حسن پرستی، زندہ رہو اور زندہ رہنے دو وغیرہ میرے محبوب موضوعات ہیں۔ کچھ ضروری نہیں کہ شاعری میں پیغام ہی پیغام ہو۔ شاعر کے داخلی محسوسات اور معمولی جذبات کبھی کبھی خارجی موضوعات سے زیادہ اہم اور عظیم شاعری کا سرچشمہ بن جاتے ہیں۔ اس کی مثال میں غالب کا کلام پیش کیا جا سکتا ہے میں غمِ ذات اور غمِ دوراں کو شاعری میں برابر کا درجہ دیتا ہوں اور وہ ایک دوسرے سے جدا بھی نہیں ہو سکتے۔

عابدی:۔ آپ کو شاعری کی کس صنف سے زیادہ دلچسپی ہے اور کیوں؟

وامق:۔ مجھ کو نظم اور غزل سے برابر کی دلچسپی ہے کبھی اجمال کی طرف طبیعت مائل ہوتی ہے تو غزل کہتا ہوں اور اگر تفصیل کی ضرورت محسوس کرتا ہوں تو نظم کہتا ہوں مگر ہر دو اصناف میں اشاریت اور رمزیت کو شاعری کی جان سمجھتا ہوں۔

عابدی:۔ کیا آپ اپنی چند تخلیقات کی شانِ نزول کے بارے میں بتانا پسند فرمائیں گے؟

وامق:۔ کچھ لوگ اس خیال میں مبتلا ہیں کہ ہنگامی موضوعات پر شاعری نہ آفاقی ہو سکتی ہے نہ عظیم۔ مگر یہ خیال غلط ہے۔ بات دراصل یہ ہے

www.taemeernews.com

کہ موضوع کے ہنگامی ہونے سے کچھ نہیں ہوتا دیکھنا یہ چاہیئے کہ موضوع کے ساتھ شاعر کا Treatment کیا ہے؟ اب میں اپنے یہاں سے دو ہنگامی اور دو غیر ہنگامی موضوعات پر نظموں کی مثالیں دیتا ہوں اور ان کی وجہ نزول اور انداز تشکیل بتلاتا ہوں۔ "بھوکا بنگال" میں یہ نظم ۱۹۴۳-۴۴ء کے قحطِ بنگال سے متاثر ہو کر لکھی تھی۔ ہندی کے ایک شعری "آج کے اردو کوی" میں مؤلف نے میرا تعارف کراتے ہوئے لکھا تھا ٹینسن (Tennyson) کے ساتھ اس کی نظم "چائلڈ ہیرالڈ" نے جو کیا تھا وہی دامق کے ساتھ "بھوکا بنگال" نے کیا۔

میرے بھائی (سجاد ظہیر) نے اپنی کتاب "روشنائی" میں جس شد و مد کے ساتھ اس نظم کا ذکر کیا ہے۔ اس کو پڑھ کر میں فخر محسوس کرتا ہوں "نیلا پریم" یہ ایک منظوم تقریر ہے جو نظم زیادہ ہے اور تقریر کم۔ یہ میں نے جوہری بم کی تباہ کاریوں تیسری جنگ کے امکانات اور عالم امن کی ضرورت سے متاثر ہو کر لکھی تھی۔

اس نظم کی ہیئت اور موضوع کا Treatment قابل توجہ ہے۔ اس نظم کے دو حصے ہیں پہلا حصہ ہم امن کیوں چاہتے ہیں اور دوسرا اگر جنگ ہوئی تو کیا ہوگا۔ پہلا حصہ عروضی پابندیوں سے بھی زیادہ پابند ہے دوسرے حصے کا موضوع ایک ہیجان پیدا کرتا ہے جیوں جیوں ہیجان بڑھتا ہے اور جنگ کی تخریب کاری کا منظر سامنے آتا ہے نظم پابندی سے منزلیں طے کرتی ہوئی اختتام تک پہونچتے پہونچتے آزاد ہو جاتی ہے انسانی معاشرے کو سب سے زیادہ اپنی تہذیب سے پیار ہوتا ہے۔ اس لئے زندگی کے ثقافتی رخ اور اس کے کارناموں کو موضوع کی ترسیل کا ذریعہ بنایا گیا ہے۔

www.taemeernews.com

"مینا بازار" میری ایک سوشل سٹائر ہے۔ نظم چند تلخ حقائق پر مبنی ہے۔ اردو ادب کو میں ایک مکمل سٹائر سے روشناس کرانا چاہتا تھا۔ مغربی شاعری میں Satire ایک صنف کی حیثیت رکھتا ہے۔ "مینا بازار" سے پہلے اردو میں ایک صنف کی حیثیت سے کوئی سٹائر (Satire) نہ تھی۔ (ہجو، Satire سے مختلف شے ہے۔ طنزیہ اور مزاحیہ اشعار بھی Satire کی کمی کو پورا نہیں کرتے) چنانچہ سماج میں عورت سے متعلق تین گھناونے رخوں کو جو خود سماج کے پیدا کردہ ہیں، میں نے سٹائر کے روپ میں پیش کرنے کا تجربہ کیا ہے۔ اشاریت، تلخ بیانی اور خیالات کے اتار چڑھاؤ اس نظم کی خصوصیات ہیں۔

"زمین" میرا دوسرا تجربہ ہے۔ اردو میں پہلا "Ode" لکھنے کا تجربہ (اوڈ قصیدہ سے مختلف ہوتا ہے) روایتاً زمین نہایت کثیف، اسفل اور بے نور شے کہی جا سکتی ہے مگر اس کی حقیقی عظمت اس امر میں مضمر ہے کہ اس کے خمیر سے اشرف المخلوقات انسان پیدا ہوا ہے۔ کنایتاً زمین ہماری ماں ہے۔ تو مادر گیتی کا ذکر اس کے شایانِ شان کیوں نہ کیا جائے۔ چنانچہ میں نے اس نظم میں علاوہ حقیقت نگاری کے شوکتِ الفاظ اور حسنِ بیان سے حتی المقدور کام لیا ہے۔ مبالغہ آرائی کو ذرا بھی دخل نہیں۔ استعارے اور تشبیہیں بھی حقیقی ہیں۔ بحر کا انتخاب بھی زمین کو وسعتوں اور گوناگوں رنگینیوں سے پوری طرح تال میل کھاتا ہے۔ علی گڑھ میں انگریزی کے استاد پروفیسر محمود حسین مرحوم فرماتے تھے۔

کہ انگریزی ادب میں بھی اتنی حسین 'اوڈ' نہیں لکھی گئی۔ اپنے مونہہ میاں مٹھو بنتے ہوئے مجھ کو شرم آتی ہے مگر آپ نے ایسا سوال

www.taemeernews.com

ہی کیوں کیا۔ اس لئے میری اس خودستائی کی ذمہ داری آپ پر عاید ہوتی ہے۔

عابدی:۔ خود آپ کی نگاہ میں آپ کی شاعری کے انفرادی عناصر کیا ہیں ؟

دامق :۔ آپ مجھ کو رسوا اور مطعون کرنے پر کیوں تُلے ہوئے ہیں۔ خیر کوئی بات نہیں اس طرح قاری کو اگر اپنے قریب لاسکوں گا تو یہ سودا ارزاں سمجھوں گا۔ میرا انداز فکر جدید معلومات، سائنسی حقائق اور جدلیاتی امور کی حدود میں رہ کر میرے خیالات کی عکاسی کرتا ہے۔ اگر مہمل لفظ اور غرائب کی امیج پورے طور پر بنتی ہے تو اس کے استعمال سے میں گریز نہیں کرتا۔ فی الاصل ہر لفظ جملہ کے باہر مہمل اور بے جان ہوتا ہے۔ لغت تو الفاظ کے قبرستان کا نام ہے۔ صحیح اور برمحل استعمال کے بعد ہی الفاظ میں جان پڑتی ہے اور اسی طرح الفاظ کے معانی اور قدریں بھی بدلتی رہتی ہیں۔ اپنے خیالات اور نظریات کے براہ راست پروپیگنڈہ سے احتراز کرتا ہوں میرے یہاں آپ کو مواد، ہیئت اور اسلوب کا متناسب امتزاج ملے گا۔ میں جو کچھ کہتا ہوں وہ پورے اعتماد و یقین کے ساتھ بہ بانگ دہل کہتا ہوں۔ میرے یہاں آپ کو بغاوت انانیت اور رجائیت کے عناصر غالب ملیں گے۔ باطنی غنائیت کے علاوہ میرے یہاں ہیئت کی حسب ضرورت ظاہری غنائیت بھی ملے گی۔ میرے یہاں آپ کو کم سے کم الفاظ میں زیادہ سے زیادہ بات کرنے کی شعوری کوشش ملے گی۔ چونکہ میرے مزاج میں عجلت اور تندی ہے اس لئے میری شاعری میں آپ کو Adjective اور Adverb پر بیجا زور نہ ملے گا۔ میں Verb پر زیادہ زور دیتا ہوں۔

Adverb اور Adjective پر زور دینے والوں اور سرگوشیانہ

www.taemeernews.com

انداز میں شعر کہنے والوں کو آپ بالعموم مجہول العمل اور خفیف الحرکات پائیں گے۔ میری شاعری کا انفرادی رخ جو مجھ کو دوسروں سے ممیز کرتا ہے۔ میرے اسلوب کا وہ ٹیڑھا پن ہے جو صاحبِ نظر کو لطف اندوز کرتا ہے اور دعوتِ فکر دیتا ہے اور اگر توجہ کی کمی ہے تو بالعموم سروں کے اوپر سے گذر جاتا ہے کیوں کہ اس میں فکری عنصر زیادہ ہوتا ہے۔

ابدی :۔ آپ کے نزدیک ترقی پسند ادبی تحریک کی جامع اور مستند تعریف کیا ہو سکتی ہے؟

مق :۔ ترقی پسند ادبی تحریک وہ تحریک ہے جو جملہ ادیبوں کو صحت مند، خوبصورت، نئی جمالیاتی اور وجدانی قدروں کے ساتھ زندگی سے وابستہ ادب تخلیق کرنے کی دعوت دیتی ہے۔ نوجوان ادیبوں کی رہنمائی کرتی ہے۔ ادب کو خواص ملکیت سے نکال کر عوام تک پہونچاتی ہے۔ آپ کے دل میں جو کھٹک ہے وہ میں بہت دیر سے محسوس کر رہا ہوں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس تحریک کی داغ بیل ڈالنے اور چلانے والوں میں اچھی خاصی اقلیت اشتراکی ادیبوں کی رہی ہے۔ اس لئے ان کی تخلیقات کے رگ و پے میں مارکسی نظریات کے دوڑتے ہوئے خون پر کوئی تعجب نہ ہونا چاہیئے۔ مگر اس تحریک میں اکثریت ایسے ادیبوں کی رہی ہے جن کو اشتراکی تحریک سے کوئی واسطہ نہ تھا۔ وہ دیانت داری کے ساتھ اپنی ترقی پسند تخلیقات پیش کرتے رہے ہیں۔ یہ بات اور ہے کہ توہم شکنی، انصاف پسندی، انسان دوستی اور حسن شناسی کی جتنی زیادہ ادب میں عکاسی ہوگی اتنا ہی وہ مارکسی اصولوں سے قریب نظر آئے گا۔ جس ادب سے توہم پرستی اور رجعت پسندی کے عناصر آپ نکال دیجیئے وہ ترقی پسند ادب ہو جاتا ہے۔

www.taemeernews.com

رجعت پسندوں کا ایک پروپیگنڈا یہ بھی رہا ہے کہ ترقی پسند ادبی تحریک میں شریک ہونے کیلئے اشتراکی ہونا ضروری ہے۔ مگر یہ ایک مغالطہ ہے ہر وہ ادب ترقی پسند ہے جس سے انسان کی زندگی خوشگوار ہے۔ زندگی سے آدمی زیادہ لطف ہو۔ اگر توہمات اور رجعت پرستی سے ہٹ کر کوئی شعر ایک لمحہ کے لئے بھی فرحت بخش ثابت ہوتا ہے تو وہ ترقی پسند شعر ہے۔ رنگ و بو، گل و بلبل، محبوب کا وصل و ہجر کی داستانیں، برسات کی اودی گھٹائیں وغیرہ بھی ترقی پسند ادب کے اسی قدر شاندار موضوعات رہے ہیں جس قدر محنت کش طبقہ امنِ عالم اور قومی یکجہتی وغیرہ۔ مختصر یہ کہ ترقی پسند ادب زندگی کے کسی گھناؤنے رُخ کو برداشت نہیں کرتا۔

عابدی :۔ اردو میں ترقی پسند ادبی تحریک کس مقصد کے تحت معرضِ وجود میں آئی؟

وامق :۔ ترقی پسند تحریک کا مقصد اس کے منشور میں موجود ہے جو بمقام لکھنؤ اپریل ۱۹۳۶ء میں منشی پریم چند کی صدارت میں پاس ہوا اور اب تک اس میں حسب تقاضائے وقت مناسب ترمیم بھی وقتاً فوقتاً ہوتی رہی ہے۔ کیوں کے ادب کوئی جامد شے نہیں ہے زندگی کے دوش بدوش حرکت میں رہتا ہے۔ وہ منشور بالفاظ دیگر ذیل کے مقاصد پر محیط ہے۔

آزادی کی جدوجہد۔ اجارہ داری کا اختتام۔ محنت کشوں کو ان کا حق دلوانا۔ ادب کی فرسودہ اور انحطاط پذیر روایات سے چھٹکارا حاصل کرنا۔ ادبی سماجی اور جمہوری ترقی کے دشمنوں کا اپنی تخلیقات کے ذریعہ ڈٹ کر مقابلہ کرنا۔ توہم پرستی اور رجعت کوشی کا پول کھولنا صحت مند اور متنوع ادب تخلیق کرنا۔ غرض کہ ادب کو زندگی سے اس قدر قریب لانا جتنا کہ اس کا حق ہے۔ تخریب برائے تعمیر نو ترقی پسند تحریک کا

www.taemeernews.com

ایک نمایاں رُخ ہے۔ اس لئے اس کے مقاصد میں ان قوتوں کا استیصال بھی شامل ہے جو انسان کی ذہنی جسمانی اور معاشرتی ترقی کا سدباب بنے رہے ہیں۔ ان میں امور میں سمجھوتے کو میں ترقی پسندی نہیں موقع پرستی تصور کرتا ہوں۔

عابدی:۔ کیا وجہ ہے کہ ترقی پسند ادبی تحریک علمی طور پر کامیاب نہ ہوسکی؟

عاشق:۔ کیا خوب! یہ تو آپ یوں کہہ رہے ہیں جیسے گوپال متّل یا شمس الرحمٰن فاروقی بول رہے ہوں۔ علمی طور پر کامیابی سے آپ کیا مطلب لے رہے ہیں۔ کیا اس ادب کو علمی طور پر کامیاب کہیں گے جو فرقہ پرست یا کٹّر مذہبی لوگوں کو پسند آئے۔ سرمایہ دار اور ان کے وظیفہ خوار جس کو پڑھ کر وجد میں آئیں کہ اچھا ob;ecte ہے۔ سماج دشمن اور رجعت پرست عناصر جس کا ڈھنڈورا پیٹیں۔ عابدی صاحب حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ ترقی پسند تحریک نے علمی سطح پر معتدبہ اضافہ ادب میں کیا ہے۔ ہر صنفِ ادب میں اس نے سنگ میل نصب کئے ہیں۔ ترقی پسند تحریک سے پہلے اُردو میں افسانہ کی کیا وقعت تھی۔ اور آج ترقی پسند تحریک کی بدولت اردو افسانے عالمی اَدب میں شمار ہو رہے ہیں ناول میں "امراؤ جان ادا" کے علاوہ اور کیا تھا۔ ترقی پسند تحریک نے اس صنف میں بھی ادب کی رہنمائی کی اور اس کی بدولت آج اردو ادب کہہ سکتا ہے کہ ہمارے پاس ناول بھی ہیں۔ شاعری کا تو کہنا ہی کیا۔ علمی سطح پر ترقی پسند شاعری نے نیا اندازِ فکر اور نئے نئے اصنافِ سخن دیئے۔ نیا لہجہ، نئے نئے اسلوب، حقیقت نگاری، جرأت اظہار اور زندگی کی نئی صحت مند قدروں ادب کو روشناس کرایا۔ ترقی پسند تحریک نے وہ ذہنی انقلاب برپا کیا کہ اس سے وہ لوگ بھی بغیر متاثر

www.taemeernews.com

ہوئے نہ رہ سکے جو اس پر عُزّایا کرتے ہیں۔ظاہر ہے کہ جن نظریات کی ترقی پسند تحریک نے ضرب کاری پہونچائی ہے اس کے دل دادگان کب تحریک کو ذکر خیر سے یاد کر سکتے ہیں۔

عابدی :- اردو میں جو مکتوباتی ادب پیش کیا گیا ہے۔ اس کی کیا اہمیت محسوس کرتے ہیں؟

وامق :- اردو میں جو مکتوباتی ادب کی بڑی اہمیت ہے۔ مکتوبات دو طرح کے ہوتے ہیں۔ نجی مکتوبات اور کاروباری۔ نجی مکتوبات وہ ہیں جو عزیزوں دوستوں، متعلقین یا کسی کو بھی مختلف جذبات کے اظہار کی غرض سے لکھے جاتے ہیں۔ اُن میں وہ سب کچھ ہوتا ہے جو دو بدو ہوتا کہا جا سکتا ہے۔ نجی مکتوبات بالعموم اطلاعیہ یا استفہامیہ ہوتے ہیں۔ ان خطوط کی اہمیت یہ ہے کہ کاتب اور مکتوب الیہ کی گھریلو زندگی، انکے عادات و اطوار، ان کے جملہ اوصاف اور کمزوریاں، ان کی Hobby وغیرہ ان میں صاف نظر آتے ہیں اور جن سے ان کی ادبی تخلیقات پر تبصرہ کرنے میں مدد ملتی ہے۔ ان مکتوبات میں بے شمار ایسی چھوٹی بڑی باتیں درج ہوتی ہیں جن کو جمع کر کے اس دور کی تاریخ مرتب کی جا سکتی ہے۔ نجی مکتوبات کا اسٹائل بالکل فطری ہوتا ہے۔ اس نوع کے خطوط میں مرزا غالب امام مانے جاتے ہیں۔ کاروباری خطوط وہ ہیں جن میں ادبی سیاسی یا دوسرے علمی یا عصری مسائل پر روشنی ڈالی جائے۔ ان مکتوبات کا لہجہ قدرے مصنوعی ہوتا ہے جیسے مرزا غالب کے ادبی خطوط اور گاندھی جی اور پنڈت نہرو کے مکتوبات وغیرہ۔ ان دونوں نوعیتوں کا ایک امتزاجی رنگ بھی ہوتا ہے جن کا تبادلہ ہم مشرب اور ہم مذاق ادیبوں اور ادبی مذاق رکھنے والے زن و شوہر

www.taemeernews.com

کے درمیان ہوتا ہے۔ ان میں گھریلو باتوں کے علاوہ ادبی اور نظریاتی مسائل وغیرہ پر بھی اظہار خیال کیا جاتا ہے۔ اس زمرہ میں پاکستانی جیلوں سے لکھے ہوئے رضیہ بھابی کے نام بنّے بھائی سجاد ظہیر کے خطوط اور جاں نثار اختر کے نام صفیہ اختر کے خطوط "زیر لب" آتے ہیں۔ ادبی مسائل پر مبنی جو مکتوبات نظر سے گذرے ہیں ان میں بے پناہ اخلاص اور بات منوانے کا دل آویز انداز ملتا ہے جو مجرد مقالوں میں کم پایا جاتا ہے۔ مقالے بالعموم اس جذبے کے ساتھ لکھے جاتے ہیں کہ .... "کس بشنود یا نشنود من گفتگوئے می کنم" اسی لئے اختلافی مسائل پر مکتوبات کو میں حصول مقصد کا بہتر ذریعہ سمجھتا ہوں۔ یہ اس لئے بھی کہ میں تاثراتی تنقید کو اصولی تنقید سے کمتر نہیں سمجھتا۔ بہرحال اردو میں مکتوباتی ادب کی اہمیت دوسری نثری اصناف سے اگر زیادہ نہیں ہے تو کم بھی نہیں ہے۔

عابدی :۔ آپ کے نزدیک اردو میں انٹرویو نگاری کی کیا اہمیت ہو سکتی ہے؟

وامق :۔ اردو میں انٹرویو صنف کی پہلے کوئی روایت نہ تھی یہ حال کی پیداوار ہے۔ سب سے پہلے ریڈیو نے اس کو اپنے پروگراموں میں داخل کیا اور رفتہ رفتہ اس کی افادیت کو دیکھتے ہوئے اردو ادب نے اس کو اپنا لیا۔ انٹرویو کی اہمیت بہت کچھ اس امر پر مبنی ہے کہ جن مسائل پر سوالات کئے جا رہے ہیں ان کی ادب میں کیا اہمیت ہے۔ مضامین اور مقالات میں ادیب ذہن میں جو تنقیحات قائم کرتا ہے اور اسکے لئے اس کے پاس سوچنے اور سلیقہ سے لکھنے کا کافی موقع ہوتا ہے برخلاف اس کے انٹرویو میں نہ سوچنے کا زیادہ موقع ہوتا ہے اور نہ زبان کی طرف زیادہ توجہ دینے کا انٹرویو میں چونکہ ہر سوال اچانک

www.taemeernews.com

اچانک سامنے آتا ہے اس لئے بغیر کسی تیاری کے اس کا جواب دینا پڑتا ہے اور یہی فی البدیہہ جوابات ہوتے ہیں جن سے ادیب کے شعور اس کے علم اس کی ادبی صلاحیتوں اور اس کے مزاج مثلاً علم، توازن، جھلاہٹ اور متانت وغیرہ کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے سب سے بڑی اہمیت انٹرویو کی یہ ہے مناسب جرح کے ذریعہ ادیب اپنی شخصیت کی وہ امیج پیش کرتا ہے جو اس کو بھلی لگتی ہے اور انٹرویو میں اس کی شخصیت اس زاویہ سے دیکھی جاسکتی ہے، جس زاویہ سے انٹرویو لینے والا اس کو دیکھنا چاہتا ہے ادیب جس قدر دیانت دار ہوگا اسی قدر ان دو امیجوں میں فرق کم نظر آئے گا انٹرویو کی مدد سے ہم کو بہت سی وہ باتیں ملتی ہیں جو شاید ادیب کی تخلیقات سے نہ مل سکیں مثلاً اس کا انداز گفتگو، برجستہ برمحل انتخاب لغت کی صلاحیت، حاضر جوابی وغیرہ۔ انگریزی ادب میں انٹرویو کی مدد سے بڑے بڑے ادبی کارنامے معرضِ وجود میں آئے ہیں۔ جن کی ایک مثال باسول کی لکھی ہوئی جانسن کی سوانح عمری ہے سالہا سال اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے سوالات کا سلسلہ جاری رہا۔ اس طرح جانسن کی جو سوانح عمری مرتب ہوئی وہ انگریزی ادب کی ایک عظیم دستاویز بن کر رہ گئی اس سے زیادہ انٹرویو کی اہمیت اور کیا ہوسکتی ہے۔

عابدی :۔ فلم "آخری مجرا" کے اشتہار میں دیکھا کہ آپ نے اس فلم میں گیت لکھے ہیں؟

وامق :۔ ہاں بھئی آپ نے اشتہار میں ٹھیک ہی دیکھا "آخری مجرا" فلم میں میری نظم "مینا بازار" کا پہلا حصہ گایا گیا ہے اور اس کی اجرت بھی مجھ کو ملی۔ بمبئی سے اس فلم کے پروڈیوسر آئے اور میری نظم خرید کے لے گئے۔ میں نے فلم تو نہیں دیکھی اس کا L.P. سنا۔ اس کو رفیع گانے والے تھے مگر وہ مر گئے۔ اب جس نے گایا مجھ کو پسند نہیں آیا۔ میں نے بھی سوچا کہ گھر بیٹھے

www.taemeernews.com

اگر کوئی میرے اشعار خرید لے جائے تو کیا بُرا ہے۔ یوں بھی میں اس نظم سے ہزار ہا روپیہ کما چکا تھا۔ مشاعروں میں یہ نظم میں نے کم از کم پانچ سو مرتبہ پڑھی ہوگی۔

عابدی :۔ اردو زبان کے بغیر فلم کی مقبولیت و کامیابی مشکوک ہے کیا دعویٰ درست ہے؟

دامق :۔ اردو زبان کی لطافت چاشنی اور دل آویزی کا مقابلہ تو صرف ایک ہی زبان کرسکتی ہے اور وہ ہے بنگالی مگر وہ بھی صوبائی حدود میں بند ہو کر رہ گئی ہے جب کہ اردو ایک ایسی زبان ہے جو ہندوستان کے ہر گوشہ میں بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ ہندی ہماری قومی زبان ہے مگر افسوس کہ اس کے کرتا دھرتاؤں نے اس کو شبد کوش میں محبوس کر کے ڈال دیا ہے اور عوام تک نہ پہنچنے دیا اس لیئے اس کے سمجھنے اور بولنے والے کم ہیں۔ اور بہ ایں سبب فلم کے لیئے اردو ناگزیر بن گئی ہے بغیر اُردو زبان کے فلم کی مقبولیت اور کامیابی یقیناً مشکوک ہے۔ اور یہ بھی ایک ٹھوس حقیقت ہے کہ اُردو کو فلم کی روح رواں بنانے والے ترقی پسند ادیب اور ترقی پسند فن کار ہی ہیں۔

عابدی :۔ ایک آخری سوال کہ ابھی تک آپ کے کتنے شعری مجموعے آچکے ہیں؟

دامق :۔ اب تک میرے دو شعری مجموعے "چیخیں" اور "جرس" جو ۱۹۵۰ء تک کے کلام پر مشتمل ہیں، شائع ہو چکے ہیں۔ چونکہ یہ مجموعے میرے اوائل زمانۂ شاعری کے ہیں اس لیئے رطب و یابس سے پاک نہیں۔ تیسرا مجموعہ "شب چراغ" میرے نمائندہ کلام کا اِنتخاب ہوگا۔

www.taemeernews.com

وجاہت علی سندیلوی سے ایک اِنٹرویو

خالد عابدی :۔ آپ کب اور کہاں پیدا ہوئے ؟

وجاہت علی :۔ یکم مارچ ۱۹۱۶ء ۔ بھوپال میں اپنے نانا سیّد محمود علی صاحب وکیل کے یہاں پیدا ہوا۔ میرے نانا سیّد محمود علی صاحب وکیل ابتدا میں سندیلے کے باشندے تھے۔ وہ اور میرے دادا چودھری نصرت علی صاحب سگے خالہ زاد بھائی تھے۔ سیّد صاحب کے والد کا انتقال اُن کے بچپن میں ہوگیا تھا۔ یوں تو سندیلے میں اچھی خاصی زمینداری تھی لیکن تعلیم سے فراغت کے بعد وہ بھوپال تشریف لے گئے اور وہاں کی وکالت کا امتحان پاس کرکے وہیں وکالت شروع کردی۔ اپنے پیشے میں انہوں نے بڑا نام پیدا کیا حتیٰ کہ بیگم بھوپال نے انہیں ریاست کا قانونی مشیر مقرر کردیا تھا۔ اُن کا ۱۹۲۹ء میں انتقال ہوا تھا۔ اُن کو شعر و ادب سے بڑی دلچسپی تھی لیکن اپنی وکالت کی مصروفیات کی وجہ سے انہوں نے بحیثیت شاعر یا ادیب کوئی تخلیق نہیں چھوڑی۔ اُن کے بڑے لڑکے سیّد مسعود علی صاحب کے صاحبزادے سید اسرار مسعود صاحب جن کی کوٹھی سلیمانیہ پارک کے قریب ہے، بھوپال کے مقبول اور ممتاز افراد میں سے ہیں۔ اور شعر و ادب کا بڑا اچھا ذوق رکھتے ہیں۔ اکثر بیرونی شعراء اور ادیب اُن کے یہاں آکر مقیم ہوتے ہیں۔ اُن کے

www.taemeernews.com

مکان پر اکثر شعری اور ادبی محفلیں منعقد ہوتی رہتی ہیں۔

الدعابدی :۔ آپ کی ادبی زندگی کا آغاز کب ہوا اور آپ کا ادبی رہنما کون ہے؟

یاہت علی :۔ ۱۹۳۶ء سے جب میں یونیورسٹی میں زیر تعلیم تھا۔ یوں تو انگریزی اور اردو کی بہت سی ادبی شخصیتوں سے متاثر ہوا ہوں لیکن میرا کوئی مخصوص ادبی رہنما نہیں ہے۔

الدعابدی :۔ آپ کیوں لکھتے ہیں اور کیونکر لکھتے ہیں؟

یاہت علی :۔ میں جب اپنے گرد و پیش کے اشخاص اور حالات سے متاثر ہوتا ہوں تو مجھ میں لکھنے کا اشتیاق پیدا ہوتا ہے اور جب میں اپنے تاثرات کو حسب منشا پیش کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہوں تو ایک ذہنی طمانیت محسوس کرتا ہوں۔ وکالت کی مصروفیت کی وجہ سے لکھنے کی فرصت کم ملتی ہے۔ ایک ادیب کے سینے پر وکیل سوار ہے۔

الدعابدی :۔ لکھتے وقت آپ کو بالعموم کس طرح کا ماحول درکار ہوتا ہے؟

یاہت علی :۔ لکھتے وقت میں پرسکون ماحول چاہتا ہوں۔ لیکن قبرستان جیسا سناٹا بھی نہیں میں محسوس کرنا چاہتا ہوں کہ میں جیتے جاگتے انسانوں کے درمیان ہوں۔

الدعابدی :۔ آپ نے طنز و مزاح ہی کیوں اختیار کیا؟

یاہت علی :۔ میں نے طنز و مزاح کے علاوہ بھی بہت کچھ لکھا ہے۔ تنقید، سنجیدہ افسانے، ڈرامے، رپورتاژ، بچوں کی کہانیاں، اردو پڑھانے کے قاعدے وغیرہ۔ میں نے شاعری بھی کی ہے۔

الدعابدی :۔ آپ نے طنز و مزاح کے لئے "نثر" کا ہی انتخاب کیوں کیا۔ نظم کو مزاح کے لئے اظہار خیال کیوں نہ بنا سکے؟

یاہت علی :۔ ذاتی طور پر میں حقیقت پسند طنز و مزاح کے لئے نثر کو اظہار کا

www.taemeernews.com

بہتر وسیلہ سمجھتا ہوں۔

خالد عابدی :۔ آپ کے مخصوص مزاحیہ کردار کون سے ہیں۔ کیا یہ حقیقی کردار ہیں؟

وجاہت علی :۔ مرزا جی، شرما جی، ایچ۔ ٹی قاضی وغیرہ۔ یہ سب کردار بنیادی طور سے حقیقی ہیں البتہ اُن کی کچھ باتوں کے متعلق میں نے حسب ضرورت حاشیہ آرائی کی ہے۔

خالد عابدی :۔ آپ کی پہلی تخلیق کس صنف میں تھی وہ طنزیہ و مزاحیہ تھی یا سنجیدہ؟

وجاہت علی :۔ میری پہلی تخلیق ایک سنجیدہ افسانہ تھا۔ میرے پہلے سنجیدہ افسانے کا عنوان تھا "گلزار محل" اور "ماہنامہ ساقی" دہلی میں غالباً ۱۹۴۰ء میں شائع ہوا تھا اس کی شانِ نزول بس یہ سمجھ لیجئے کہ میں مارکسزم سے بہت متاثر تھا۔ (اب بھی ہوں) لہٰذا میں نے اسے کسان کی مظلومیت اجاگر کرنے کے لئے لکھا تھا۔ کہ ایک کسان اپنے خون دل سے سینچ کر ایک باغ لگا کر تیار کرتا ہے لیکن زمین کا مالک اس کے بوڑھے ہو جانے پر اسے نکال دیتا ہے۔

خالد عابدی :۔ کیا آپ کو طنز و مزاح میں اور بالخصوص نثر میں اپنا scope بہتر نظر آیا جس کی وجہ سے اسے اختیار کیا گیا؟

وجاہت علی :۔ خوش دلی، ظرافت اور انسان دوستی میرے ذہنی نشو و نما میں غالب عناصر رہے ہیں اور اسی وجہ سے طنز و مزاح لکھنے میں مجھے زیادہ لطف آتا ہے۔

خالد عابدی :۔ اردو طنز و مزاح زیادہ مقبول ہے بہ نسبت ہندی طنز و مزاح کے۔ کیا یہ دعویٰ درست ہے؟

وجاہت علی :۔ یہ دعویٰ میرے نزدیک درست ہے کہ انگریزی زبان کو چھوڑ کر... ہندوستان کی باقی سب زبانوں سے (میں نے صرف ترجمے پڑھے ہیں) بہتر اور مقبول اردو طنز و مزاح ہے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ

www.taemeernews.com

خود اردو زبان ہے اس میں جو تہہ داری، بلاغت اور رمز و کنایہ کے امکانات ہیں وہ انگریزی کے علاوہ دوسری زبانوں میں نہیں ہیں۔

خالد عابدی :۔ کیا طنز و مزاح کے لئے ضروری ہے کہ لکھنے والے میں مزاح اور طنز کی حس ہو؟

وجاہت علی :۔ میرے رائے میں بہت ضروری ہے۔ ایک گنجا آدمی بال اُگانے کی دوا کا کامیاب تاجر نہیں ہو سکتا۔ معاشرے کے ظرافت خیز آثار کی نشاندہی کے لئے حس مزاح شرط اوّل کی حیثیت رکھتی ہے۔

خالد عابدی :۔ ایک کامیاب طنز و مزاح نگار کے لئے کن صلاحیتوں کا ہونا ضروری ہے؟

وجاہت علی :۔ ۱۔ خوش طبعی ۲۔ اور زندگی کی ناہمواریوں، انسان کی بوالعجبیوں، واقعات کی ستم ظریفی کے متعلق مشاہدے کی دروں بینی اور ان عناصر سے طنز و مزاح کا مواد اخذ کرنے کی صلاحیت ۳۔ زبان و بیان پر قدرت اور ۴۔ اس امر کا شعورِ تناسب کہ کون سی بات کتنی کہنی چاہیئے تاکہ طنز، شکوۂ خشک اور مزاح مسخرا پن نہ بن جائے۔

خالد عابدی :۔ طنز و مزاح نگار کے حقیقی کمال کیا ہیں؟

وجاہت علی :۔ فکر انگیز ذہانت، سنجیدہ بذلہ سنجی، رمز و کنایہ میں بلا کچھ کہے بہت کچھ کہہ جانا، کردار اور پلاٹ میں جدّت اور ندرت، انسان دوستی اور گداز قلب کا تاثر، اور پھر سب سے اہم بات لطف بیان اور الفاظ کے تخلیقی استعمال سے جادو جگانا۔

خالد عابدی :۔ طنز و مزاح نگار کس چیز کا مرہون منّت ہوتا ہے؟

وجاہت علی :۔ زندگی کی ناہمواریوں، انسان کی بوالعجبیوں اور واقعات کی ستم ظریفی سے ہی طنز و مزاح کی تخلیق ہوتی ہے۔

خالد عابدی :۔ کیا طنز کے بغیر مزاح بیکار ہے؟

www.taemeernews.com

وجاہت علی :۔ طنز و مزاح میں شیر و شکر کا رشتہ ہے اور ایک طرح سے دونوں ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم ہیں۔ طنز میں اگر مزاح کی آمیزش نہ ہو تو وہ بہت تلخ اور ترش ہو جاتا ہے۔ اس طرح مزاح میں اگر طنز کی چاشنی نہ ہو تو وہ پھیکا اور بے مزہ محسوس ہوتا ہے۔

خالد عابدی :۔ کیا آپ اردو کے موجودہ طنزیہ و مزاحیہ ادب بالخصوص نثر سے مطمئن ہیں؟

وجاہت علی :۔ جی ہاں بڑی حد تک۔

خالد عابدی :۔ ایک طنزیہ و مزاحیہ ادبی تخلیق لکھنا مشکل ہے یا ایک فلمی مزاحیہ و طنزیہ گیت لکھنا؟

وجاہت علی :۔ ظاہر ہے کہ ایک طنزیہ و مزاحیہ ادبی تخلیق لکھنا مقابلتاً زیادہ مشکل کام ہے

خالد عابدی :۔ آپ کن طنز و مزاح نگاروں (نثر) سے متاثر ہیں اور کیوں؟

وجاہت علی :۔ میں پطرس، عظیم بیگ چغتائی، رشید احمد صدیقی، شفیق الرحمٰن، ابنِ انشا، مشتاق احمد یوسفی اور اپنے دوست مجتبیٰ حسین خاں سے خاص طور پر متاثر ہوں۔ ورنہ یوں تو میں بہت سے دوسرے مزاح نگاروں مثلاً شوکت علی تھانوی، فرقت کاکوروی، کرنل محمد خاں یوسف ناظم شفیقہ فرحت و نریندر لوتھر وغیرہ کو بھی بہت پسند کرتا ہوں۔

اس سوال کا جواب کہ کس کو کیوں پسند کرتا ہوں ایک ٹیڑھی کھیر ہے۔ سفینہ چاہیئے اس بحرِ بیکراں کے لئے، پطرس کی واحد متکلم سادہ لوح دل کو چھو لیتی ہے، چغتائی کی وہ قدر نہیں ہوئی جس کے کہ وہ مستحق تھے انہوں نے خاکے یا انشائیے نہیں لکھے بلکہ انگریزی ادب کی روایت کے مطابق بہت دلچسپ مزاحیہ افسانے لکھے ہیں۔ رشید احمد صدیقی میں زبان کا جلال و جمال ہے شفیق الرحمٰن میں معصوم کھلنڈراپن، ابنِ انشا، صرف اپنے اندازِ بیان سے معمولی

www.taemeernews.com

کو غیر معمولی بنا دیتے تھے۔ اُن کے جیسا بات کرنے کا انداز کم لوگوں کے حصّے میں آیا ہے وہ اپنی گل افشانیِ گفتار سے چوب خشک کو بھی شاخ گل بنا سکتے تھے۔ یوسفی میں آورد بھی ہے لیکن وہ جو کچھ بھی لکھتے ہیں سونے کے قلم سے لکھتے ہیں۔ زبان بیان اور نکتہ سنجی اُن کی ہر تخلیق کو شہ کار بنا دیتی ہے۔ مجتبیٰ حسین کے مزاح میں بین السطور درد کی ایک لہر بھی محسوس ہوتی ہے۔ اس طرح بعض دوسرے مزاح نگاروں کی کچھ منفرد خصوصیات ہیں جو مجھے بہت پسند ہیں۔ بہت سے نئے مزاح نگار کئی برسوں سے میدان میں آرہے ہیں اور مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوتی ہے کہ انکا شعور ظرافت بھی پختہ ہے اور انہیں زبان و بیان پر بھی قدرت ہے۔ یقیناً وہ تھوڑے ہی عرصے میں اپنی شناخت قائم کرانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

خالد عابدی :- کیا اردو کی طنزیہ و مزاحیہ شاعری، ہندی کی طنزیہ و مزاحیہ شاعری کے مقابل رکھی جا سکتی ہے؟

وجاہت علی :- یقیناً رکھی جا سکتی ہے۔ اردو کی طنزیہ و مزاحیہ شاعری اُس سے ہر حیثیت سے بہتر ہے۔

خالد عابدی :- سنجیدہ نثر نگاری کے مقابلے میں طنزیہ و مزاحیہ نثر لکھنا مشکل ہے۔ آپ کا کیا خیال ہے؟

وجاہت علی :- یہ تحریر کے موضوع پر منحصر ہے۔ عام حالات میں قدرِ اوّل کی طنزیہ اور مزاحیہ لکھنا زیادہ مشکل ہے۔

خالد عابدی :- اور طنزیہ و مزاحیہ ادب (نثر) میں آپ کن نئے تجربات اور کوششوں کے خواہش مند ہیں؟

وجاہت علی :- نئے تجربوں اور کوششوں کی بہت گنجائش ہے۔ ہمارے ادب میں مزاحیہ

www.taemeernews.com

ناولوں، سوانح عمری، ادب اطفال، فینٹیسیز، پیروڈیوں اور تبصروں کی محسوس ہوتی ہے اس کی تلافی کی ضرورت ہے۔ رشوت، ملاوٹ، سیاسی شعبدہ بازی، پرانی اقدار کا زوال، مکاری، ریاکاری، توہم پرستی استحصال وغیرہ پر طنز و مزاح کی ایک منظم یلغار ہونا چاہیئے۔

خالد عابدی :- اردو نثر میں طنز و مزاح کن کن طریقوں سے پیدا کیا جاتا ہے؟

وجاہت علی :- مضحک کردار، عجوبہ واقعات اور لطف بیان سے۔ ذاتی طور پر میں لطیف بیان کو سب سے اہم سمجھتا ہوں۔ عموماً اپنے کردار اور پلاٹ اپنے گرد و پیش ہی سے منتخب کرتا ہوں۔ میں گلگلوں میں زیادہ گہرائی ڈالنا پسند نہیں کرتا اور اپنے مزاح کو سنجیدہ پن کی مدد سے ہی دور رکھنے کی کوشش کرتا ہوں۔ میرے خیال میں مزاح نگار کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ اپنے قاری کو ہنسائے ضرور۔ اس کے لئے خوش دلی زندگی سے لگاؤ بشری کمزوریوں سے ہمدردی کی ایک پر لطف فضا پیدا کر دینا ہی کافی ہوتا ہے۔ میں لطفِ بیان کے لئے زبان کی روانی میں فکر انگیز خیالات کی شمولیت بھی ضروری سمجھتا ہوں۔ پتا نہیں میں اپنی ان کوششوں میں کہاں تک کامیاب ہوتا ہوں۔ ضروری نہیں کہ کھانا پکانے کی ترکیب جاننے والا باورچی کھانا بھی اچھا پکائے۔

خالد عابدی :- جو نئے ادیب طنزیہ و مزاحیہ ادب تخلیق کر رہے ہیں۔ اُن کے لئے آپ کا کیا پیغام اور مشورہ ہے؟

وجاہت علی :- تازہ واردانِ بساطِ مزاح کے لئے میرے پیغام کی تمہید تو یہ ہے کہ سنو سب کی، کرو من کی۔ اپنے مشاہدے اور صلاحیت پر بھروسہ کیجئے اور اپنی انفرادیت کو کسی کی نقالی پر بھینٹ نہ چڑھائیے۔ ہزار بادۂ ناچکیدہ در رگِ تاک است، بڑے بڑے میدان پڑے

www.taemeernews.com

ہیں جہاں آپ کے کسی پیش رو کے نقشِ قدم نہیں پہونچے ہیں، اُن کو سر کیجیے۔ فن ریاض اور لگن چاہتا ہے اس کی مانگ پوری کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھیئے۔ آپ کے پیش رو آپ کے لئے قابلِ قدر ورثہ چھوڑ گئے ہیں اُن کے شہ پاروں کا ضرور مطالعہ کیجئے۔ ہر ارفع تخلیق کا سب سے بڑا حُسن اس کا حُسنِ تناسب ہوتا ہے اُس کا شعور اُن شہ پاروں ہی سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔

خالد عابدی :۔ آپ کے نزدیک اردو طنز و مزاح (نثر) کا مستقبل کیا ہے؟

وجاہت علی :۔ میں مستقبل سے کبھی مایوس نہیں ہوتا۔ اگر ہندوستان میں اردو زندہ رہے گی، امید تو یہی ہے کہ زندہ رہے تو اردو طنز و مزاح کا مستقبل یقیناً تابناک ہوگا۔

خالد عابدی :۔ آج کل فلموں میں جس طرح کا مزاح پیش کیا جا رہا ہے اس کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

وجاہت علی :۔ میں نے زیادہ فلمیں نہیں دیکھی ہیں۔ میرے خیال میں ہندوستانی فلموں میں ادبی نہیں بلکہ اداکارانہ عملی مزاح پیش کیا جاتا ہے جو مزاح کے بجائے عموماً مسخرا پن ہوتا ہے۔ یوں میں مزاحیہ اداکاری کو صرف ایک فن نہیں بلکہ بہت بڑا فن سمجھتا ہوں۔

خالد عابدی :۔ فلموں میں کئی مزاحیہ اداکار رہے ہیں آپ کو کس مزاحیہ اداکار نے متاثر کیا اور کیوں؟

وجاہت علی :۔ میں نئے مزاحیہ اداکاروں سے ناواقف ہوں لہٰذا اس سوال کا جواب نہیں دے سکتا۔ ایک اندھے سے تارے نہ گنوائیے۔

خالد عابدی :۔ کیا وجہ ہے کہ فلموں میں خواتین مزاحیہ اداکاروں کی ہمیشہ کمی رہی ہے؟

وجاہت علی :۔ مروّجہ ہندوستانی مزاحیہ اداکاری کے لئے جس پھکڑ پن، بے باکی اور

www.taemeernews.com

بے تکے پن کی ضرورت ہوتی ہے شاید اُس کے لئے خواتین اپنے آپ کو مشکل سے تیار کر پاتی ہوں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ابھی تک ایسے اسکرپٹ نہیں لکھے گئے جن میں مزاحیہ اداکاری کی بنیادی ذمہ داری خواتین کے سپرد کی گئی ہو۔

خالد عابدی :۔ ابھی تک آپ کی کتنی مطبوعات منظرِ عام پر آچکی ہیں؟

وجاہت علی :۔ میں نے تنقید کی دو کتابیں لکھی ہیں۔ "باقیات غالب" "نشاط غالب" ایک رپورتاژ لکھا ہے۔ متنازعہ وصیت نامہ۔ دو قاعدے تالیف کئے ہیں اردو پڑھئے۔ آسان اردو (اس کا تیسرا ایڈیشن زیرِ طبع ہے) میرے سنجیدہ افسانوں کے تین مجموعے شائع ہوئے ہیں "طشت از بام" "دھوپ کی چھینک" اور "قلی نمبر ۳۹۹"۔ مزاحیہ خاکوں اور انشائیوں کے آٹھ مجموعے منظرِ عام پر آچکے ہیں۔ "بے ساختہ" "بے ضابطہ" "دودھ کے دُھلے" "رقصِ تماشائی" "بات کا بتنگڑ" "حسابِ دوستاں" "نصیب دشمناں" "اونچا نیچا" "برکت کی ایک چھینک" میرا ایک غزلوں کا مجموعہ بھی شائع ہوا ہے "روشنی"۔

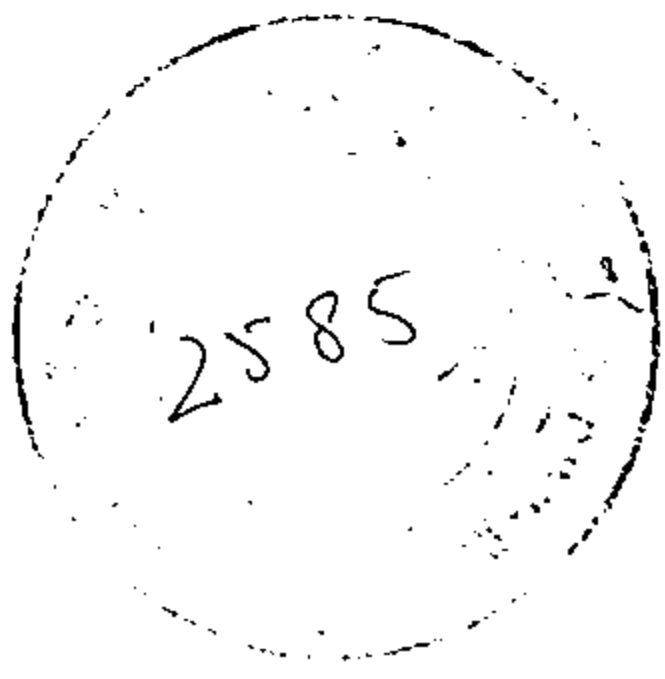

www.taemeernews.com

وجاہت مرزا چنگیزی سے ایک انٹرویو

خالد عابدی :۔ آپ کب اور کہاں پیدا ہوئے ؟

وجاہت مرزا :۔ سیتا پور۔ ۲۰ اپریل دوشنبہ ۱۹۰۸ء ۔ زیادہ عرصہ لکھنؤ رہا اور تعلیم بھی وہیں پائی ۔

خالد عابدی :۔ آپ نام کے ساتھ " چنگیزی " کس رعایت سے لکھتے ہیں ؟

وجاہت مرزا :۔ میرے پاس شجرہ موجود ہے ۔ میں چنگیز خاں کے سب سے چھوٹے پوتے ہلاکو خاں کی اولاد سے ہوں ۔

خالد عابدی :۔ آپ ادب سے فلم میں کس طرح آئے ؟

وجاہت مرزا :۔ مجھے ادب سے کبھی بھی کوئی خاص دلچسپی نہیں تھی نہ میں نے کبھی کوئی ناول لکھا نہ مضمون ۔

خالد عابدی :۔ کیا آپ کو فلموں میں آنے سے پہلے ڈراموں سے دلچسپی رہی ہے ؟

وجاہت مرزا :۔ مجھے تھیٹر کے کھیلوں سے کافی دلچسپی رہی ہے مگر صرف کامیڈی پورشن سے ، ٹریجک سینوں کو میں Unnatural سمجھتا تھا ۔ مجھے ہنسی آتی تھی جب بلند آواز میں رومانٹک سین ادا کئے جاتے تھے ۔

خالد عابدی :۔ بحیثیت مکالمہ نویس ، آپ کی پہلی فلم ؟

وجاہت مرزا :۔ کلکتہ ایسٹ انڈیا کمپنی میں ۱۹۳۲ء میں میں نے " آب حیات " فلم کے مکالمے لکھے تھے ۔ وہ اِس قدر پسند کئے گئے کہ اُس کے بعد میں

www.taemeernews.com

مستقل مکالمہ نویس ہوگیا۔

محمد خالد عابدی:۔ گفتگو اور مکالمہ میں کیا بنیادی فرق ہے؟

وجاہت مرزا:۔ گفتگو، فارسی ہے، مکالمہ عربی ہے۔ دونوں کے معنی بات چیت کے ہیں۔ مکالمے کے لغوی معنی دو یا دو سے زیادہ لوگوں میں بات چیت کے ہیں۔ فلمی مکالمہ، چند مختلف سینوں کے مخصوص موضوع پر گفتگو کے ہیں

محمد خالد عابدی:۔ مکالمہ کی جامع اور مستند تعریف کیا ہوسکتی ہے؟

وجاہت مرزا:۔ صرف بات چیت، میرے خیال میں۔

محمد خالد عابدی:۔ فلموں میں Additional Dialogue Writer کی ضرورت کیوں پیش آتی ہے؟

وجاہت مرزا:۔ ہر ڈائیلاگ رائٹر شوٹنگ کے وقت "سیٹ" پر حاضر نہیں رہ سکتا اس لئے کوئی معمولی شخص رکھ لیا جاتا ہے جو ضرورت کے وقت ایک دو ڈائیلاگ لکھ دیتا ہے۔

محمد خالد عابدی:۔ کیا آپ مکالمے لکھتے وقت فلم ایکٹر یا ایکٹریس وغیرہ کی شخصیت اور اس کی نفسیات وغیرہ پر غائر نظر رکھتے ہیں۔

وجاہت مرزا:۔ یقینی۔ یہ ضروری ہے۔

محمد خالد عابدی:۔ کیا آپ نے اپنے مکالموں میں کسی ہیرو یا ہیروئن کے کہنے پر کبھی کوئی ردّ و بدل بھی کی ہے؟

وجاہت مرزا:۔ یہ بھی ضروری ہے۔ بعض آرٹسٹوں کو کچھ ڈائیلاگ بولنے میں تکلف ہوتا ہے تو ایسی صورت میں معمولی تبدیلی کرنی پڑتی ہے۔

محمد خالد عابدی:۔ بحیثیت مکالمہ نگار کے آپ کے ذاتی تجربات کیا ہیں؟

وجاہت مرزا:۔ جواب تفصیل طلب ہے۔ مختصر یہ کہ مکالمے، کرداروں کی حیثیت کے اعتبار سے ہونا چاہیئے۔ مثلاً مالک اور نوکر، کاروباری لوگ

www.taemeernews.com

مہاجن، مزدور وغیرہ ۔ اصلی گُر یہ ہے کہ مکالمے مختصر ہونا چاہیئے اور کم عبارت میں زیادہ مفہوم نکلنا چاہیئے ۔

محمد خالد عابدی :۔ اور بحیثیت کہانی نویس آپ کی پہلی فلم کون سی تھی ؟

وجاہت مرزا :۔ میں نے ایک فلم " جوانی " نیشنل میں ڈائرکٹ کی تھی۔ وہ میری ہی کہانی تھی۔ میں نے جتنی کہانیوں کے ڈائیلاگ لکھے ہیں اُن کی کہانیوں میں بھی میرا کافی حصّہ ہے ۔

محمد خالد عابدی :۔ میرا خیال ہے کہ آپ بحیثیت ہدایت کار کے بھی فلموں میں رہے اور غالباً فلم " پربھو کا گھر " اور " جنّت " وغیرہ فلمیں آپ کی ہدایت میں تیار ہوئی تھیں ۔ تو میں یہ جاننا چاہوں گا کہ ہدایت کار کی حیثیت سے آپ کی پہلی فلم کون سی تھی؟

وجاہت مرزا :۔ صرف " پربھو کا گھر " میری کہانی تھی، رنجیت میں، میں ہی ڈائرکٹ کر رہا تھا مگر بیچ سے چھوڑ کر نکل گیا تھا ۔ " جنّت " سے میرا کوئی تعلق نہیں ۔ میرا پہلا ڈائرکشن " جوانی " فلم میں تھا ۔

محمد خالد عابدی :۔ آپ نے فلموں کے لئے منظر نامے بھی لکھے ہیں، کچھ فلموں کے نام بتا سکیں گے؟

وجاہت مرزا :۔ میں نے جتنے فلموں کے ڈائیلاگ لکھے ہیں اُن کے " اِسکرین پلے " میں نے ڈائرکٹر کے ساتھ مل کر لکھے ہیں ۔ مثلاً " عورت " " مدر انڈیا " " کوہ نور " " گنگا جمنا " اور " مغل اعظم " وغیرہ ۔

محمد خالد عابدی :۔ منظر نامہ (اسکرین پلے) کی تعریف کیا ہے اور یہ کس طرح تیار کیا جاتا ہے؟

وجاہت مرزا :۔ اسکرین پلے اس مسودے کو کہتے ہیں جس میں کہانی کو نمبر دار سینوں میں تقسیم کیا جاتا ہے ۔ ہر سین کا بزنس تفصیل سے کیا جاتا ہے ۔ سین میں جن خاص چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے وہ بھی لکھ دی جاتی ہے ۔ کرداروں کے خاص ایکشن بھی ہوتے ہیں ۔ بمبئی میں اب بھی ڈائرکٹر

www.taemeernews.com

اور مکالمہ نویس مل کر اسکرین پلے لکھ لیتے ہیں۔

محمد خالد عابدی:۔ کیا "مکالمہ" منظر نامہ سے الگ ایک آزاد فن ہے یا منظر نامے کا ایک حصہ اور متبادل؟

وجاہت مرزا:۔ امریکہ وغیرہ میں اسکرین پلے میں عموماً ڈائیلاگ بھی ہوتے ہیں۔ مگر ہندوستان میں شاذ و نادر ہی ایسا ہوتا ہے۔ اسکرین پلے، ڈائیلاگ رائٹر کو دے دیا جاتا ہے۔ وہ ڈائیلاگ لکھتا ہے۔

محمد خالد عابدی:۔ کہانی و منظر نامے میں مکالمے کا کیا اہم رول ہوتا ہے؟

وجاہت مرزا:۔ بغیر منظر نامے کے ڈائیلاگ نہیں لکھے جا سکتے۔ اسکرین پلے رائٹر دو ایک ڈائیلاگ اشارتاً لکھ دیتا ہے۔ مکالمہ نویس انہیں اپنے رنگ میں لکھتا ہے

محمد خالد عابدی:۔ فلم اسکرین پر "منظر نامہ" کس شکل میں دیکھا جا سکتا ہے۔ یا یہ فن فلم بندی کے وقت صرف صفحۂ قرطاس پر ہی رہتا ہے؟

وجاہت مرزا:۔ ڈائیلاگ لکھنے کے بعد اسکرین پلے کا کام بہت کم رہ جاتا ہے۔ اسکرین پلے کی خوبی سینوں کی چستی اور کہانی کے تسلسل میں دیکھی جا سکتی ہے

محمد خالد عابدی:۔ فرض کیجئے کہ ایک فلم بنگالی یا ملیالم وغیرہ زبان میں مقبول ہوتی ہے۔ وہی فلم جب ہندی/اردو میں بنائی جاتی ہے تو اُس وقت اُس کے مکالموں کا ترجمہ کیا جائے گا یا از سر نو لکھے جائیں گے؟

وجاہت مرزا:۔ میں نے کبھی ایسا فلم نہیں لکھا۔ میرے خیال میں زیادہ تر لوگ ترجمہ ہی کرتے ہیں۔

محمد خالد عابدی:۔ کیا آپ منشی شمس لکھنوی سے واقف ہیں۔ اُن کے بارے میں کچھ معلومات فراہم کر دیجئے؟

وجاہت مرزا:۔ شمس صاحب میرے دوستوں میں تھے۔ اسٹیج کے وہ آدمی تھے۔ اسٹیجی ڈائیلاگ بھی لکھتے تھے۔ کہانیاں بھی لکھتے تھے۔ سُناتے خوب تھے

www.taemeernews.com

"شہنشاہ بابر" اُنہیں کی تھی جو ہم دونوں نے مل کر بنائی تھی اور میں نے ہی ڈائرکٹ کی تھی رنجیت میں۔ میرا ان کا ساتھ "شہنشاہ بابر" کی شوٹنگ کے دوران کوئی تین چار مہینے رہا۔ موصوف لکھنؤ کے شہزادہ نواب ممتاز الدولہ کے خاندان سے تھے اپنا کیریر (Career) اُنھوں نے تھیٹر سے شروع کیا تھا۔ جب تھیٹر ختم ہو گئے تو فلمی کہانیاں اور ڈائیلاگ لکھنے لگے۔ مجھ سے کافی Senior تھے۔ اُن کی بہترین خصوصیت اِسٹوری سُنانا اور بیچنا تھی۔ بڑے زور شور سے ایکٹنگ کر کے سُناتے تھے۔ یہاں تک کہ اگر ٹریجیڈی سین سُناتے تھے تو رو بھی دیتے تھے۔ جہاں تک اسٹوری بیچنے کا تعلق ہے اُنہوں نے کافی اِسٹوریاں بیچی تھیں مگر بنی بہت کم تھیں۔ مجھے ان کی بنی ہوئی کہانیوں میں سے سوائے "جہیز" کے اور کوئی نہیں یاد ہے۔ بہرحال آدمی نہایت دلچسپ تھے۔

محمد خالد عابدی:۔ کیا وجہ ہے کہ اب فلم اسکرین پر اور اخبار و رسائل میں آپ کے نام کے ساتھ "چنگیزی" استعمال نہیں ہو رہا ہے؟

وجاہت مرزا:۔ میں نے اس امر پر کوئی توجہ نہیں کی۔ اخبار والے تو بعض اوقات وجاہت کو "وزاہت" بھی لکھ دیتے ہیں۔

محمد خالد عابدی:۔ اُردو زبان کے بغیر فلم کی مقبولیت اور کامیابی مشکوک ہے۔ کیا یہ دعویٰ درست ہے؟

وجاہت مرزا:۔ بالکل صحیح ہے۔

www.taemeernews.com

محمد خالد عابدی کی مطبوعہ کتب

۱۔ آواز نما (ریڈیو ڈراموں کا مجموعہ) ۱۹۷۵ء

۲۔ باغِ فکر معروف بہ مقطعاتِ نسّاخ (ترتیب و تدوین) ۱۹۷۷ء

۳۔ پیکرِ آواز (ریڈیو اور اسٹیج ڈرامے) ۱۹۸۳ء

۴۔ زخموں کے دریچے (افسانے) ۱۹۸۸ء

۵۔ شکایتاً عرض ہے (طنزیہ و مزاحیہ مضامین) ۱۹۹۱ء

۶۔ اُردو اِنٹرویوز (مراسلاتی انٹرویوز) ۱۹۹۲ء

۷۔ ٹیچر کے بغیر (بچّوں کے ڈرامے) ۱۹۹۴ء

۸۔ مضامینِ خالد (تحقیقی و تنقیدی مضامین) ۱۹۹۵ء

۹۔ اُردو مراسلاتی اِنٹرویو

(شعراء، ادباء اور فلمی ہستیوں سے انٹرویو) ۱۹۹۶ء

www.taemeernews.com

محمد خالد عابدی کی متوقع کتب

۱۔ اِنٹرویو (شعراء، ادباء اور فلمی ہستیوں کے اِنٹرویو)
۲۔ رُوبَہ رُو (بھوپال کے شعراء و ادباء سے اِنٹرویو)
۳۔ گفتگو (ریڈیو سے نشر شدہ اِنٹرویو)
۴۔ 'متاعِ رفتہ' (خطوط بنام محمد خالد عابدی)
۵۔ فِلم اور ادب
۶۔ ہندوستانی فلموں کی تاریخ
۷۔ فِلم ڈائریکٹری
۸۔ فِلموں کی ترقی میں اُردو کا حصّہ۔
۹۔ مدھیہ پردیش کا لوک ادب اور فن۔
۱۰۔ بیسویں صدی میں اُردو کا مکتوباتی ادب۔
۱۱۔ مدھیہ پردیش میں امیر مینائی کے تلامذہ
۱۲۔ مدھیہ پردیش میں داغ دہلوی کے تلامذہ
۱۳۔ مدھیہ پردیش میں مضطر خیرآبادی کے تلامذہ
۱۴۔ مدھیہ پردیش میں مولانا احسن مارہروی کے تلامذہ
۱۵۔ مدھیہ پردیش میں سیماب اکبرآبادی کے تلامذہ
۱۶۔ مدھیہ پردیش کے اُردو ڈراما نگار
۱۷۔ مدھیہ پردیش میں اُردو افسانہ نگار
۱۸۔ مدھیہ پردیش کے اُردو اخبار، رسائل اور گُلدستے
۱۹۔ مدھیہ پردیش کے ہندو شعراء و ادباء کی اُردو کی خدمات
۲۰۔ مدھیہ پردیش کی خواتین قلم کار۔

www.taemeernews.com

اُردو مراسلاتی انٹرویوز" پچیس شاعروں، ادیبوں اور فلمی ہستیوں کے ساتھ تحریری مکالمات کا ایک نادر مجموعہ ہے حالانکہ خالد عابدی نے یہ سلسلہ فلمی ہستیوں سے شروع کیا تھا، لیکن رفتہ رفتہ اِس سلسلے کا دائرہ وسیع ہوتا گیا اور جیسا کہ ان انٹرویوز کے مطالعے کے بعد آپ محسوس کریں گے کہ فلمی دُنیا سے وابستہ ہستیوں کے ساتھ انٹرویوز بھی محض فلمی مسائل و موضوعات تک محدود نہیں رہے۔ موجودہ حالات میں خالد عابدی کے اس نگارخانے کے کرداروں میں فلمی شخصیتوں کے علاوہ متعدد منفرد شاعر، افسانہ نگار، ڈراما نویس، ناقد، معلّم اور مفکّر نظر آتے ہیں ایک جانب جہاں آپ کی اختر الایمان علی سردار جعفری، خمار بارہ بنکوی، وامق جونپوری اور ندا فاضلی جیسے شعراء سے تعارف حاصل ہوگا۔ تو دوسری جانب گیان چند جین سیّد نور الحسن ہاشمی، کوثر چاندپوری اور رام لال جیسے نثر نگاروں سے واقفیت حاصل کرنے کا موقع ملے گا۔ جہاں آپ کو مسعود اختر، ساگر سرحدی اور منجو قمر کی ڈرامے کے ساتھ وابستگی کی داستان سُننے کو ملے گا۔ وہیں رضا نقوی واہی اور وماھتے علی سندیلوی جیسے مزاح نگاروں کی زندگی کے ساتھ سنجیدہ معاملے کی روداد پڑھنے کا موقع حاصل ہوگا یہ مراسلاتی انٹرویوز جہاں اہم شخصیتوں کی زندگی کی تفصیلات کے بارے میں ہمارے فطری تجسّس کو آسودہ کرتے ہیں وہیں وہ ایک دستاویزی اہمیت کے مالک ہیں کیونکہ وہ خود فنکار کی زبان یا قلم سے ان کے حالاتِ زندگی اور ان کے نظریات و تاثرات کا ایک مستند و معتبر ریکارڈ پیش کرتے ہیں۔ خالد عابدی نے بڑی خوبی سے ایسے سوالات قائم کیے ہیں جن سے انٹرویو کیے گئے حضرات کی زندگی کے بہت سے چھپے ہوئے پہلوؤں پر سے پردہ اُٹھا ہے اور یہ شخصیات اپنی رنگا رنگ انفرادیت کے ساتھ اُبھر کر سامنے آئی ہیں۔

ڈاکٹر سیّد حامد حسین

شاھد پبلی کیشنز، تارک کیمپ بھوپال!